بسم اللہ الرحمن الرحیم
...خواجہ غریب نوازؒ
سلسلہ تحریر ۱ تا ۱۱
سیدنا بندہ نواز
خواجہ گیسو درازؒ
جلد اوّل
از
سید محمد فضل المتین چشتی
گدی نشین آستانہ عالیہ...
اجمیر شریف

سلسلۂ اشاعت بزمِ معنی نمبر ۱۰

کتاب: سلسلۂ تحریر ۱ تا ۱۱ سیدنا بندہ نواز خواجۂ گیسو درازؒ

مؤلف و مرتب: سید محمد فضل المتین چشتی

فون نمبر: ۰۱۴۵-۲۴۲۲۹۷۳

تعدادِ اشاعت: ایک ہزار (۱۰۰۰)

سالِ اشاعت: طبع اول مئی ۲۰۱۱ء

ناشر: بزمِ معنی اجمیر شریف

قیمت: دوسو روپے

کمپوزنگ: نکہت خورشید - اجمیر شریف

مطبع: کے. بی. ین پرنٹرس، حیدرآباد، سیل نمبر: 9394857806

ملنے کا پتہ:

معینی کتب خانہ

شرقی دروازہ، درگاہ شریف

اجمیر ۳۰۵۰۰۱

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محترم صاحبِ سجادہ آستانہ بندہ نواز، معزز اہلِ علم، اہلِ عقیدت اور سامعین کرام

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

میں سیدنا بندہ نواز خواجہ گیسودرازؒ کے لئے کچھ عرض کرنے سے پہلے اپنے دِل کی گہرائیوں کے ساتھ اس کیفیت کا اظہار کرنا چاہتا ہوں، جو میرے لئے موجبِ افتخار اور سرمایۂ نجات دارین ہے اور وہ ہے حاضریٔ آستانہ یعنی جبہ سائیِ مزار اقدس اور شرکتِ جلسہ منعقدہ ۲۲رذیقعدہ ۱۳۹۵ھ مطابق ۲۳رنومبر ۱۹۷۵ء یکشنبہ اور میں ممنون ہوں صاحبِ سجّادہ کی اس کرم فرمائی کا کہ انکے ارشاد کی تعمیل میں ایک ادنیٰ چشتی کی حیثیت سے ایک اعلیٰ وارفع چشتی کے آستانہ پر اظہارِ عقیدت کرنے کی سعادت حاصل کروں موجودہ صاحبِ سجّادہ اہلِ دل اور صاحبِ نسبت ہونے کے ساتھ اہلِ نظر اور صاحبِ فکر وعمل بھی ہیں انہوں نے مذاکرۂ علمیہ کی ابتداء کر کے جس کام کا آغاز کیا ہے اسکے لئے یہ قابلِ صد مبارکباد ہیں۔ ان کے اس عمل کی ہر آستانہ پر ہر عرس کے موقع پر تقلید ہونی چاہئے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱)

حضرت معاذ بن جبلؓ راوی ہیں : ''فرمایا حضور رسول مقبول ﷺ نے،
ذکر الانبیاء من العبادت و ذکر الصالحین کفارۃٌ و ذکر الموت صدقۃٌ و ذکر القبر بقربکم من الجنۃ۔ یعنی ذکرِ انبیاء عبادت ہے اور ذکرِ صالحین کفارہ اور ذکر موت صدقہ اور ذکرِ قبر جنّت سے قریب کرتا ہے۔

آج کی اس بابرکت مجلس میں ایک ایسے صالح بزرگ کا ذکرِ خیر مقصود ہے، جسکی ذاتِ والاصفات ہندوستان میں سلسلۂ عالیہ چشتیہ کے نامور بزرگ، معروف عالمِ دین، ممتاز اہلِ قلم اور نمایاں صاحبِ فکر وعمل کی حیثیت سے ایک خاص اہمیت رکھتی ہے۔

میں خوش قسمت ہوں اس اعتبار سے کہ میری پشتینی وابستگی اس آستانۂ عالیہ سے ہے جو ہندوستان میں سلسلۂ عالیہ چشتیہ کی سب سے بڑی بارگاہ ہے اور سارے چشتیوں کا مرکزِ عقیدت ہے۔ نہ صرف چشتیوں کا بلکہ ہر اس فرد کا مرکزِ عقیدت ہے جو اللہ والوں کی حقیقت سے واقف ہے۔

میری یہ حیثیت بھی میرے لئے سرمایۂ افتخار ہے کہ آج ایک چشتی کی حیثیت سے ایک ایسے آستانہ پر حاضر ہوں جو نہ صرف ایک خالص چشتی بزرگ کا آستانہ ہے بلکہ سلسلۂ چشتیہ کے ایک ایسے عالمِ دین، صوفیِ باعمل اور اہلِ قلم کا آستانہ ہے، جسکی ذات چند در چند خصوصیات اور وجوہات کی بناء پر اہلِ فکر ونظر کو دعوتِ فکر وعمل دیتی ہے جسکی تعلیم وتربیت خالص چشتی انداز میں ہوئی جسکو فیضِ روحانی صرف چشتی پیرِ طریقت سے حاصل ہوا اور جسکی زندگی سراسر چشتیت کی مظہر رہی ہے اور جسکا پیغام، جسکی تعلیم، صرف چشتی اندازِ فکر کی آئینہ دار ہے۔ جو حضرات چشتیت کی حقیقت سے باخبر ہونا چاہیں وہ سیدنا بندہ نواز خواجہ گیسودرازؒ کی حیاتِ طیبہ کا مطالعہ کریں۔

میں اس مذاکرۂ علمیہ کے لئے دئے گئے کسی موضوع پر بات نہ کرتے ہوئے سیدنا بندہ

نواز خواجۂ گیسو درازؒ کے سلسلے میں کچھ عرض کرنے کی کوشش کرونگا اور یہ بھی مفصل نہیں مختصر کاش کہ مجھے مذاکرۂ علمیہ کے موضوعات کا علم ہوتا اور میں موضوع کے مطابق عرض کرنے کی توفیق کے ساتھ ایک ایسا روحانی اطمینان حاصل کرتا جو بہر حال میرا فرضِ منصبی ہے۔

سیّدنا بندہ نواز خواجۂ گیسو درازؒ پر کوئی گفتگو اس وقت تک ناممکن ہے جب تک کہ ہندوستان میں سلسلۂ چشتیہ کے بانی ایک طرح سے اس ملک میں دین اسلام کے بانی حضرت خواجۂ کُل خواجگان خواجہ معین الدین چشتی غریب نوازؒ کے حالات اور تعلیمات پر نظر نہ رکھی جائے۔

جو حضرات تاریخِ اسلام پر نظر رکھتے ہیں وہ گواہی دینگے کہ چھٹی صدی ہجری (بارہویں صدی عیسوی) تاریخِ اسلام میں ایک نوعیت سے خاص اہمیت رکھتی ہے۔ اس صدی کے آخر میں وسیع اسلامی دنیا میں ایک ایسے نئے ملک کا اضافہ ہوا جو اپنے قدرتی وسائل کیساتھ انسانی صلاحیتوں سے بھی مالا مال تھا اور جو ایک خاص وقت تک دعوتِ اسلامی کا عالم گیر مرکز اور اسلامی علوم وفنون کا محافظ اور امین ثابت ہوا۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ جب چھٹی صدی ہجری کے اوائل میں نیم وحشی تاتاریوں کے سبب عالمِ اسلام ایک عظیم انقلاب اور تباہی و بربادی سے دوچار ہوا تو شریف و نجیب مسلم خاندان، اساتذۂ وقت مشہور علما اور نامدار مشائخِ کبار نے ہندوستان کا رُخ کیا اور انکی آمد اور انکے وجود مسعود سے یہ ملک دارالامان ہونے کے ساتھ سارے عالمِ اسلام کا منارۂ شرافت وفضیلت نظر آنے لگا۔

اور یہ بھی ایک مسلمہ اور واضح تاریخی حقیقت ہے کہ جہاں ہندوستان میں ایک مستحکم و مستقل اسلامی سلطنت کے قیام کی سعادت سلطان شہاب الدین محمد غوری کا مقدر ٹھہری وہاں اسی بادشاہ کے معاصر اور رہنما خواجۂ کُل خواجگان خواجہ معین الدین چشتی غریب نوازؒ کے سبب اس ملک کی مکمل طور پر روحانی تسخیر اور اخلاقی وایمانی فتح عمل میں آئی دراصل ہندوستان کی روحانی فتح روزِ اوّل سے سلسلۂ چشتیہ کے لئے مقرر تھی اور اس سرزمینِ کفر والحاد پر اسلامی توحید کا پودا نصب کرنے کے لئے ہی مشیتِ الٰہی نے سلسلہ عالیہ چشتیہ کو انتخاب فرما لیا تھا۔ سلسلۂ چشتیہ کا دردمند مزاج اور جذبۂ عشق اہلِ ہند کی سرشت اور مزاج کے مطابق تھا۔ زمانۂ قدیم سے محبت و

درد ہندوستانیوں کا سرمایۂ حیات رہا ہے۔ چشتیوں کے لئے اپنے ہم مذاق افراد کا دل جیت لینا مشکل نہ تھا۔ اسی لئے ہندوستان میں اپنے دین کی تبلیغ کے لئے اللہ نے اپنے اس اہلِ دل اور اسیر محبت بندے کو منتخب کیا جسکی نورانی پیشانی پر اسکے وصال کے وقت تحریر تھا:

هٰذا حَبِيبُ اللّٰه مَاتَ فِی حُبِّ اللّٰه

(اللہ کا دوست اللہ کی محبت میں اسکے پاس پہنچ گیا)

اللہ کے اس دوست اور اللہ سے محبت رکھنے والے اس داعیٔ اسلام کی ہندوستان میں آمد اور ہندوستان کے سیاسی اور مذہبی مرکز اجمیر میں قیام سے ہندوستان کی ایک نئی تاریخ کا آغاز ہوا۔ ایسی تاریخ کا جو کسی مذہبی پیشوا کی جرأت اور استقلال کی کسی فاتحِ عالم کی ہمتِ عالی اور محکم عزائم کی تاریخ کی حیثیت رکھتی ہے۔

اللہ کے دوست اور اللہ سے محبت کرنے والے داعیِ اسلام کے استقلال، اخلاص، توکل، زہد، قربانی، اعتماد اور درد و سوز نے کفر کدۂ ہند کو دارالسلام بنا دیا۔ وہ سرزمین جو ہزاروں برس سے صحیح راہِ معرفت، صحیح جادۂ یقین اور منزلِ توحید کے لئے ترس رہی تھی۔ نہ صرف معرفت، یقین اور تعلیمِ اسلام سے سیراب ہوئی بلکہ علماء دینِ اسلام اور اولیاء کرام اور دعوتِ اسلامیہ اور کمالاتِ دینیہ کی آماجگاہ بن گئی۔ ظلمت کدۂ ہند کی فضائیں نہ صرف اذانوں کے نور سے معمور ہو گئیں بلکہ عملی زندگی کے ذریعہ اللہ اکبر کی صداؤں نے دشت وجبل میں انسانی آبادیوں میں وہ کام کیا جو کسی فاتح کی تلوار سے ناممکن تھا۔

اللہ کے دوست اور اللہ سے محبت کرنے والے کے کردار وعمل سے ہندوستان میں ایک زبردست روحانی اور سماجی انقلاب رونما ہوا۔ خواجہ معین الدین چشتیؒ نے اونچ نیچ کے اس ماحول میں اور ذات پات کے اس سماج میں اسلام کے نظریۂ توحید ورسالت کو عملی حیثیت سے پیش کر کے، اپنے قول وفعل اور اپنے کردار وعمل سے یہ ثابت کر دکھا دیا کہ یہ نظریہ صرف ایک تخیلی چیز نہیں ہے بلکہ زندگی کا وہ اصول ہے جسکو تسلیم کر کے اس پر عمل کیا جا سکتا ہے۔

حضرت امیر خورد کرمانیؒ (صاحب سیر الاولیاء) کا یہ بیان ایک اعترافِ حقیقت ہے:

''آفتابِ اہلِ یقین حضرت خواجہ معین الدینؒ کے قدم مبارک کا اِس ملک میں پہنچنا تھا کہ اس ملک کی ظلمت نورِ اسلام سے مبدّل ہوگئی۔ انکی کوشش و تاثیر سے جہاں شعائرِ شرک تھے وہاں مسجد ومحراب ومنبر نظر آنے لگے۔ جو فضا شرک کی صداؤں سے

معمور تھی وہ نعرۂ اللہ اکبر سے گونجنے لگی۔ اس ملک میں جسکو دولتِ اسلام ملی اور
قیامت تک جو اس دولت سے مشرف ہوگا نہ صرف وہ بلکہ اُسکی اولاد در اولاد نسل
در نسل سب اِن کے نامۂ اعمال میں ہوں گے اور اِس میں قیامت تک جو بھی اضافہ
ہوتا رہے گا اور دائرہ اسلام وسیع ہوتا رہے گا قیامت تک اسکا ثواب شیخ الاسلام معین
الدین حسن سجزیؒ کی روحِ پاک کو پہونچتا رہے گا۔''

(''سیر الاولیاء'' صفحہ ۴۷)

اور مولانا ابوالحسن علی میاں ندوی کا یہ اعتراف ایک اظہارِ صداقت ہے :

''ہندوستان میں جو کچھ خدا کا نام لیا اور اسلام کا کام کیا گیا وہ سب چشتیوں اور ان
کے مخلص و عالی ہمّت بانی سلسلہ حضرت معین الدین چشتیؒ کے حسنات اور کارناموں
میں شمار کئے جانے کے قابل ہے اور اس میں شبہ نہیں کہ اس ملک پر اس سلسلہ کا حق
قدیم ہے۔'' (دعوت و عزیمت)

اور مولانا غلام علی آزاد نے بھی حق کہا اور صحیح لکھا ہے :

''اس میں کوئی شبہ نہیں کہ بزرگانِ سلسلۂ چشت کا ملکِ ہندوستان پر حق قدیم
ہے۔ ہندوستان میں اُن کے دم قدم کی برکت سے اسلام کی اشاعت ہوئی اور کُفر کی
ظلمت یہاں سے کافور ہوگئی۔''

اور پروفیسر خلیق احمد نظامی کا یہ جامع بیان حرف بہ حرف سچ ہے :

''خواجۂ اجمیریؒ کی زندگی بہت سادہ، لیکن دلکش تھی۔ ہندوستان کے سب سے بڑے
سماجی انقلاب کا یہ بانی ایک چھوٹی سی جھونپڑی میں ایک پھٹی ہوئی دوتہی میں لپٹا ہوا
بیٹھا رہتا تھا۔ پانچ مثقال سے زیادہ کی روٹی کبھی افطار میں میسّر نہ آتی۔ لیکن نظر کی
تاثیر کا یہ عالم تھا کہ جس کی طرف دیکھ لیتے معصیت کے سوت اُسکی زندگی میں خشک
ہوجاتے۔'' (''تاریخِ مشائخ چشت'' صفحہ ۱۴۶)

اور صاحب رسالہ احوال پیرانِ چشت کا یہ لکھنا حقیقت پر مبنی ہے :

''شیخ معین الدینؒ کی نظر جس فاسق پر پڑ جاتی وہ تائب ہو جاتا اور پھر کبھی گناہ کے
پاس تک نہ جاتا تھا۔''

(''تاریخِ مشائخ چشت'' صفحہ ۱۴۶)

اور پروفیسر خلیق احمد نظامی کا یہ اعتراف بھی حق بجانب ہے :

'ہمارے پاس شیخ اجمیریؒ کے مستند حالت مرتب کرنے کے لئے مواد کی بہت کمی
ہے۔ بعد کے تذکرے تاریخی اعتبار سے ناقص ہیں۔ اسلئے اجمیر میں ان کے اثرات
کا صحیح اندازہ لگانا ممکن نہیں۔'' (تاریخ مشائخ چشت صفحہ ۱۴۶)

لیکن سیر الاولیاء کے بیان سے اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ پرتھوی راج کا ایک مقرب
درباری اُن کے حلقۂ مریدین میں شامل تھا، جسکے معنی یہ ہیں کہ اُن کے اثرات کا دائرہ بہت وسیع
ہوگیا تھا۔

ہندوستان میں بانیٔ سلسلۂ چشتیہ اور داعیِ اسلام حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ جس کام
کے لئے تشریف لائے تھے اُسکے لئے ضروری تھا ایک ایسے نظام کا قیام جو نہ صرف ایسے افراد کو
تربیت دے جو کارآمد ہوں بلکہ جنکے ذریعہ ایک مرکز کے تحت ایک مرکزی شخصیت کی نگرانی میں
مختلف مقامات پر موزوں افراد مقیم رہ کر اپنے فرائض انجام دیں۔ اس طریقہ کار پر بانی سلسلۂ
چشتیہ کے جانشینوں نے اپنے اپنے وقت میں انتہائی صبر آزما حالات کے باوجود مستقل مزاجی سے
وہ کارہائے نمایاں انجام دیئے جن سے ہندوستان کی تاریخ اسلام کے صفحات مزیّن ہیں ایک
زمانہ دراز تک چشتی بزرگوں نے واقعی ایک خاص مرکز کے تحت ایک مرکزی شخصیت کی نگرانی میں
اپنے اپنے علاقوں میں وہ کام کیا۔ جسکے ثبوت کے لئے قطب صاحبؒ، بابا گنجشکرؒ، محبوب الٰہیؒ اور
چراغ دلیؒ کی زندگیاں اور انکی خدمات تاریخ کے صفحات پر موجود ہیں۔

دکن میں جسے اولیاء اللہ کی سرزمین کہنا بے جا نہ ہوگا چشتی بزرگ وقتاً فوقتاً کثیر تعداد
میں آئے مقیم ہوئے اور اپنے سلسلہ کی روایت کے عین مطابق وہ فرائض انجام دیئے جو انکے
سُپرد کئے گئے تھے ان بزرگوں کی آمد اور قیام کا یہ نتیجہ ہوا کہ وہ علاقہ جہاں کبھی سلطنت دہلی کا
کامیاب تسلّط نہ ہوسکا تھا وہاں ایک ایسی سلطنت کا قیام عمل میں آیا جس نے اپنے یہاں کے
اولیاء اور علماء کے ذریعہ جنوبی ظلمت کدۂ ہند میں عرصہ تک اسلامی علوم و فنون کے وہ شمعیں روشن
کیں جنکی ضیاء پاشی سے یہاں کی سرزمین اب تک تابناک ہے۔

دکن کو جس پہلی اسلامی سلطنت نے سیاسی، تمدنی اور سماجی ترقی کی راہیں دکھائی ہیں وہ

بہمنی سلطنت تھی جو ۱۳۴۷ء میں علاء الدین حسن بہمنی شاہ کی کوششوں سے عطیہ خداوندی کے طور پر اولیاء کی دعاؤں کے سبب وجود میں آئی۔

علاء الدین حسن بہمنی صاحب اقتدار ہونے سے بہت پہلے ایک دن مشہور چشتی بزرگ شیخ الاسلام خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الٰہیؒ کی خانقاہ میں حاضر ہوا۔ وہ ابھی دروازہ پر ہی تھا کہ محمد بن تغلق جوان دنوں شہزادہ تھا محبوب الٰہیؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر واپس ہوا محبوب الٰہی نے علاء الدین حسن بہمنی کو بلوایا اور فرمایا:

سلطانے رفت و سلطانے آمد (تاریخ فرشتہ جلد دوم صفحہ ۲۷۴)

پھر اس پر خاص عنایت فرماتے ہوئے ایک روٹی جو اپنے افطار کے لئے رکھی تھی اپنی انگلی پر رکھ کر اس بشارت کے ساتھ اسے دی:

ایں چتر شاہی است کہ پس از مدّت دراز و محنت در دکن روزے نصیب خواہد شد

(بحوالہ تاریخ فرشتہ جلد دوم صفحہ ۲۷۴ ''تاریخ مشائخ چشت'' صفحہ ۲۰۴)

یہی وجہ ہے کہ جب علاء الدین حسن بہمنی تخت نشین ہوا تو سب سے پہلا حکم اس نے یہ دیا کہ پانچ من سونا اور دس من چاندی شیخ نظام الدین اولیاءؒ کی رُوح کو ایصالِ ثواب کے لئے شیخ برہان الدین غریبؒ کے ذریعہ فقراء اور مساکین میں تقسیم کرائی جائے۔

علاء الدین حسن بہمنی کے ذریعہ دکن میں یہ پہلی مستحکم اسلامی حکومت قائم ہوئی جسکی بشارت چشتی شیخ طریقت محبوب الٰہیؒ نے دی تھی اور دکن کی سرزمین پر جسکے ذریعہ چشتیہ سلسلہ کے باقاعدہ کام کا آغاز ہوا۔ وہ بھی محبوب الٰہیؒ کے تربیت یافتہ بزرگ خلیفہ شیخ برہان الدین غریبؒ کی ذاتِ بابرکات ہے۔ آپ دکن میں بہمنی سلطنت کے قیام سے تقریباً بیس سال پہلے تشریف لائے۔ دیوگیر موجودہ دولت آباد کو اپنا مستقر بنایا اور ارشاد و تلقین کا وہ کام شروع کیا جو آپکی ذمہ داری تھا۔ آپکی خانقاہ مرجع خاص و عام بن گئی اور عقیدت مندوں کا ہجوم آپکو گھیرے رہنے لگا۔ آپکی صحبت میں بڑی کشش اور الفاظ میں بڑی تاثیر تھی۔

سیر الاولیاء میں لکھا ہے:

''جو کوئی انکی صحبت میں ایک ساعت بھی رہا وہ اُن کے عشق آمیز ذوقِ کلام اور دلفریب اندازِ گفتگو کے سبب انکا عاشق ہو گیا اور بندگانِ خدا کے لئے خدا کے اعتقاد

کے لئے ان جیسے پیر کے علاوہ کوئی اور نمونہ نہ تھا۔'' (''سیر الاولیاء'' صفحہ ۲۷۹)

ان کے ملفوظات ''احسن الاقوال'' کے مطالعہ سے یہ علم ہوتا ہے کہ وہ اپنے مریدوں کی اصلاح و تربیت کی طرف خاص توجہ فرماتے تھے۔

شیخ برہان الدینؒ کے مشہور خلیفہ اور جانشین شیخ زین الدین شیرازیؒ تھے۔ علاء الدین حسین شاہ بہمنی نے آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت کر لی تھی۔ آپکے ذریعہ بھی سلسلۂ چشتیہ کا خاصہ کام ہوا ہے اور ان ہی کے بابرکت زمانہ میں سلسلہ چشتیہ کے وہ نامور بزرگ دکن تشریف لائے جنھیں سیدنا بندہ نواز خواجۂ گیسودرازؒ کہتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ جس طرح بانیٔ سلسلۂ چشتیہ خواجۂ کُل خواجگان خواجہ معین الدین چشتی غریب نوازؒ کے ذریعہ ملک ہند بالخصوص شمالی ہند کی مکمل طور پر رُوحانی تسخیر اور اخلاقی و ایمانی فتح ہوئی اسی طرح دکن کے اس علاقہ میں جہاں سلسلۂ چشتیہ کے اثرات پوری طرح قایم نہیں ہوئے تھے وہاں کی رُوحانی تسخیر اور اخلاقی و ایمانی فتح مکمل طور پر سلسلۂ چشتیہ کے بانی کے چھٹے واسطے سے سجّادہ نشین سیّدنا بندہ نواز خواجہ گیسودرازؒ کے ذریعہ انجام پائی اور ملکِ ہندوستان شمال سے جنوب تک پورے کا پورا چشتیوں کے زیرِ اثر آ گیا۔

سیّدنا بندہ نواز خواجۂ گیسودرازؒ سلسلۂ چشتیہ کے نہایت اہم اور بہت نامور بزرگ ہوئے ہیں۔ آپکی زندگی کا بیشتر حصّہ۔ قریب اسّی (۸۰) سال شمالی ہند دہلی میں گذرا ہے اور آخری پچیس سال دکن۔ گلبرگہ میں بسر ہوئے ہیں۔ آپ ۱۳۲۰ء میں دہلی میں پیدا ہوئے اور ۱۴۲۲ء میں گلبرگہ میں وفات پا کر یہاں دفن ہوئے۔

شیخ محمد اکرام لکھتے ہیں:

''.... مذہبی تقدّس میں جس شہر نے عوام میں خاص شہرت حاصل کی ہے، گلبرگہ شریف ہے۔ بزرگانِ دین کی اس شہر کی طرف شروع ہی سے توجہ تھی اور یہاں ایک قدیمی مزار سیّد حسام الدین تیغ برہنہ کا ہے جن کا سالِ وفات ۶۸۰ھ ہے۔ مشہور ہے کہ آپ کے ہاتھ میں تیغ برہنہ رہتی تھی۔ اسلئے آپ تیغ برہنہ کے نام سے مشہور ہوئے۔ ان کے علاوہ شیخ سراج الدین جنیدیؒ، جن کا سلطان علاء الدین حسن گنگوہی

بڑا معتقد تھا، دیر تک گلبرگہ قیام فرمارہے۔ آپ نے ۷۸۱ھ میں رحلت فرمائی۔"
اب گلبرگہ کی شہرت زیادہ تر حضرت سیّد محمد الحسینی الملقب بہ بندہ نواز گیسودرازؒ قدس سرہٗ کی بدولت ہے۔ (صفحہ ۳۶۶۔ آبِ کوثر)

شیخ سراج الدین جنیدیؒ (ان کے آستانہ) اور سیّدنا بندہ نواز خواجۂ گیسودرازؒ کے سلسلہ میں گلبرگہ کے عوام میں اور بعض ناقابلِ اعتبار کتابوں میں، بعض ایسی بے سروپا روایات بیان کی جاتی ہیں، جنکی کوئی تاریخی اصل وحقیقت نہیں ہے۔ سیّدنا بندہ نواز خواجۂ گیسودرازؒ کی تمام تر تربیت آپ کے **شیخ خواجہ نصیرالدین چراغ دہلیؒ** نے فرمائی اور تمام تر فیوض و برکات اُن ہی سے ملے اور یہ اُنکے جانشین ہونے کے بعد ایک دوسال نہیں، برسہابرس دلّی میں رہے اور ارشاد وتلقین کی ذمہ داری نبھائی۔ دہلی سے گلبرگہ بچپن یا جوانی میں نہیں ۸۰ برس کی عمر میں آئے اور یہ وہ عمر ہوتی ہے جب ایک انسان ہر طرح کامل و مکمل ہوتا ہے اور وہ "نعمت" حاصل نہیں کرتا ہے، "نعمت" تقسیم کرتا ہے اور یاد رکھنا چاہئے سیّدنا بندہ نواز خواجۂ گیسودرازؒ کے لئے اُن کے معاصر اپنے وقت کے عالم فاضل شہرت یافتہ بزرگ محمد جہانگیر اشرف سمنانیؒ نے یہ اعتراف کیا ہے:

"چوں شرفِ ملازمت حضرت میر سید گیسودرازؒ
مشرف شدیم۔ آں مقدار حقائق و معارفش که از خدمتِ
وے بحصول پیوست از هیچ مشائخ دیگر نه بودے۔
سبحان اللّٰه چه جذبه قوی داشته اند"

نہ صرف یہ اعتراف کیا بلکہ ان سے ملنے گلبرگہ آئے۔

"سیرگلبرگہ" (حصّہ دوم) کے صفحہ ۴۸ پر سیّدنا بندہ نواز خواجۂ گیسودرازؒ کی گلبرگہ آمد کے ذکر میں لکھا ہے:

"روضۂ منوّرہ حضرت شیخ سراج الدین جنیدی قدس سرہٗ میں جاکر اپنی امانی نعمت حاصل کرنے کے بعد اس مکان میں جو اب خانقاہ کہلاتا ہے .... مقام فرمایا۔"

غور طلب یہ ہے کہ وہ "امانی نعمت" کیا تھی؟ اور واقعی اسکی کچھ حقیقت ہے بھی یا نہیں؟؟ اور "سیرگلبرگہ" کی اس روایت کا ماخذ کیا ہے؟؟؟ اس "امانی نعمت" کے لئے افسانے

گھڑ لئے گئے ہیں اور اس بات کو عجیب عجیب انداز سے بیان کیا جاتا ہے۔
اور "سیرگلبرگہ" (حصّہ دوم) کے صفحہ ۵۱ پر لکھا ہے:

"نقل ہے کہ ایک روز علی الصباح حسب وصیت حضرت شیخ الاسلام شیخ سراج الدین جنیدی قدس سرہٗ آپ بجانب شرق اقامت کی جگہ تجویز کرنے کی غرض سے دستِ مبارک میں عصا لیکر چہل قدمی فرماتے ہوئے اس مقام پر پہنچے جہاں درگاہ شریف ہے۔"

یہ وصیت کس کو کی گئی؟ کب کی گئی؟؟ بندہ نواز سے تو شیخ سراج الدین جنیدی قدس سرہٗ کی ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ اس روایت کا بھی اصل ماخذ کیا ہے؟ صرف "نقل ہے" سے تو بات مستند نہیں ٹھہرتی ہے۔ دراصل جب کوئی شخصیت شہرت وعظمت حاصل کرلیتی ہے تو اُس سے کسی نہ کسی قسم کا تعلق ظاہر کرنے کے لئے عجیب طرح کی باتیں کہی جاتی ہیں۔ جو باتیں ان دو بزرگوں کے لئے کہی گئی ہیں ان سے ہر دو کی عظمت اور توقیر میں کوئی فرق نہیں آتا ہے۔ دونوں اپنے اپنے وقت کے اہم اور تاریخ ساز بزرگ ہیں اور طریقت کے دو علیحدہ علیحدہ سلسلوں سے وابستہ ہیں۔

سیّدنا بندہ نواز خواجہ گیسودرازؒ اَسّی سال دہلی میں گزار کر گلبرگہ آئے اور یہاں پچیس سال زندگی بسر کی۔ لیکن عجیب بات ہے کہ انکی طویل عمر کی خدمات (شمال) سے واقفیت نہ ہونے کے برابر ہے۔ اُن کے قیام دہلی کا ایک واقعہ ایسا ہے، جس سے یہ علم ہوتا ہے کہ وہ اپنے طریقۂ تعلیم وتربیت کے لئے وہاں باعمل تھے۔
سلسلۂ بندہ نوازیہ کے ایک بزرگ حضرت شیخ پیارہؒ کے حالات کے ضمن میں لکھا ہے:

"آپ نے (بندہ نوازؒ نے) اُن کو حضرت خواجہ گنج شکرؒ کے حجرہ میں جو خواجہ قطب الاسلام قدس سرہٗ کے روضہ میں داخل ہے چلّہ کرنے کا حکم دیا۔
(صفحہ ۱۱۱۲۔ مرآۃ الاسرار)

لیکن آخری پچیس سال کی کامیاب زندگی (جنوب) کے شب وروز کا حال تاریخ کی روشنی میں تفصیل سے سب کے سامنے ہے۔ اہلِ شمال اپنی کوتاہی کے سبب جنوب کے اس بزرگ سے جو دراصل شمال ہی کا ہے کماحقہٗ واقف نہیں ہیں۔ وہ بزرگ جنکو اہلِ جنوب نے اپنی آنکھوں پر بٹھایا،

دل میں جگہ دی اور جسکے آگے سر کو جھکایا اور جسکا اسم گرامی ان کے لئے سرمایہ افتخار ہے۔

دکن میں سیّدنا بندہ نواز خواجۂ گیسودرازؒ کا بہر طور فیض عام ہے۔ ان کے ذریعہ اور ان کے خلفاء کے ذریعہ یہاں اسلام اور سلسلۂ چشتیہ کا جو کام ہوا ہے وہ آپ اپنی مثال ہے۔ دکن میں سلسلۂ بندہ نواز یہ کی اپنی ایک تاریخ ہے اور آج تک اس سلسلہ کے وابستگان کے اثر و نفوذ کا یہ عالم ہے کہ یہاں کے اکثر و بیشتر دیگر سلاسل کے صاحب اجازت حضرات بھی اس سلسلہ سے نسبت باعثِ فخر اور اپنے لئے ضروری سمجھتے ہیں اور جن کے لئے شاہانِ وقت نے یہ مشہور و معروف اشعار کہے۔

حضرتِ سید محمد خواجۂ گیسو درازؒ — بندۂ حق بندہ پرور بندہ گر بندہ نوازؒ

نیست کعبہ در دکن جز درگہِ گیسو درازؒ — بادشاہِ دین و دنیا تا ابد بندہ نوازؒ

مذہب، تصوّف، علم، ادب اور زبان کون سا ایسا میدان ہے، جہاں اس سلسلہ کی افراد کے نقوش پا ثبت اور نمایاں نہیں ہیں۔ زبان و ادب کے سلسلہ میں تو اس سلسلہ کے بزرگوں کو بعض اصنافِ ادب میں اوّلیت کا شرف حاصل ہے اور آسانِ زبان و ادب (اردو) اور تصوّف و مذہب میں اُنکی حیثیت آفتاب و ماہتاب کی سی ہے۔

شیخ محمد اکرام نے لکھا ہے :

"حضرت چراغ دہلی قدس سرہٗ نے ۷۵۷ھ میں وفات پائی۔ اس سے تین روز پہلے حضرت گیسودرازؒ کو خلافت عطا کی۔ آپ اس کے بعد دیر تک دہلی رہے اور ۸۱۱ھ میں اَسّی برس کی عمر میں حادثہ امیر تیمور کی بناء پر دہلی سے دکن کی طرف روانہ ہوئے اور گوالیار، بھاندیر، ایرچہ، چندیری، بڑودہ، کھنبائت ہوتے ہوئے اور گجرات میں کچھ عرصہ قیام کے بعد دولت آباد تشریف لائے۔ اسکے بعد گلبرگہ کا رُخ کیا جو اس وقت شاہان بہمنی کا دارالخلافہ تھا۔ بادشاہِ وقت نے بڑی عقیدت سے آپ کا خیر مقدم کیا اور آپ گلبرگہ میں ہی بس گئے۔ چند سالوں کے بعد ۱۴۲۲ء میں اس عالمِ فانی سے عالمِ جاودانی کی طرف انتقال فرمایا۔

(صفحہ ۳۶۷۔ "آبِ کوثر")

(۲)

سلسلۂ عالیہ چشتیہ کے تعارف کے سلسلے میں اور خواجگان چشت کی شناخت کے لئے اُن کے ملفوظات [1] کی اپنی ایک نوعیت اور اپنی ایک حیثیت ہے۔ سیّدنا بندہ نواز خواجۂ گیسودرازؒ کا ملفوظ "جوامع الکلم" ہے۔ اسکے لئے سلطان المشائخ نظام الدین اولیاءؒ کے مستند ملفوظ "فوائد الفواد" اور پیر نصیر الدین چراغ دہلیؒ کے معروف ملفوظ "خیر المجالس" اور سلسلۂ چشتیہ کے دیگر بزرگوں کے ملفوظات کا بغائر مطالعہ ضروری ہے۔ اندازہ ہوگا کہ روایات کے بیان کے ساتھ اندازِ فکر اور طرزِ تعلیم و تلقین میں کیسی مماثلت اور قربت ہے۔

"ایک صاحب لوگوں کو نصیحتیں کرتے تھے اور لوگ اُن کے تذکرے اور نصیحتوں سے لذّت اندوز ہوتے تھے اور بعض تو کپڑے چاک کر دیتے تھے اور بعض تو بے ہوش ہو جاتے تھے اور بعض اُن کی مجلس سے مدہوش نکلتے تھے۔ جب وہ زیارتِ کعبہ کے لئے چلے گئے تو چند سال بعد کعبہ کی زیارت سے واپس آئے تو لوگوں نے اُن سے اپنا اشتیاق ظاہر کیا تو اُنہوں نے کہا کہ اب وہ بات نہیں رہی۔ لوگوں نے پوچھا کیا وجہ، تو آپ نے کہا کہ میں جو کچھ معاملہ خدا سے رکھتا تھا اُس میں کوئی قصور نہیں ہوتا تھا۔ مگر ایک نماز جماعت کے ساتھ مجھ سے فوت ہوگئی تو مجھ سے کہا گیا کہ ہمارے کام میں تو نے قصور کیا ہے تو اب ہم بھی تجھ سے کوئی سروکار نہیں رکھتے اور تجھ سے حلاوتِ سخن لے لیتے ہیں۔"

(پہلی مجلس "جوامع الکلم")

ایک اور حکایت بیان فرمائی اور حضرت شیخ العالمین نظام الحق والدینؒ سے روایت کی کہ میں نے آپ کی زبانی سُنا ہے کہ فرمایا ایک واعظ تھا، اُس کے وعظ میں لوگوں کو رقت اور ذوق بہت ہوا کرتا تھا اور اُس کے بیان بہت پسند کرتے تھے، اور اُس کا کوئی وعظ نہ ہوتا تھا جس میں اکثر بندگانِ خدا تائب نہ ہوتے ہوں۔ بہت لوگ اُس کے وعظ میں کپڑے پھاڑ کر بیہوش ہو جاتے تھے۔ وہ اتفاق سے زیارتِ کعبہ شریف کا مشتاق ہوکر گیا۔ وہاں بھی لوگ مشتاق ہوئے کہ اُس کا بیان

[1] لیکن حقیقت یہ ہے کہ اکثر منسوب ملفوظات جعلی اور الحاقی ہیں انھیں نظر انداز کیا جانا نہایت ضروری ہے

ویسا ہی موثر تھا۔ جب حج اسلام ادا کر کے لوٹا تو لوگ منتظر اور مشتاق تر ہوئے کہ بعد حج اثر ان کے وعظ کا صد گنا بڑھ گیا ہوگا۔ جب آیا اور لوگوں نے وعظ سُنا تو عشرِ عشیر بھی اُس اثر کا نہ پایا جو سابق تھا۔ لوگ اُسکے پاس جمع ہوئے اور دریافت کیا کہ ہم تمہارے آنے کے نہایت مشتاق و منتظر تھے کہ آپ آئیں گے اور اپنے وعظ سے ہمارا ذوق اور راحت بڑھائیں گے۔ اب حج سے آکر آپ نے وعظ کہا تو نسبتِ سابق کے دسواں حصہ بھی اس اثر کا نہیں پایا۔ یہ کس فعل کی شامت ہے۔ واعظ نے کہا یارو خداوندِ عالم الغیب خوب جانتا ہے کہ جیسے میں گیا اور آیا ہوں کوئی جرم و گناہ مجھ سے نہیں ہوا ہے سوا ایک قصور کے اور میں نے جب ہی جان لیا تھا کہ عمدہ نعمت مجھ سے چھین لی جائے گی اور ویسا ہی ہوا اور وہ خطا یہ تھی کہ ایک نماز جماعت کی مجھ سے فوت ہوئی کہ امام کے ساتھ ہو کر جماعت سے محروم رہا۔ یہ بے لطفی اس کی شامت سے ہے۔ یہ کہہ کر حضرت خواجہ روئے اور حاضرین بھی رونے لگے کہ بسبب فوت ایک نماز باجماعت کے وہ بھی وقت پر پڑھی مگر تنہا۔ یہ خرابی واقع ہوئی اور قبولیتِ عام جاتی رہی۔ جو لوگ بیچارے بالکل جماعت میں نہیں جاتے یا اکثر اُن کی نمازیں قضا ہو جاتی ہیں اُن کا کیا حال ہوگا اور کتنی نعمتوں اور فوائد سے محروم رہتے ہوں گے۔ (چھٹی مجلس ''خیر المجالس'')

فرمایا کہ کوئی کام بغیر پیروں پر اعتقاد کے نہیں نکلتا۔ سب باتوں سے پہلے اعتقاد میں پختگی ہونی چاہئے۔ شبلیؒ کے پاس ایک ہوشیار شخص تلاشِ حق میں حاضر ہوا۔ شبلیؒ نے فرمایا کہ جو کچھ میں تم سے کہوں گا تم وہ نہ کرسکو گے تو اُس نے کہا کہ میں کروں گا تو فرمایا کہ کمرے میں جاؤ، چالیس دن بیٹھو اور کہو کہ لا الٰہ الا اللہ شبلی رسول اللہ۔ وہ ہوشیار چالیس دن تک یہی کلمہ پڑھتا رہا۔ چالیس روز کے بعد شبلیؒ نے کہا کہ میں تمہارا اعتقاد آزمانا چاہتا تھا کیوں کہ بے اعتقادی سے کام نہیں بنتا۔
رسول خدا محمد ﷺ برحق ہیں۔ مگر ہم اللہ کے دوست ہیں اور وہ خدا کے قاصد اور سچے رسول ہیں۔ اسکے بعد کہا کہو کہ لا الٰہ الا اللّٰہ مُحمد رسُول اللّٰہ۔ اسکی تعلیم اور تلقین کی اس کا جو مطلب تھا وہ حاصل ہوگیا۔ (مجلس ۱۲ ''جوامع الکلم'')

''فرمایا کہ ایک شخص شبلیؒ کی خدمت میں آیا اور کہا کہ میں آپ کا مرید ہونا چاہتا ہوں۔ شبلیؒ نے کہا کہ ایک شرط پر تمہاری ارادت قبول کرتا ہوں جیسا میں کہوں ویسا ہی کرنا۔ مرید نے کہا ویسا ہی کروں گا۔ شیخ شبلیؒ نے پوچھا کہ تم کلمۂ طیبہ کس طرح پڑھتے ہو؟ مرید نے کہا کہ اس طرح پڑھتا ہوں لا الٰہ الّا اللّٰہ مُحمد رسُول اللّٰہ۔ شبلیؒ نے کہا اس طرح پڑھو لا الله الا الله شبلیؒ رسُول اللّٰہ مرید نے فوراً اسی طرح کہا۔ اس کے بعد شبلیؒ نے کہا کہ شبلی آنحضرت ﷺ کے غلاموں میں سے ایک کمینہ غلام ہے۔ رسول اللہ تو وہی ہیں۔ میں تمہارے اعتقاد کا امتحان لے رہا تھا۔
(جلد پنجم مجلس ۸ ''فوائد الفواد'')

سلطان ابراہیمؒ سے اسمِ اعظم کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے کہا پیٹ کو بھوکا رکھو اور تن کو حسد سے خالی کرو، پھر جس نام سے پکارو تو وہی اسمِ اعظم ہے۔
(مجلس ۲۵ ''جوامع الکلم'')

کچھ گفتگو اسمِ اعظم کے بارے میں ہوئی۔ فرمایا کہ (لوگوں نے) ابراہیم ادہمؒ سے سوال کیا کہ کہ آپ کو اسمِ اعظم یاد ہے۔ فرمایئے کون سا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں! معدہ کو حرام کھانے سے پاک رکھ اور دل کو دنیا کی محبت سے خالی کر۔ اس کے بعد جس نام سے بھی خدا کو یاد کریگا وہی اسمِ اعظم ہے۔
(جلد سوم مجلس ۵ ''فوائد الفواد'')

فرمایا کہ حضرت شیخ الاسلام فرید الدینؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ چالیس سال تک خداوند تعالیٰ نے جو کچھ فرمایا وہ مسعود کرتا رہا اور آج سال ہا سال سے یہ حالت ہے کہ جو کچھ مسعود کہتا ہے خدا وہی کرتا ہے۔ (مجلس ۱۲۸ ''جوامع الکلم'')

فرمایا کہ چالیس برس تک جو کچھ خدائے تعالیٰ نے فرمایا بندہ مسعود نے وہی کیا اب چند سال سے جو کچھ مسعود کے دل میں خطرہ ہوتا ہے یا اسے مانگتا ہے

پاتا ہے۔ (مجلس ۱۲۸ ''خیر المجالس'')

بعض کو مشائخ کے خرقہ کی روایتِ معراج قبول نہیں ہے۔ سیدنا بندہ نوازؒ خواجہ گیسو درازؒ فرماتے ہیں۔

مولانا عمر شیخ سعیدؒ کے فرزند خدمت میں حاضر ہوئے اور پوچھا کہ مشائخ کے خرقہ سے متعلق جو روایت کی جاتی ہے اس کا منشا کیا ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے حضرت پیغمبر علیہ السلام کو پہنچایا اور آنحضرت ﷺ نے اس کو علیؓ کو دیا کیا یہ صحیح ہے تو بندگی مخدومؒ نے فرمایا کہ ہاں صحیح ہے۔ سلوک کی کتابوں میں لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے معراج کی رات بہشت میں ایک حجرہ دیکھا کہ جسکے دروازہ پر سونے کا قفل لگا ہوا تھا۔ آپ نے اندر جانا چاہا تو جبرئیل علیہ السلام نے کہا اگر اجازت خداوندِ تعالےٰ کی ہوجائے۔ حضرت رسول اللہ ﷺ نے (بارگاہِ ربّ العزّت) میں درخواست کی فرمان ہوا کہ کھول دو وہ کھول دیا گیا۔ اس میں ایک بڑا صندوق سونے کا دیکھا اس پر بھی سونے کا قفل لگا ہوا تھا۔ جبرئیل علیہ السلام سے فرمایا کہ کھولو دیکھیں اس میں کیا ہے۔ جبرئیل علیہ السلام نے خداوندِ تعالےٰ سے اجازت چاہی، حکم ہوا کہ کھول دو۔ اس صندوق میں ایک دوسرا صندوق تھا اس پر بھی سونے کا قفل لگا ہوا تھا۔ اسکے کھولنے کی درخواست کی گئی۔ فرمان ہوا کہ اس کو بھی کھول دو۔ اس میں بھی ایک چھوٹا صندوق برآمد ہوا۔ اس کو بھی کھول دیا گیا۔ اسکے اندر خرقۂ مشائخ دیکھا۔ آپ کے دل میں خواہش پیدا ہوئی تو فرمایا اے بھائی جبرئیل میں چاہتا ہوں کہ یہ خرقہ میں لے لوں۔ فرمان ہوا کہ اتنے ہزار پیغمبر ہوئے ہیں کسی ایک کو بھی ہم نے نہیں دیا، اور آج آپ کو دیتے ہیں اور یہ آپ کے لئے ہی رکھا تھا، پہن لیجئے۔ آپ نے پہن لیا اور اپنی عادتِ قدیم کے مطابق کہا کہ اے اللہ کیا یہ میرے۔ لئے ہی مخصوص ہے یا میرے امتیوں میں سے کسی کو دیا جا سکتا ہے۔ تو فرمان ہوا کہ دیا جا سکتا ہے اور ایک بات بتلائی گئی کہ آپکے چار یار ہیں، ان میں سے جو شخص یہ بات کہے اسکو دینا۔ جب آپ واپس تشریف لائے تو ہر چار یار کو بلایا اور اُن سے فرمایا کہ یہ خرقہ مجھ کو دیا ہے اور ایک بات کہی ہے کہ جو شخص اسکا اظہار کرے یہ اس کو دے دیا

جائے۔ ابوبکرؓ اٹھے رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کہ اگر تم کو دوں تو تم کیا کروگے، تو انہوں نے کہا کہ میں صدق اختیار کروں گا۔ آپ نے فرمایا اپنی جگہ بیٹھ جاؤ عمرؓ اٹھے کہا کہ اگر تم کو دوں تو تم کیا کروگے، کہا عدل کروں گا۔ آپ نے کہا اپنی جگہ بیٹھ جاؤ۔ پھر عثمانؓ اٹھے اُن سے پوچھا تو کہا حیا اختیار کروں گا اور خدا کی زیادہ عبادت کروں گا۔ آپ نے فرمایا بیٹھ جاؤ۔ حضرت علیؓ اٹھے تو آپ نے کہا اگر تم کو دوں تو تم کیا کروگے تو کہا کہ بندگانِ خدا کی عیب پوشی کروں گا تو آپ نے فرمایا کہ بس تم اسکے لئے ہو اور وہ تمہارے لئے پہن لو۔ بس خرقۂ مشائخ یہی تمام مشائخوں کا شجرہ ہے جو علیؓ سے پیغمبر علیہ السلام تک پہنچا ہے اور وہی اولیاء کے سردار ہیں۔ مگر اس حدیث اور قصہ کو کتب احادیث میں جو صحیح اور بہتر ہیں میں نے کہیں نہیں دیکھا۔ (مجلس ۲۸ ''جوامع الکلم'')

لیکن غور طلب بات یہ ہے کہ سیدنا بندہ نواز خواجہ گیسو درازؒ کو اپنے پیرانِ شجرہ میں سب سے زیادہ عقیدت اور تعلق خاطر حضرت نظام الدین اولیاءؒ سے تھا وہ فرماتے ہیں:

''فرمایا کہ مصطفےٰ علیہ السلام نے معراج کی رات میں ایک خرقہ پایا تھا۔ اس خرقہ کو خرقۂ فقر کہتے ہیں اور اسکے بعد صحابہؓ کو طلب فرما کر کہا کہ مجھکو خرقہ ملا ہے اور حکم ہوا ہے کہ وہ خرقہ کسی ایک آدمی کو دوں۔ میں صحابہ سے ایک بات پوچھوں گا، دیکھوں وہ کیا جواب دیتے ہیں، اور مجھ سے یہ فرمایا گیا ہے کہ جو میری بات کا (صحیح) جواب دے، یہ خرقہ اس کو دو اور وہ جواب میں جانتا ہوں کون دیگا۔ اس کے بعد ابوبکرؓ کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ اگر یہ خرقہ تم کو دے دوں تو تم کیا کروگے؟ ابوبکرؓ نے کہا کہ میں صدق پر چلوں گا اور عبادت کروں گا، اور خیرات کروں گا۔ اس کے بعد عمرؓ سے پوچھا کہ اگر یہ خرقہ تم کو دوں تو تم کیا کروگے؟ عمرؓ نے کہا کہ میں عدل کروں گا اور انصاف کا خیال رکھوں گا۔ اس کے بعد عثمانؓ سے پوچھا کہ اگر یہ خرقہ تم کو دوں تو تم کیا کروگے؟ انہوں نے کہا کہ میں پردہ پوشی کروں گا اور خدا کے بندوں کی عیب چھپاؤں گا۔ رسول علیہ السلام نے فرمایا کہ لو یہ خرقہ میں تم کو دیتا ہوں کہ مجھ کو حکم تھا جو ایسا جواب دے اُس کو دے دینا۔''

(جلد چہارم مجلس ۴۹ ''فوائد الفواد'' ترجمہ مسلم احمد نظامی)

پیشِ نظر نسخہ میں خلیفہ سوم حضرت عثمان سے ''پردہ پوشی'' کی بات منسوب کی گئی ہے جبکہ حضرت علیؓ نے پردہ پوشی کا جواب دیا تھا اور انکو خرقہ ملا تھا۔

''فوائد الفواد'' کے دوسرے نسخہ میں ہے:

''حضرت عثمانؓ سے کہا کہ اگر یہ خرقہ میں تمہیں دوں تو تم کیا کرو گے؟ انہوں نے کہا کہ مال خرچ کروں گا اور جود و سخا کروں گا۔ پھر رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ تمہیں یہ خرقہ دوں تو تم کیا کرو گے؟ انہوں نے کہا میں پردہ پوشی کروں گا اور بندگانِ خدا کے عیب ڈھانپوں گا۔ رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ لو، یہ خرقہ میں تمہیں دیتا ہوں۔ مجھے یہ حکم ہوا تھا کہ جو اس طرح جواب دے یہ خرقہ اُس کو دینا۔''

(جلد چہارم مجلس ۴۹ ''فوائد الفواد'' ترجمہ پروفیسر محمد سرور)

ترجمہ مسلم احمد نظامی میں جو عبارت بدلی ہے وہ ایسی ہے کہ بات کہاں سے کہاں چلی جاتی ہے۔ اگر آج طباعت کے وقت یہ صورت ہے تو پہلے قلمی مخطوطات کا حال کیا رہا ہوگا۔ اسی لئے کسی ایک مخطوط کو سامنے رکھ کر بات نہیں کرنا چاہئے۔ جیسا کہ اکثر ''جوامع الکلم'' کے لئے مخالفین کا وطیرہ رہا ہے۔ بعض کے نزدیک خرقہ کی روایت نا قابلِ قبول ہے لیکن ہمارے لئے نظام الدین اولیاءؒ کے فرمان کی اہمیت ہے اور سیدنا بندہ نواز خواجۂ گیسودرازؒ نے اس روایت کو صرف کتب حدیث میں نہ دیکھنے کی بات کہی ہے۔

سیدنا بندہ نواز خواجہ گیسودرازؒ کے پیشِ نظر ملفوظ ''فوائد الفواد'' اور ''خیر المجالس'' یقیناً رہے ہیں اور ان میں بیان کی گئی روایات آپ نے بھی بیان فرمائی ہیں اور ان کے حوالے دیئے ہیں۔

سیّدنا بندہ نواز خواجۂ گیسودراز فرماتے ہیں

''........ ''فوائد الفواد'' میں ایک حکایت لکھی ہے کہ ابوسعید کہتے ہیں کہ جو کچھ مجھ تک رسول اللہ ﷺ سے پہونچا ہے میں ویسا ہی کرتا ہوں۔'' (مجلس ۷۸)

اور ''خیر المجالس'' کے لئے فرماتے ہیں:

''جو ملفوظ حمید قلندر (جامع خیر المجالس) نے جمع کئے تھے اندازاً دو جز کے تھے۔ مولانا

کمال الدینؒ شیخ کے بھانجے شیخ کے پاس لے گئے۔'' (مجلس ۴۲)

اور ''جوامع الکلم'' کے لئے سیّدنا بندہ نواز خواجۂ گیسودراز فرماتے ہیں :

کارِ ایں ملفوظ بجاے است، از جہتِ تحقیق و تدقیق گویا کہ گفتار خود را خود می نوسیم و ملفوظ خود را خود جمع کنم۔ (''جوامع الکلم'')

سیدنا بندہ نواز خواجۂ گیسودرازؒ کے ملفوظ سے ان کے تبلیغِ اسلام کا بھی علم ہوتا ہے جو صوفیہ کا اپنے طریقہ کے مطابق ایک اہم تر کام تھا۔

''جوامع الکلم'' کے لئے شیخ محمد اکرام لکھتے ہیں

''جوامع الکلم'' جس میں نو مہینوں یعنی ۱۵/مارچ ۱۴۰۰ء سے ۱۰/دسمبر ۱۴۰۰ء کے ملفوظات آپ کے بڑے صاحبزادے (سیّد حسین المعروف بہ سیّد محمد اکبر حسینیؒ) نے جمع کئے ہیں، شائع ہوگئی ہے۔ اس میں فاضل مرتب (مولینا محمد صدیقی صاحب) کی تصحیح و تحشیہ کے باوجود غلط کتابت یا مسوّدوں کی دشواریوں سے بعض ایسی الجھنیں رہ گئی ہیں جن سے کئی اہم مقامات پر مطلب خبط ہو جاتا ہے۔ لیکن پھر بھی کام کی کئی باتیں ہیں۔ ایک طویل اندراج سے اس دلچسپی کا پتہ چلتا ہے جو حضرت گیسودرازؒ کی اشاعتِ اسلام سے تھی اور ان دشواریوں کا بھی اندازہ ہوتا ہے، جن سے ہندوؤں کے مضبوط معاشرتی نظام کی وجہ سے مبلّغینِ اسلام کو دوچار ہونا پڑتا تھا۔ ایک ملفوظ میں ہندوؤں اور برہمنوں کی نسبت فرماتے ہیں:

''کئی ایک مرتبہ ان کے علماء اور درویش (یعنی پنڈت اور یوگی) میرے پاس دعوے اور بحث کے لئے آئے۔ یہ طے پایا کہ جو بحث میں کامیاب ہو دوسرا اُس کی بات مان لے اور اسی کی متابعت کرے۔ چنانچہ اس بات پر قول و قرار ہوگیا۔ میں نے کہا کہ پہلے آپ اپنی بات شروع کریں۔ انہوں نے کہا نہیں تم کہو۔ میں نے ان کی سنسکرت کی کتابیں پڑھی ہوئی تھیں اور ان کی روایات جانتا تھا، چنانچہ میں نے اُن سے شروع سے لے کر آخر تک باتیں کیں اور انہوں نے ان سب باتوں کو دل و جان

سے قبول کیا اور کہا کہ واقعی جو تم کہتے ہو وہ ٹھیک ہے۔ پھر میں نے اپنے مذہب کا بیان شروع کیا اور دونوں کا موازنہ کر کے اپنے مذہب کو ترجیح دی۔ اِس پر وہ حیران رہ گئے۔ شور و غوغا کرنے لگے۔ جس طرح بتوں کے سامنے ڈنڈوت کرتے ہیں، اُسی طرح میرے سامنے اظہارِ عقیدت کیا۔ میں نے کہا یہ سب بیکار ہے۔ تمہارے اور میرے درمیان معاہدہ یہ ہے کہ جسکی بات سچّی ہو دوسرا اُسکی پیروی کرے اور اُسکے راستے پر چلے۔ لیکن کوئی کہنے لگا میری بیوی، بچّے اور خاندان کے لوگ ہیں (اُن کو کیسے چھوڑوں)۔ کسی نے کہا کیا کروں جو کچھ ہوا سو ہوا، ہمارے بزرگ اِس راستے پر چلے تھے جو اُن کے لئے ٹھیک تھا، ہمارے لئے بھی ٹھیک ہے۔

(ترجمہ از جوامع الکلم صفحات ۱۱۸۔۱۱۹) (صفحہ ۳۶۹ بحوالہ آبِ کوثر)

پھر سامانہ کے ایک ہندو کا تذکرہ ہے، جس کے ساتھ اُسی طرح قول و قرار ہوا تھا کہ جو مباحثہ میں دوسرے کا قائل ہو جائے، وہ اُس کا مذہب قبول کرے۔ حضرت گیسودرازؒ نے اپنے روحانی تصرفات کے زور سے اُسے قائل کر لیا۔ لیکن جب اُس سے کہا گیا کہ اب معاہدہ کے رُو سے تمہیں مسلمان ہو جانا چاہئے، تو وہ کہنے لگا کہ میں نے نئی نئی شادی کی ہے، سامانہ جاتا ہوں اور اپنی بیوی کو ساتھ لے کر آؤں گا۔ لیکن وہ ایسا گیا پھر نہ آیا۔

سیّدنا بندہ نواز خواجۂ گیسودرازؒ نے تبلیغِ اسلام کے لئے قیامِ دہلی کے وقت اور دہلی سے گلبرگہ کے سفر کے دوران اور پھر قیامِ گلبرگہ کے بعد جو خدمات انجام دی ہیں ان کی تفصیلات کا علم نہیں ہے۔ البتہ آرنلڈ نے سرکاری گزیٹر میں یہ اعتراف کیا ہے:

''حضرت سیّد گیسودرازؒ نے پونا اور بلگام کے کئی لوگوں کو مسلمان بنایا۔''

(صفحہ ۳۷۴ ''آبِ کوثر'')

سیدنا بندہ نواز خواجۂ گیسودرازؒ کے ملفوظ سے ایک طبقہ کا صوفیہ سے اختلاف کا علم ہوتا ہے۔

شیخ محمد اکرام لکھتے ہیں:

''خلجیوں کے زوال کے بعد صوفیوں کے طریقوں پر کڑی نکتہ چینی ہونے لگی۔

''جوامع الکلم'' سے بھی اسکی تائید ہوتی ہے اور اس میں متعدد اندراجات ایسے ہیں جن میں علماء اور صوفیا کی باہمی مخالفت کا ذکر ہے۔ کئی ملفوظات میں ایک شخص غلام الخلیل کا تذکرہ ہے، جو بادشاہ کا وزیر ہو گیا تھا اور جس نے پایۂ وزارت پر پہنچ کر صوفیہ کے خلاف دستِ تعدّی دراز کیا۔''

''غلام الخلیل چند گاهے در حلقهٔ صوفیاں در آمد. آخر زبے اعتقادی بیروں شده. تقریب به بادشاه جست تا آنکه وزیر گشت. دستِ ایذا. بر صوفیاں کشاد مے گوید مردمانے اند خوش خورند و خوش خسپند و کفریات و سخنان بے دیناں بگویند.'' (صفحہ ۳۶۹ ''آبِ کوثر'')

ایک جگہ ملفوظات کے ناقل کہتے ہیں:

''هم ازیں جا سخن در اختلافے که علماء و فقہا با صوفیان کنند افتاد.''

ایک اور جگہ ایک خیاط اور معلّمین کے بحث کے ضمن میں حضرت گیسودرازؒ نے فرمایا:

''چنانکه رسم دانشمندان است که صوفیاں را گویند که اوّل بارے مسلمان شوید بعد ازاں صلاحت پیش کنید. شما جاهلانید دین ندارید، ملحدانید.''

(بحوالہ جوامع الکلم صفحہ ۲۵۱۔ صفحہ ۳۶۹ ''آبِ کوثر'')

''جوامع الکلم'' کو اہلِ علم و تحقیق نے اپنا مآخذ بنایا ہے۔ مثلاً ایک جگہ شیخ محمد اکرام ہی نے بنگال میں اشاعتِ اسلام کے ضمن میں شیخ جلال الدین تبریزی کے ذکر میں لکھا ہے:

''افضل الفوائد'' کی تاریخی صحت مشتبہ ہے، لیکن حضرت گیسودرازؒ کے ملفوظات میں اس واقع کی بعض دوسری تفاصیل درج ہیں اور حقیقت سے زیادہ قریب معلوم ہوتی ہیں۔'' (صفحات ۳۰۰۔۳۰۱ ''آبِ کوثر'')

اور صاحبِ ''مرآۃ الاسرار'' لکھتے ہیں:

''حضرت شیخ محمد مینا چشتیؒ میر سیّد محمد گیسودرازؒ کی کتاب ''جوامع الکلم'' سے یہ

ملفوظ نقل کرتے ہیں کہ خلافتِ پیغمبر علیہ السلام سے دو قسم کی ہے۔''
(''مرآۃ الاسرار'' صفحہ ٦٦)

''جوامع الکلم'' پر بعض نا اہل اور کج فہم افراد نے نامعقول اعتراض کرتے ہوئے ملفوظ کی بعض عبارتوں، جملوں اور فقروں کو اُن کے سیاق وسباق میں نہ سمجھتے ہوئے صاحبِ ملفوظ کے واضح اور صاف عقیدہ و مذہب کو اپنے انداز میں طے کرنا چاہا ہے اور اُن پر شیعت کا الزام لگایا ہے۔ جب کہ ان کی احتیاط کا یہ عالم تھا فرماتے ہیں

''میں سیدھے ہاتھ میں انگوٹھی نہیں پہنتا، اس لئے کہ روافض اور شیعہ سے مشابہت ہوتی ہے۔'' (مجلس ٣٠)

ڈاکٹر خسرو حسینی نے صحیح لکھا ہے

''حضرت خواجۂ بندہ نوازؒ کا تعلق اہلِ سنت و جماعت سے تھا جسکی وضاحت آپ خود اپنی تصانیف میں فرماتے ہیں۔ آپ حنفی مسلک کے پیرو تھے۔ آپ کا قول ہے ایسی بہت کم شخصیتیں ہوئی ہیں جو کہ بہ یک وقت سیّد، فقیہہ اور سنّی ہوئے ہیں جو سارے صفات مجھ میں ہیں۔''

اور صاحبِ ''مراۃ الاسرار'' ''جوامع الکلم'' کے حوالے سے صحابہ میں افضل کون؟ کے عنوان کے ذیل میں لکھتے ہیں

''میر سیّد گیسودرازؒ اپنی کتاب ''جوامع الکلم'' میں فرماتے ہیں کہ جب مسائل کلامی (علم الکلام کے مسائل) میں فضائلِ صحابہ کا ذکر ہوتا ہے تو اتہام کی وجہ سے میں کوئی بحث شروع نہیں کرتا، سوائے اُن لوگوں کے سامنے جو صحابۂ کرام سے خلوص رکھتے ہیں۔ میرا صدق دل سے عقیدہ یہ ہے کہ افضلِ صحابہ حضرت ابوبکرؓ ہیں۔ اُن کے بعد حضرت عمرؓ، اُن کے بعد حضرت عثمانؓ اور اُن کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ ہیں۔ لیکن لوگ نزاع لفظی میں مبتلا ہیں، جس سے میں پرہیز کرتا ہوں۔''

اس بیان پر صاحبِ ''مراۃ الاسرار'' یہ رائے رکھتے ہیں :

''یاد رہے کہ آپ سیّد ہوتے ہوئے صدیقِ اکبرؓ کی فضیلت کے قائل ہیں، اس وجہ سے کہ آپ اہلِ عرفان وبصیرت ہیں۔'' (صفحہ ٩٨٢ ''مرآۃ الاسرار'')

سیّدنا بندہ نواز خواجۂ گیسودرازؒ کے اس محتاط مگر واضح بیان کے بعد کوئی اگر اُن پر اتہام لگاتا ہے تو اسکا علاج کیا ہے؟ میں نے ''جوامع الکلم'' کا براہِ راست حوالہ نہ دیکر ایک دوسری کتاب سے حوالہ دیا ہے تاکہ یہ علم میں آئے کہ آپ کے اس بیان کی اہمیت کیا ہے اور اہلِ رائے اپنی کیا رائے رکھتے ہیں۔

مندرجہ بالا روایت ''اخبار الاخیار'' میں اس طرح ہے:

''فرماتے ہیں کہ جب کبھی صحابۂ کرام کی فضیلت اور افضلیت کا قصہ چھڑا تو میں نے کبھی اس بحث میں حصہ نہیں لیا، البتہ گفتگو کے دوران خدا کی قسم میں نے اپنے مخلص دوستوں سے یہ ضرور کہا ہے اور اب بھی کہتا ہوں کہ تمام صحابہ میں سے سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیقؓ اور آپ کے بعد حضرت عمر بن الخطابؓ بعدہٗ حضرت عثمان غنیؓ اور اُن کے بعد حضرت علیؓ تھے۔ البتہ بوقت ضرورت لفظی بحث ضرور کی جاتی ہے اور میں اصحابِ کبار اور خلفائے عظام کے کارناموں کی برکت سے لوگوں کو کیسے ناآشنا رکھ سکتا ہوں۔'' (صفحہ ٢٨٨)

دونوں عبارتوں کا فرق ظاہر ہے۔ پہلی عبارت میں ''صحابۂ کرام سے خلوص'' کہا گیا ہے اور دوسری عبارت میں ''اپنے مخلص دوستوں سے'' کا فرق واضح ہے اور دوسری عبارت میں مزید یہ ہے ''میں اصحابِ کبار اور خلفائے عظام کے کارناموں کی برکت سے لوگوں کو کیسے ناآشنا رکھ سکتا ہوں۔'' یہ دونوں فرق اہمیت کے حامل ہیں۔

اور یہی روایت ''جوامع الکلم'' ترجمہ سیّد رحیم الدین حسینی میں اس طرح ہے :

''جب فضیلتِ صحابہؓ سے متعلق گفتگو میں مسائل بیان ہوتے ہیں تو میں کوئی مباحثہ نہیں کرتا اسلئے کہ ناگاہ کسی پر کوئی اتہام لگ جائے۔ اس کے بعد میری طرف اور گھر کے لوگوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر میں نے ایسی کوئی بات کسی وقت کردی تھی تو اب اس کی بڑی تاکید کردی ہے اور قسمیں دیتا ہوں کہ ایسی کثیف باتیں نہ ہوا کریں۔ میرا صحیح عقیدہ دل سے یہ ہے کہ صحابہ میں ابوبکرؓ افضل ہیں، پھر عمرؓ، پھر عثمانؓ، پھر حضرت علیؓ مگر لفظی بحث جو بھی ہوتی ہے ہوا کرے اور بیگانہ لوگوں سے تو میں اتنا بھی بیان نہیں کرتا۔''

مندرجہ بالا یہ عبارت ''جوامع الکلم'' میں ہے۔ اس میں ''ناگاہ کسی پر کوئی اتہام

لگ جائے'' اور ''اس کے بعد میری طرف اور گھر کے لوگوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر میں نے ایسی کوئی بات کسی وقت کردی تھی تو اب اس کی بڑی تاکید کردی ہے اور قسمیں دیتا ہوں کہ ایسی کثیف باتیں نہ ہوا کریں اور میرا صحیح عقیدہ دل سے یہ ہے۔'' یہ ایسی باتیں ہیں جو اور بھی اہمیت کی حامل ہیں اور سیّدنا بندہ نواز خواجۂ گیسودرازؒ کے نہایت محتاط ہونے اور ان کی فکرو فہم کا اظہار ہیں۔

اور ''مرآۃ الاسرار'' میں ''جوامع الکلم'' کے حوالہ سے یہ بھی تحریر ہے :

''کسی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے پوچھا کہ اپنے اصحاب کے متعلق آپ کیا کہتے ہیں۔ آپ نے دریافت کیا کہ کس کے متعلق، اُس نے کہا عمارؓ کے متعلق۔ آپ نے فرمایا وہ مومن ہے، پُر از ایمان۔ اُسکے بعد اُس نے پوچھا کہ سلمانؓ کے حق میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ فرمایا، وہ علم اوّلین و آخرین رکھتا ہے۔ اسکے بعد اُس نے خلیفہ اوّل کے متعلق دریافت کیا، آپنے فرمایا وہ رسولِ خداﷺ کا صاحبِ راز (محرم راز) تھا۔'' (صفحہ ۹۸۳ ''مرآۃ الاسرار'')

متذکرہ بالا عبارت سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اپنے اصحاب اور خلیفہ اوّل حضرت صدیق اکبرؓ کے لئے انکی رائے کا علم ہوتا ہے۔

یہی مندرجہ بالا روایت ''اخبار الاخیار'' میں اسطرح ہے

''فرمایا کہ ایک شخص نے حضرت علیؓ سے کہا کہ آپ اپنے دوستوں میں عمار بن یاسرؓ کے اوصاف بیان کیجئے، تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ وہ پختہ مومن ہیں اور اُن میں اتنا ایمان بھرا ہوا ہے کہ بہہ رہا ہے۔ پھر اُس نے حضرت سلمان فارسیؓ کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ اُن کے پاس اگلے اور پچھلے لوگوں کی معلومات کے خزانے ہیں۔ اسی طرح حضرت حذیفہؓ کے بارے میں فرمایا کہ حضرت حذیفہؓ نبی علیہ اسلام کے صاحبِ اسرار تھے اور ان میں ایک یہ صفت بھی تھی کہ وہ منافقین کے حالات سے باخبر رہتے تھے۔'' (صفحات ۲۸۸۔۲۸۹)

دونوں عبارتوں کا فرق ظاہر ہے اور پہلی عبارت میں جہاں ''خلیفۂ اوّل کے متعلق دریافت کیا'' ہے وہاں دوسری عبارت میں ''حضرت حذیفہؓ کے بارے میں فرمایا'' ہے۔ اہم بات یہ ہے کہ پہلی عبارت میں حضرت حذیفہؓ کا نام نہیں ہے اور دوسری عبارت میں خلیفۂ

اوّل کا ذکر نہیں ہے اور پہلی عبارت میں جو صفت ''خلیفۂ اوّل'' کی بیان کی گئی ہے وہ ہی صفت دوسری عبارت میں ''حضرت حذیفہؓ'' کی بیان کی گئی ہے۔ یہ صورتِ حال غور طلب ہے۔

اور یہ ہی روایت ''جوامع الکلم'' ترجمہ سیّد رحیم الدین حسینی میں اس طرح ہے :

''ایک شخص نے حضرت علیؓ سے کہا کہ اپنے اصحاب کے اوصاف ہم سے بیان فرمایئے۔ حضرت علیؓ نے دریافت کیا کہ کس کے متعلق پوچھتے ہو تو کہا کہ عمارؓ کے متعلق تو ارشاد فرمایا کہ وہ ایسا مومن ہے کہ ایمان اسکے منہ تک بھرا ہوا ہے۔ پھر کہا سلمانؓ؟ تو کہا اس کے پاس دنیا و آخرت دونوں کا علم ہے۔ پھر اُس نے پوچھا کہ حذیفہؓ؟ تو فرمایا کہ وہ رسول اللہﷺ کے راز دار ہیں اور منافقین کا علم بھی رکھتے ہیں۔''

پہلی دونوں عبارتوں سے مندرجہ بالا عبارت کا فرق ظاہر ہے۔ تیسری عبارت میں بھی ''خلیفۂ اوّل'' کے بجائے ''حضرت حذیفہؓ'' کا نام ہے۔ یہ اہم بات ہے، لیکن غور طلب یہ ہے کہ صاحبِ ''مرآۃ الاسرار'' نے ''خلیفۂ اوّل'' کیوں لکھا؟ یہ تحریف ہے؟ ترمیم ہے؟؟ کیا ہے۔ آخر اسکی ضرورت کیا تھی۔ ہوسکتا ہے کہ انکے پیشِ نظر قلمی نسخہ (ملفوظ) میں ایسا ہی ہوگا۔ میں نے دونوں عبارتوں کے لئے ''مرآۃ الاسرار''، ''اخبار الاخیار'' اور ترجمہ ''جوامع الکلم'' کی مکمل عبارتیں اسی لئے نقل کی ہیں کہ تقابل ہو سکے۔ یہ عبارتیں اسکی شہادت ہیں۔ نفسِ موضوع ایک ضرور ہے مگر عبارت الگ الگ ہے۔ یعنی تینوں عبارتوں کے لئے ملفوظ کے تین مختلف مخطوطے سامنے ہوں گے۔ اسی لئے ''جوامع الکلم'' کی کسی عبارت کے لئے اسکے کسی ایک قلمی نسخہ پر اعتماد نہ کرنا چاہیئے اور شیخ محمد اکرام کی یہ رائے بھی سامنے رکھنی چاہیئے۔

''تصحیح و تحشیہ کے باوجود غلط کتابت یا مسودوں کی دشواریوں سے بعض ایسی الجھنیں رہ گئی ہیں جن سے کئی اہم مقامات پر مطلب غلط ہو جاتا ہے۔'' (صفحہ آبِ کوثر)

اور سیّدنا بندہ نواز خواجۂ گیسودرازؒ اپنے ملفوظ ''جوامع الکلم'' کی پہلی ہی مجلس میں بقول مرتب ملفوظ ارشاد فرماتے ہیں :

''حضراتِ اہلِ بیت رسول اللہﷺ کی فضیلت کی گفتگو ہوئی تو فرمایا کہ اکثر لوگ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کے متعلق مبالغہ کرتے ہیں، ان کو نبی کہتے ہیں اور خدا کہتے ہیں اور بہت سے گروہ غزائیہ، سحابیہ، قیصریہ، صاحبیہ جن کے متعلق کچھ

قضایا اور وجوہات ہیں، جنکا یہاں بیان کرنا موجبِ طوالت ہوگا، مگر سچّا مذہب تو یہ ہے وہ افضل الانبیا وحی نبی و نجیب ہیں اور ابوبکرؓ افضل صحابہ ہیں اور ان کے بعد عمرؓ اور ان کے بعد عثمانؓ اور اُن کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں اور کل صحابہ اور کل اولیاء اللہ برحق اور مقرب حضرت خداوند تعالےٰ ہیں۔ ان کے علاوہ جو دوسرے خیالات ہیں سو وہ گمراہی در گمراہی ہیں۔''

(مجلس روز دوشنبہ ۱۸ ماہ رجب ۸۰۲ھ ''جوامع الکلم'')

سیّدنا بندہ نواز خواجۂ گیسو درازؒ صاحبِ علم و بصیرت تھے۔ اُنکی علمی احتیاط کا اندازہ درج ذیل واقعہ کے بیان کے بعد انکی اس رائے سے لگایا جا سکتا ہے جو انہوں نے دی ہے :

''تفسیر المعانی'' میں لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حجتہ الوداع میں حضرت علی کرم اللہ وجہٗ کو کسی کام کے لئے بھیجا تھا۔ جب وہ واپس آئے تو آپ نے فرمایا کہ اے علی کرم اللہ وجہٗ کیا تجھے معلوم ہے کہ رات حق تعالےٰ نے مجھ پر کیا مہربانی فرمائی؟ انہوں نے جواب دیا مجھے معلوم نہیں۔ آپنے فرمایا، رات میں نے حق تعالےٰ سے ابو طالب اور اپنے والد اور والدہ کے لئے مغفرت کی درخواست کی۔ فرمان ہوا کہ جو شخص میری توحید اور تمہاری نبوت پر ایمان نہیں لایا اور جس نے بتوں کو باطل نہیں کہا ہم اُسے بہشت نہیں دیں گے، ہاں تم فلاں بلندی پر جاکر اپنے والدین اور ابو طالب کو آواز دو وہ زندہ ہوکر تمہارے پاس آ جائینگے تم انکو دعوتِ ایمان دینا وہ تمہارے ساتھ ایمان لائیں گے۔ میں نے اس طرح کیا اور بلندی پر جاکر آواز دی انہوں نے زمین سے سر نکالا اور مجھ پر ایمان لے آئے۔ پس انہوں نے عذاب سے نجات حاصل کی۔''

میر سیّد محمد گیسو درازؒ فرماتے ہیں کہ یہ روایت غریب (ضعیف) ہے۔ یہ بات ''تفسیر المعانی'' میں میں نے دیکھی ہے، کسی اور کتاب میں نہیں دیکھی۔

(صفحہ ۵۸۲-۵۸۳ مراۃ الاسرار)

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے ''تفسیر المعانی'' کو ''تفسیر ام المعانی'' کہا ہے۔ ''تفسیر ام المعانی'' میں لکھا ہے۔ (صفحہ ۲۹۳ ''اخبار الاخیار'')

لیکن یہ یاد رکھنا چاہئے کہ سیّدنا بندہ نواز خواجۂ گیسو درازؒ آلِ نبی ﷺ اور اولادِ علی کرم اللہ وجہٗ ہیں۔ ''جوامع الکلم'' میں امام الاولیاء امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہٗ کا ذکر آیا ہے، بار بار آیا ہے اور آنا ہی چاہئے اور یہ ذکر خارجی افراد کو یقیناً گراں گذرتا ہے، گذرنا ہی چاہئے۔

اسی متذکرہ گفتگو میں سیّدنا بندہ نواز خواجۂ گیسو درازؒ نے یہ اہم سوال بھی کیا ہے :

''کلمۂ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھیں اور رسولِ خدا ﷺ کو جو لوگ جان سے زیادہ عزیز ہیں انکو قتل کریں اور ٹکڑے ٹکڑے کریں اور ان کی مستورات اور فرزندان کو قید کر کے رُسوا کریں، کیا اس حالت میں ایمان باقی رہتا ہے؟ یہ کون سا ایمان ہے؟؟ اور کون سا دین ہے؟؟؟''

یہ سوال ایسا ہے کہ اسکا کوئی جواب ہے؟ تاویلات کی جاتی ہیں اور کی جاتی رہیں گی۔ لیکن سوال کا جواب نہیں ملے گا۔

(۳)

سیّدنا بندہ نواز خواجۂ گیسو درازؒ کے ملفوظ ''جوامع الکلم'' کی اہمیت ہے۔ یہ ملفوظ برابر پڑھا جاتا رہا ہے۔ اس ملفوظ کے ذریعہ نہ صرف صاحبِ ملفوظ کے حالات اور چشتیہ طریقۂ تعلیم و تربیت اور اندازِ فکر کا علم ہوتا ہے بلکہ مشہور چشتی بزرگ محبوبِ الٰہیؒ (جن سے صاحبِ ملفوظ کو خاص عقیدت تھی) کا ذکر کثرت سے ہونے کے سبب ان کے حالات و واقعات بھی معلوم ہوتے ہیں۔ ایسے حالات جن سے مخلوق کے ساتھ ان کے حسنِ سلوک کا علم ہوتا ہے اور یہ 'حسنِ سلوک' چشتی بزرگوں کا خاص انداز رہا ہے۔

روزِ دوشنبہ ۳۰ ماہ شعبان چاشت کے وقت حضرت شیخ نظام الدین قدس سرہٗ کے فتوحات، آپ کے ہاں خرچ، آپ کے احسانات، آپ کی شفقت جو عام اور خاص بندگانِ خدا پر مبذول رہتی تھی اس کا کچھ ذکر کرتے ہوئے بندگی مخدوم متع اللہ المسلمین بطول بقاۂ (اللہ مسلمانوں کو ان کی طول و بقا سے بہرہ اندوز کرے) فرمایا کہ خسرو خاں نے جو سلطان تغلق سے خاص تعلق رکھتا تھا، خانقاہِ شیخ میں ایک لاکھ تنکے شیخ کے لئے بھیجے، نیز پچاس ہزار تنکے خواجہ اقبال کے لئے، پچاس ہزار تنکے سید

حسین کے لئے اور دوسرے ایک خادم کے لئے تیس ہزار اور ایک خادم کے لئے بیس ہزار اور سب سے کم بندگی شیخ کے صاحبزادے[1] کے غلام کے لئے ایک ہزار تنکے بھیجے تھے . . . . . اگر شیخ کسی شخص کو کچھ دیتے یا دلاتے تو فرماتے اقبال دے دو، وہ تھیلی میں ہاتھ ڈالتے اور اس کے نصیب سے جو کچھ ہاتھ میں آتا سونے کا تنکہ ہو کہ چاندی کا، دس ہو کہ پانچ دو ہوں یا چار دے ڈالتے۔ شیخ نے بعض دوستوں کے لئے چالیس کھجوریں دینے کے لئے ایک شخص کو مقرر فرمایا خواجہ اقبال نے اس کو میوے کے حجرے میں بھیجا اور کہا تم جتنا لے سکتے ہو لے لو دوسو وہاں چھوڑ دو باقی تمہارے ہیں وہ وہاں گیا تو دیکھا کہ حجرے کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک کھجوروں کا ڈھیر لگا ہے۔ جتنی مقدار میں وہ لے سکتا تھا اس نے لے لی دوسو ان کو (جن کے لئے حضرت نے فرمایا) دے دیں باقی خود لے لیں۔ اور حضرت شیخ ہر بار جب کہ شیخ الاسلام قطب الدین کی زیارت کے لئے آتے تو راستے میں فاحشہ عورتیں پردہ ڈالی ہوئی بیٹھی رہتیں تو آپ ان کے ہاں کچھ بھیجتے اور یہ کہلاتے کہ شیخ فرماتے ہیں کہ راستے سے ہٹ جاؤ اور کہیں سائے میں بیٹھو یہاں تک کہ اس روز سے تمام فاحشہ عورتیں باہر آجاتیں اور شیخ کا انتظار کرنے لگتیں اور ہر بار راستے میں کھڑے ہو کر سلام کرتیں شیخ نے کچھ چیز ان کے لئے مقرر کردی تھی جس نے ان کے وظیفے کی صورت اختیار کر لی تھی البتہ عرس کے زمانے میں ان کے واسطے کچھ بچا ہوا کھانا اور کچھ چیز بھجواتے، کسی کے لئے دو حصہ اور دو تنکے چاندی کے اور بعض کے لئے ایک خواجہ ابو ایک شخص تھے جو خواجہ اقبال کے پیش کاروں میں سے تھے وہ کہتے تھے کہ ایک روز مجھ کو خواجہ اقبال نے ایک حصہ کھانے کا اور ایک تنکا چاندی کا دیا کہ فلاں فاحشہ کو جو فلاں مقام پر بیہودہ باتیں کرتی بیٹھی ہے دے دو میں گیا اور اس کو پہنچا دیا۔ اس نے میرا دامن پکڑ لیا اور کھڑی ہوگئی کہ میرا وظیفہ تو دو حصہ اور دو چاندی کے تنکے ہے تم نے راستے میں ایک پار کر دیا ہے۔ میں قسمیں کھانے لگا کہ خواجہ اقبال نے مجھے ایک ہی دیا ہے اس کو یقین نہ آیا آخر کار بہ ہزار دشواری مجھے چھٹکارا ملا۔ میں خواجہ اقبال کے ہاں آیا اور یہ قصہ سنایا یہاں تک کہ شیخ نے اس کو سن لیا اور کہا کہ لالہ ابو کیا کہتے ہیں تو خواجہ اقبال نے کہا وہ یہ کہہ

---

[1] ''بندگی شیخ'' کے صاحبزادے سے کون مراد ہے؟

رہے ہیں کہ فلاں فاحشہ یہ کہتی ہے کہ میرا وظیفہ تو دو حصہ اور دو چاندی کے تنکے ہے ان میں سے ایک تم نے پار کر لیا ہے تو شیخ نے فرمایا وہ بیچاری سچ کہتی ہے اس کا وظیفہ دو حصہ اور دو چاندی کے تنکے ہے ایک اور اس کو لیجا کر پہنچا دو۔

ایک روز بندگی شیخ نے جمنا کے کنارے جو کنواں تھا اس پر ایک عورت کو دیکھا کہ وہ پانی سینددھ رہی ہے آپ وہاں گئے اس کے پاس کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ اے عورت جمنا کے کنارے رہتے ہوئے کنویں سے پانی کھینچنے کی زحمت کیوں اٹھا رہی ہے تو اس عورت نے کہا کیا کروں میرا شوہر فقیر ہے اور ہمارے ہاں کھانے کے لئے کچھ نہیں ہے جمنا کا پانی بھوک لگاتا ہے اور اس لئے کہ بھوک جلد نہ لگے کنویں کا پانی لے جاتی ہوں جمنا کا پانی نہیں پیتی۔ شیخ نے یہ بات سنی تو کھڑے ہو گئے اور آبدیدہ ہو گئے اور کہا کہ لالہ کیا ہمارے غیاث پور میں کوئی عورت ایسی فقیر ہے جو بھوک جلدی نہ لگنے کے خوف سے جمنا کا پانی نہیں پیتی ہے۔ اُس سے پوچھو کہ تمہارے گھر میں ہر روز کتنا کفایت کرتا ہے اتنی مقدار بلاناغہ ماہ بماہ بھجوادی جائے اس سے پوچھا گیا اس کا اندازہ کیا گیا اور گھر آکر اتنا بھیج دیا گیا شیخ نے فرمایا کہ اسی قدر یومیہ ہمارے ہاں سے لے لیا کرو اور جمنا کا پانی پیا کرو۔

پھر فرمایا کہ ایک روز غیاث پور میں آگ لگ گئی گرمی کے دن تھے شیخ بنگلہ پر دھوپ میں ننگے پاؤں سر پر ٹوپی اوڑھے ہوئے اس وقت تک کھڑے رہے جب تک آگ بجھ نہ گئی خواجہ اقبال کو بلایا اور فرمایا جاؤ گھروں کو گنو اور ہر گھر کے لئے دو چاندی کے تنکے کھانے کے دو حصے اور ایک صراحی ٹھنڈے پانی کی پہنچاؤ جلے ہوئے گھر، گھر کے لوگ لاچار پریشان و حیران تھے کہ ایسے وقت کھانے کے خوان ٹھنڈے پانی کی صراحیاں، شیخ کی بھیجی ہوئی پہنچیں۔ اس زمانے میں دو چاندی کے تنکے تمام ضروری سامان کے لئے کافی ہو جاتے تھے بلکہ کچھ بچ رہتا تھا دو کھانے کے حصے تمام دن کے لئے تمام گھر والوں کے لئے کافی ہو جاتے تھے صراحی کا ٹھنڈا پانی ایسے وقت میں کافی عزیز ہوتا ہے۔

آپ نے فرمایا کہ شیخ کہتے تھے کہ ایک وقت ایک چاند کافی بڑا حد درجہ جمال اور لطافت لئے ہوئے میرے سر پر طلوع ہوا۔ مجھ سے خطاب کیا ''وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ'' میں شرمندہ ہوگیا اور گردن جھکالی اور کہا کہ یہ خطاب پیغمبر علیہ السلام کے لئے مخصوص ہے۔ بندہ نظام کون ہوتا ہے جو اس خطاب کا مخاطب بن سکے جب میں اپنا سر جھکالیتا اور اسے منع کرتا تو پھر وہ میرے سر پر طلوع ہوتا اور خطاب کرتا۔ ''وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ''
(مجلس ۴۰ 'جوامع الکلم'')

''جوامع الکلم'' سے صاحب ملفوظ کے پیرِ طریقت اور جانشین محبوب الٰہیؒ یعنی چراغ دلیؒ کے اپنے مریدِ صادق پر شفقت اور انکی تعلیم و تربیت کا انداز بھی علم میں آتا ہے اور بندہ نوازؒ کے والد کے حال کے ساتھ اُن کا اپنے والد کے ارشاد سے زیادہ اپنے پیر کے حکم کی تعمیل واضح ہوتی ہے۔

میں نے ''جوامع الکلم'' سے براہِ راست حوالہ نہ دیتے ہوئے کتاب ''مرآۃ الاسرار'' جس کا زمانہ تالیف ۱۰۴۵ تا ۱۰۶۵ھ ہے۔ یعنی سیّدنا بندہ نواز خواجۂ گیسودرازؒ کے وصال کے کچھ کم دو سو برس بعد کی کتاب سے اس لئے دیا ہے تا کہ معلوم ہو کہ صاحب ''مرآۃ الاسرار'' نے ''جوامع الکلم'' کو بہ غور پڑھا تھا اور اس ملفوظ کی روشنی میں ضمنی عنوانات قایم کر کے تفصیل سے بات کی ہے، اُن سے یہ سہو ضرور ہوا ہے کہ انہوں نے لکھا ہے:

''یہ ملفوظات آپ کے ایک مرید محمد نے جمع کئے ہیں۔''

مرتب مرید ہی نہیں ہیں صاحبزادے بھی ہیں اور ان کا اسمِ گرامی سید حسین المعروف سید محمد اکبر حسینیؒ ہے۔

''مرآۃ الاسرار'' میں لکھا ہے:

''آپ شیخ الاسلام نصیر الدین چراغ دہلیؒ قدس سرہٗ کی اپنے اوپر شفقت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ شروع میں میں چاہتا تھا کہ جلدی جلدی شیخ کی خدمت میں جایا کروں، لیکن مجھے آدابِ صحبت معلوم نہ تھے اور میں نے اپنے والد سے سُنا تھا کہ آداب سیکھے بغیر بزرگوں کی خدمت میں (جانا) نہیں چاہئے۔ میرے والد

سلطان المشائخ کے اصحاب میں سے تھے۔ سلطان المشائخ کے اور اصحاب بھی میرے والد کے ہاں آیا جایا کرتے تھے۔ اُن سے بھی دیکھا سُنا تھا۔

ایک دفعہ میں شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا، فرمایا کہ تم ہمیشہ بے گاہ آتے ہو اور مجھے اس وقت تکلیف ہوتی ہے۔ البتہ تجھے ایک حکایت سُناتا ہوں، اس وقت میری عمر پندرہ (۱۵)[1] سال تھی، میں حیران ہوا کہ سبحان اللہ! شیخ قدس سرہٗ کے دل میں ضرور کوئی مقصد ہے جو میرے سامنے حکایت بیان کرنا چاہتے ہیں زہے خوش نصیبی۔

ایک دفعہ میں اشراق کی بعد حاضرِ خدمت ہوا۔ آپ نے فرمایا جس وضو سے تم صبح کی نماز پڑھتے ہو کیا وہ طلوع آفتاب تک باقی رہتا ہے؟ عرض کیا جی ہاں! فرمایا اسی وضو کے ساتھ ایک دوگانہ اشراق ادا کیا کرو۔ میں نے حکم کی تعمیل کی۔ اُس کے بعد فرمایا ایک دوگانہ شکر النہار استخارہ بھی پڑھا کرو۔ چنانچہ کچھ عرصہ میں اسی طرح کرتا رہا۔ ایک دن فرمایا کیا دوگانہ اشراق پڑھتے ہو؟ عرض کیا جی ہاں! فرمایا اگر چار رکعت چاشت بھی ساتھ پڑھ لیا کرو تو نماز چاشت بھی ہو جائیگی۔ میں یہ نہیں کہتا کہ کسی دوسرے وقت میں نمازِ چاشت ادا کرو بلکہ اسی وقت چار رکعت چاشت پڑھ لیا کرو۔ تمہاری نمازِ چاشت ادا ہو جایا کرے گی۔ میں ماہِ رجب میں ہمیشہ روزہ رکھتا تھا۔ آپنے دریافت فرمایا کیا رجب میں روزے رکھتے ہو؟ عرض کیا جی ہاں! فرمایا شعبان میں بھی روزے رکھا کرو۔ عرض کیا نو دن کے لئے۔ فرمایا اگر اکیس (۲۱) دن اور روزہ رکھ لو تو تمہارے تین مہینہ ہو جائیں گے (یعنی روزہ کے تین ماہ) عرض کیا حضور کی برکتِ دعا سے ضرور رکھوں گا اس بات کا ذکر میں نے والد صاحب سے کیا، اُن ایام میں میرے والد حضرت شیخ کی خدمت میں پیوستہ نہ تھے اُنہوں نے مجھ سے کچھ بات کہی۔ میں نے کہا جو جی میں آئے کہیں! لیکن میں شیخ کے فرمان سے ہرگز نہیں ہٹوں گا ماہِ رمضان کے بعد شوال کے چھ روزے بھی رکھتا تھا۔ کبھی کبھی روزۂ دوامی بھی رکھتا تھا ایک دن میں شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا فرمایا ہمارے خواجگان نے روزہ داؤدی نہیں رکھا (صومِ دوام)

[1] اس عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ آپ ۱۵ سال یا اس سے کم عمر میں مرید ہوئے۔

ہمیشہ کا روزہ رکھا ہے، اس کے بعد تم بھی صومِ دوام رکھو[1]۔''

یہ لکھ کر صاحبِ ''مرآۃ الاسرار'' لکھتے ہیں :

''غرض کہ شیخ نصیر الدین محمود نے کمالِ شفقت اور کمالِ حکمت سے آپ کی آہستہ آہستہ تربیت کر کے تکمیل وارشاد کے بلند ترین مقام پر پہنچا دیا حتیٰ کہ آپ مقبولِ عالم وعالمیان ہو گئے اور ایک جہاں نے آپ سے فیض حاصل کیا آپ کے کمالات کا شہرہ سارے عالم میں پھیل گیا۔''

''اولیاء اللہ کے اعضا الگ الگ ہو جانے کا سبب'' کے ذیلی عنوان کے تحت لکھا ہے :

''آپ 'جوامع الکلم' میں فرماتے ہیں کہ ایک دن شیخ الاسلام فرید الدین گنج شکر قدس سرہٗ کے پوتے شیخ منور فضل اللہ نے مجھ سے پوچھا آپ کو اکثر لوگوں نے شیخ کے گنبد کے اندر سات ٹکڑے ہوتے ہوئے دیکھا ہے، یہ کیا راز ہے؟ میں نے کہا سبحان اللہ! مجھے کس نے دیکھا اور کون کہتا ہے۔ اگر آپ اس طرح سے دریافت کریں کہ کتبِ سلوک میں لکھا ہے کہ صوفی کی یہ حالت ہوتی ہے تو میں علیٰ الاطلاق کہوں گا علیٰ الیقین مجھے معلوم نہیں انہوں نے کہا علیٰ الاطلاق ہی بتائیے میں نے کہا یہ تجلی جلال کا اثر ہے۔ سالک پر اس حالت میں پہاڑ بھی گر جاتے ہیں اور پھٹ کر ریزہ ریزہ ہو جاتے ہیں، ایک آگ سی لگ جاتی ہے اور یہ آگ جلانے والی نہیں ہوتی لیکن اس آگ کے ہر شرارے میں صد ہزار آتش کی طاقت ہوتی ہے جو صوفی کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی ہے ٹکڑے ٹکڑے کیا صد ہزار ٹکڑے کر دیتی ہے۔ اُن پہاڑوں اور آگ کے درمیان ایک صورت ہوتی ہے جس کا مشاہدہ اُس صوفی کے سوا کوئی نہیں کر سکتا۔ اس حالت میں ایک نہایت جمیل اور لطیف صورت پیدا ہوتی ہے اور ان تمام ٹکڑوں کو اپنی طرف بلاتی ہے اور ہر ٹکڑہ دوڑ کر اس کی طرف آتا ہے۔ اسکے بعد قدرت سے اس سے بھی زیادہ قوی زیادہ مکمل اور زیادہ لطیف صورتِ حالت میں دل حق تعالیٰ کے ساتھ حاضر ہوتا ہے اور یہ بہشت ہے۔ بلکہ ہزار بہشت اس گھڑی پر قربان کر دی جائیں تو سستی ہیں۔

بفراغِ دل زمانے نظرے بہ خوب روئے
بہ ازانکہ چترِ شاہی ہمہ عمر وہائے وہوئے

---

[1] یہاں کاتب ''مرآۃ الاسرار'' سے سہو ہوا ہے۔

ترجمہ: فراغتِ دل کے ساتھ اگر محبوبِ ماہ رخ پر ایک لحظ نظر نصیب ہو جائے تو شاہی تاج وتخت اور جان وجلال سے بدر جہا بہتر ہے۔

''مقامِ وصل سے مقامِ عشق بلند ہے'' کے ذیلی عنوان کے تحت لکھا ہے :

''نیز فرمایا کہ ہمارے مشائخ صوفیاء عاشق تھے، لیکن حضرت شیخ شہاب الدینؒ اور آپ کے متبعین، واصلین وعارفین تھے، لیکن عشق اور جہان ہے۔

ایک دفعہ اس مضمون پر گفتگو ہو رہی تھی کہ فقہاء کو صوفیاء سے کیوں اختلاف ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا اس کا علاج یہ ہے کہ صوفی بھی اپنے آپ کو فقہا میں شامل کر دیں ان کے ساتھ ان کی طرح رہیں۔

''آفاتِ طریقت'' کے ذیلی عنوان کے تحت لکھا ہے :

''فرمایا ہر چیز میں کوئی نہ کوئی آفت ہوتی ہے، لیکن عشق میں دو آفتیں ہیں ایک آفت ابتدا دوسری آفت انتہا آفتِ ابتدا یہ ہے کہ محبوب کی طلب میں اس کے دل کے اندر اس قدر سوز وگداز ہوتا ہے کہ وہ اسکے اندر گھر جاتا ہے لیکن کچھ عرصہ کے بعد اسے اِس درد وغم سے لذت کامل حاصل ہونے لگتی ہے اور محبوب کے وصال کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ وہ سمجھتا ہے کہ درد وغم کے سوا چارہ نہیں اور اس حالت پر قناعت کر لیتا ہے۔ کچھ عرصے کے بعد یہ درد وغم اس کی طبیعت بن جاتی ہے وہ اسکا خوگر بن جاتا ہے اور ذوقِ درد نہیں رہتا اور نہ لذت حاصل ہوتی ہے اس طرح وہ ٹھنڈا پڑ جاتا ہے اور ضائع ہو جاتا ہے نعوذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذَالِکَ (خدائے تعالیٰ اس سے پناہ دے)

آفتِ انتہا یہ ہے کہ جب محبوب کا وصال حاصل ہوتا ہے تو وصال کی لذت میں مشغول ہو جاتا ہے اور ہجر وفراق کی آگ مٹ جاتی ہے۔ کچھ عرصے کے بعد وصال اسکی عادت اور طبیعت بن جاتی ہے اور ذوقِ وصال بھی جاتا رہتا ہے اور ان دونوں حالتوں میں محبوب کی خاطر ذوق وشوق اور راحت وخوشی نہیں رہتی وصال بے ذوق اور لذتِ غم بغیر فراق کس کام کی ہے لہٰذا سالک ٹھنڈا ہو جاتا ہے اور اس کے پاس کچھ نہیں رہتا جب عشق چلا جاتا ہے تو وہ ذوقِ جمالِ محبوب سے محروم ہو جاتا ہے نَعُوْذُ بِاللّٰہ اگرچہ وصال ہوتا ہے لیکن ذوق نہیں ہوتا جس سے کے وہ راحت

حاصل کرے خالی وصال کس کام کا ہے۔لیکن عشق برخوردار (کامیاب عشق) یہ
ہے ابتدائی حالت میں لذّتِ فراق ذوقِ الم اور حرقتِ ہجر (ہجر کی آگ) میں
مشغول رہے اور انتہا میں وصال جس قدر زیادہ ہو۔اسکا ذوق وشوق بھی زیادہ تر ہوتا
جائے اور درد پر درد کا اضافہ ہوتا جائے اور ذوق حاصل ہو۔یہ وہ عاشق ہے کہ جسکی
عاقبت بالخیر ہوتی ہے وہ اپنے عشق سے برخوردار ہوتا ہے اور حظ کامل حاصل کرتا
ہے۔اگرچہ عارف اسے نقصان کے نام سے موسوم کرتا ہے لیکن ذوق اسی میں ہے
شرط یہ ہے کہ نظر نفع ونقصان پر ہو۔

''ذوقِ سماع ختم ہوجانے کی وجہ'' کے ذیلی عنوان کے تحت لکھا ہے :

''آپ فرماتے ہیں کی ''عوارف المعارف'' میں لکھا ہے کہ کامل کو ذوقِ سماع
نہیں ہوتا لیکن یہ وہ کامل ہے کہ جسے انتہائے عشق والی آفت لاحق ہوگئی ہے اور
اسے ٹھنڈا کردیا ہے یعنی وصال اسکی عادت بن گئی ہے ذوق مفقود ہوگیا اور وہ سرد
پڑگیا ہے انتہائے محمود (کامیاب انتہا) یعنی وہ انتہا جو آفت سے محفوظ ہو یہ ہے کہ
جسکا اس شعر میں اشارہ ہے :

عجبے نیست کہ سرگشتہ بُود طالبِ دوست
عجب ایں است کہ من واصل وسرگرداں

ترجمہ : کمال یہ نہیں کہ عاشق طلبِ دوست میں سرگشتہ ہو کمال یہ ہے کہ میں
واصلِ دوست ہوں اور سرگرداں بھی یعنی چونکہ محبوب حقیقی کی کوئی انتہا نہیں اسلئے کہ
حسن وجمال کی بھی کوئی انتہا نہیں عاشق جس قدر قرب ووصال کے مدارج طے کرتا
ہے اس سے بلند تر منازل نظر آتے ہیں۔ہر منزل سے اوپر اور منزل نظر آتی ہے اور
''ھل من مزید'' کے نعرے لگاتا ہوا دائمی تگ ودو میں رہتا ہے۔شیخ سعدی
شیرازی نے اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے،فرماتے ہیں :

نہ حسنش نہایتے دارد نہ سعدی را سخن پایاں
بمیرد تشنہ مستقبی و دریا ہم چناں باقی

ترجمہ: یعنی نہ دوست کے حسن وجمال کی کوئی انتہا ہے۔نہ سعدی کی مدح وثنا کی کوئی
حد ہے سعدی کی حالت اس مریضِ استقاء کی ہے جو دریا کنارے بیٹھا عشق

الٰہی کے جام پر جام پی کر مرچکا ہے لیکن دریائے حسن وجمال اسی طرح رواں
دواں ہے۔

''سماع میں حالتِ محمود کیا ہے'' کے ذیلی عنوان کے تحت لکھا ہے :

''آپ نے فرمایا کہ سماع میں محمود حالت یہ ہے کہ بے خود نہ ہو باخود
رہے اور اپنے حرکات وسکنات،اقوال وافعال سے باخبر ہو ہاں اگر اس پر کیفیت یا
حالت طاری ہے تو اس میں مضائقہ نہیں کیوں کہ اس حالت میں جو حرکات و
سکنات اس سے صادر ہوں اس سے منع نہیں کیا جاسکتا چنانچہ حالتِ سماع میں کبھی
کبھی بے ہوشی بھی طاری ہوجاتی ہے لیکن یہ حالتِ محمود نہیں ہوتی سماع میں مقصود
جمع اور دل کو ایک چیز پر لانا ہے اور باقی سب چیزوں سے دل کو خالی کرنا ہے۔لہٰذا بے
خودی اس کے لئے مبائن ومعیوب ہے (یعنی بے خودی حالتِ محمود کے منافی ہے) یہ کسی
حالت میں محمود نہیں ہوسکتی۔ (صفحات ۹۷۶ تا ۹۸۱ مرآۃ الاسرار)

''سماع'' کی سلسلۂ چشتیہ میں بڑی اہمیت ہے۔اسکے جواز اور عدم جواز جائز ناجائز
کی بحث چلتی رہی ہے اور خواجگان چشت ہمیشہ سماع سنتے رہے ہیں۔سیّدنا بندہ نواز
خواجۂ گیسودرازؒ تو صاحبِ سماع تھے۔

بقول شیخ محمد اکرام

''سماع سے آپ کو بڑا شغف تھا۔فرماتے ہیں :

'کارِ من بیشتر درتلاوت وسماع بود'

موسیقی کی باریکیوں کو آپ خوب سمجھتے تھے۔''سیرِ محمدی'' میں آپ کی مجلسِ سماع
کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اکثر فارسی غزلیں گائی جاتی تھیں فرماتے ''ہندی کی
چیزیں نرم،لوچدار اور دل میں رقت پیدا کرنے والی ہوتی ہیں اور اس کا رنگ بھی نرم
ہوتا ہے اور طبیعت میں عاجزی اور مسکنت پیدا کرتا ہے لیکن موسیقی کے فن اور
موسیقار کے جذبات کا اظہار فارسی ہی میں بہتر طریقے پر ہوتا ہے اور اسمیں کچھ اور
ہی لذت اور ذوق ملتا ہے۔''

''سیرِ محمدی'' میں لکھا ہے کہ آپ کی مجالسِ سماع کے متعلق لوگوں نے فیروزشاہ

تغلق کے پاس شکایت کی کہ ان مجالس میں مریدین اپنا سر زمین پر رکھ دیتے ہیں اور بڑا شور مچاتے ہیں۔ بادشاہ نے یہ سُن کر کہلا بھیجا کہ اپنی مجلسِ سماع خلوت میں کریں چنانچہ اب آپ اپنے حجرہ میں ہی یہ مجلس منعقد کراتے بیچ میں پردہ ڈال دیتے۔ مریدین پردے کے باہر صف باندھ کر بیٹھتے اور جب آپ پر وجد طاری ہوتا تو حجرہ کا دروازہ بند کر دیا جاتا۔

(بحوالہ سیرِ محمدی صفحات ۶۷، ۹۷ صفحہ ۳۷۲ ''آبِ کوثر'')

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ لکھتے ہیں :

''ابتداء دہلی میں رہا کرتے تھے، لیکن شیخ نصیرالدین محمود چراغ دہلویؒ کی وفات کے بعد گلبرگہ چلے گئے اور وہاں شہرتِ عامہ حاصل کی وہاں کے تقریباً تمام لوگ آپ کے فرمانبردار ہوگئے۔'' (صفحہ ۲۸۵ اخبارالاخیار۔اردو)

صاحب ''خزینۃ الاصفیا'' کا کہنا ہے :

''....در دیارِ دکن تشریف برو، و قبولی عظیم یافت و اهل آں دیار از خورد و کبار همه مطیع و منقاد وے گشتند و هزار در هزار طلبائے صداقت شعار بتوجه موجه آں سیّدنا مدار بقرب حق رسید ند، و سلسله عالیه وے در مقامِ دکن رائج و شائع شده. (''خزینۃ الاصفیا'' جلد۱ صفحہ ۳۸۱)

ہارون خاں شیروانی کا بیان ہے :

''سیّد محمد گیسودرازؒ... کی گلبرگہ میں آمد... کا دکن کے لوگوں پر بہت بڑا اثر ہوا اور اہم نتائج برآمد ہوئے۔'' (صفحہ ۱۲۱ ''دکن کے بہمنی سلاطین'')

سیّدنا بندہ نواز خواجہ گیسودرازؒ کی مقبولیت، محبوبیت اور دکھنی لوگوں میں آپ سے بے پناہ عقیدت کے لئے ''فرشتہ'' کا کہنا ہے :

''شخص از مرد دکنی پر سید۔ که محمد رسو الله صلی الله علیه وسلم بزرگ ترست یا محمد گیسودرازؒ۔ اوْ جواب داد که حضرت محمد رسول الله صلی الله علیه

وسلم اگر چه پیغمبر خدا است امّا! سبحان الله مخدوم ما سیّد ما، محمد گیسودرازؒ چیزے دیگرست۔''

(صفحہ ۳۲۰ جلداوّل ''تاریخ فرشتہ'')

''فرشتہ'' کے اس بیان کو سامنے رکھ کر بات کی جاتی ہے لیکن ''فرشتہ'' کو ان سے جو فاصلہ (خصومت) تھا اسکو فراموش کر دیا جاتا ہے۔ ''فرشتہ'' نے یہ بات اپنے اظہار رائے

در علم ظاهری خصوصاً معقولات خالی بود

کو ایک رُخ دینے کے لئے کہی ہے۔ غور طلب یہ ہے کہ یہ سوال جس دکھنی سے کیا گیا، اسکی علمی لیاقت اور فہم کیا تھی؟ وہ تو صرف محبت کا بندہ تھا اس نے صرف اپنی عقیدت ظاہر کی ہے اور سوال کرنے والے کی نیّت کے مطابق کسی قسم کا کوئی تقابل (معاذ اللہ) نہیں کیا ہے۔

''فرشتہ'' کے لئے شیخ محمد اکرام کی یہ رائے درست ہے :

''معلوم ہوتا ہے اس کتاب کا مؤلف حضرت گیسودرازؒ کا عقیدت مند نہ تھا۔ چنانچہ اس نے اپنی کتاب کے آخر میں جہاں دوسرے اولیائے کرام کے حالات لکھے ہیں وہاں حضرت گیسودرازؒ کے تذکرے کو نظر انداز کر دیا ہے۔ دکن کی مُلکی تاریخ کے ضمن میں حضرت کا ذکر ہوا ہے، لیکن اس میں چبھنے والی باتیں کئی ہیں۔ مثلاً گلبرگہ میں سیّد گیسودرازؒ کی آمد کا ذکر کر کے لکھا ہے:

''سلطان فیروزشاه حکیم طبیعت بود۔ چوں سیّد محمد گیسودراز را در علم ظاهری خصوصاً معقولات خالی دید، چنداں توجه نه نمود۔''

(بحوالہ ''تاریخ فرشتہ'' جلداوّل صفحہ ۳۱۶ صفحہ ۳۷۳ ''آبِ کوثر'')

سیّدنا بندہ نواز خواجہ گیسودرازؒ کے لئے یہ کہنا کہ وہ علم ظاہری، خصوصاً علم معقولات سے ناواقف تھے سورج پر خاک ڈالنا ہے۔ ایک صاحب علم کو بے علم کہنا ہے اور یہ بات وہ ہی کہہ سکتا ہے جو خود جاہل ہو یا کدورت اور خصومت کا شکار ہو۔ یاد رکھنا چاہیئے سیّدنا بندہ نواز خواجہ گیسودرازؒ اہلِ سنّت و جماعت سے تھے اور فرشتہ اہلِ تشیّع سے تھا اور اس کا یہ اظہار اسکے بغض کی علامت ہے۔

سیّد صباح الدین عبدالرحمٰن نے لکھا ہے

"فرشتہ" کا یہ بیان بالکل صحیح نہیں، کہ حضرت سیّد گیسودرازؒ علوم ظاہری سے خالی تھے... "برہان مآثر" میں جو سلاطین بہمنی کے متعلق مستند اور اہم معلومات فراہم کرتی ہے، ایسے صاف اور واضح بیانات ہیں، جن سے فرشتہ کے بیان کی مطلق تصدیق نہیں ہوتی۔"
("بزمِ صوفیہ" صفحہ ۵۷۰)

(سلطان فیروز شاہ)... حضرت سیّد گیسودرازؒ کی تشریف آوری سے بہت خوش ہوا اور فضلاء کی ایک جماعت کو ان کی خدمت میں بھیجا، تاکہ ان کے حالت معلوم کر کے ان کی حقیقت سے، اس کو مطلع کریں۔ وہ جماعت سلطان کی ہدایت کے مطابق ان کی خدمت میں گئی اور ان کو تمام علوم ظاہری و باطنی، کشف و کرامات اور مقامات میں مرتبۂ کمال پر پایا اور جو کچھ کہ دیکھا سلطان کی خدمت میں آ کر عرض کیا۔
(بحوالہ "برہان مآثر" ترجمہ ۱۴۴۔۱۴۳ "بزمِ صوفیہ" صفحہ ۵۷۰)

سیّدنا بندہ نوازخواجۂ گیسودرازؒ کے علمی مرتبہ کے لئے عملی حالات کے لئے **"اخبارالاخیار"** اور **"گلزارِ ابرار"** جیسے تذکروں، **"سیرِ محمدی"** جیسی سیرت (بندہ نوازؒ) کی کتاب اور **"جوامع الکلم"** جیسے ملفوظ اور آپ سے تعلق رکھنے والی دوسری کتب اور آپ کے سلسلے کے دیگر بزرگوں کے **"ملفوظات"** کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔

سیّدنا بندہ نوازخواجۂ گیسودرازؒ اپنے ملفوظ "جوامع الکلم" میں مولانا جمال الدین مغربیؒ سے گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

"ایک دن میں نے "فصوص" کے ایک مسئلہ کی مخالفت میں ایک لطیف سا اشارہ کیا اس سے مولانا چونک اُٹھے اور فرمانے لگے کہ سیّدِ من! میں آپکا معتقد ہوں۔ اس قسم کی باتیں آپ کیوں کرتے ہیں۔ چنانچہ میں "منقول" اور "معقول" کے ذریعہ (یعنی علومِ شریعت اور منطق و معقول کے ذریعہ) اپنی بات ثابت کرنے لگا۔"
(صفحہ ۹۸۱ "مرآۃ الاسرار" بحوالہ "جوامع الکلم")

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کہتے ہیں :

"آپ سیادت اور علم و ولایت کے جامع اور بڑے رفیع الدرجہ عظیم البرکت اور

قادر الکلام بزرگ تھے۔ آپ مشائخ چشت کا طریقہ رکھتے تھے اور اسرارِ طریقت میں خاص مہارت رکھتے تھے۔"
(صفحہ ۲۸۴۔۲۸۵ "اخبارالاخیار"۔ اردو)

شیخ محمد اکرام کا بیان ہے :

"......ابتدائی تعلیم آپ نے والد ماجد سے حاصل کی... مشہور اساتذہ سے کسبِ علم کیا، علومِ ظاہری کی تکمیل آپ نے قاضی عبدالمقتدر تھانیسری جیسے فاضل سے کی۔"
(صفحہ ۳۶۷ "آبِ کوثر")

"... حضرت بندہ نوازؒ کا مرتبہ ان کی علمی تصانیف سے ظاہر ہے۔"
(صفحہ ۳۷۲ "آبِ کوثر")

(۴) —— الف

سیّدنا بندہ نوازخواجۂ گیسودرازؒ نے نہ صرف اپنے کردار و عمل اور قول و فعل سے اپنا حلقۂ اثر قائم کیا بلکہ اپنی تصانیفِ کثیرہ (نظم و نثر) کے ذریعہ اپنی تعلیمات کو عام و خاص تک پہنچایا۔ اپنے وقت میں انکی خانقاہ جنوبی ہند کے مسلمانوں کی دینی اصلاح و تربیت کا مرکز تھی اور شاہ و گدا سب ہی مستفید ہوتے تھے۔ ان کے شیخ طریقت چراغ دہلیؒ نے ان سے کہا تھا ہمیں تم سے ایک خاص کام لینا ہے اور یہ کام تصنیف و تالیف کا کام تھا۔ جس قدر کتب آپ کی کہی جاتی ہیں اور ان کی جو تعداد بتائی جاتی ہے، اس کے لئے اس اختلاف کے باوجود کہ بعض کتب آپ کی نہیں ہیں۔ آپ سے غلط منسوب ہیں اور اس اعترافِ حقیقت کے باوجود بعض کتب عدم دستیاب ہیں۔ اور وہ کتب جسکے لئے کوئی اختلاف نہیں ہے اور جو حاصل ہوگئی ہیں اور چھپ گئی ہیں، وہ بھی اتنی تعداد میں ہیں کہ اسکی مثال کسی اور بزرگ کے یہاں ملنا دشوار ہے۔ اسی لئے سیّد سلیمان ندویؒ نے ان کو "سلطان القلم" کہا ہے اور شیخ محمد اکرام نے اعتراف کیا ہے۔
اور شیخ اکرام نے اعتراف کیا

"... شمالی ہندوستان کے مقبول سلسلہ (چشتیہ اور سہروردیہ) کے مشہور بزرگوں میں سب سے پہلے جس ہستی نے تصنیف و تالیف کی طرف پوری توجہ کی وہ حضرت سیّد گیسودرازؒ تھے۔"
(صفحہ "آبِ کوثر")

ان کی تصانیف کی تعداد ان کی عمر کے مطابق ایک سو پانچ (۱۰۵) بتائی جاتی ہے۔ یہ صحیح ہے کہ آپ کا زیادہ تر موضوع تصوف رہا ہے، لیکن بقول شیخ محمد اکرام :

''حقیقت یہ ہے کہ علوم اسلامی کا کوئی شعبہ نظر انداز نہیں ہوا۔'' (صفحہ'' آبِ کوثر'')

''حضرت گیسودرازؒ کا جس طرح تصوف اور عرفان کی منزل میں اونچا درجہ ہے اسی طرح علم وفضل اور تصنیف وتالیف کی تاریخ میں ان کا نام روشن ہے۔ آپ سے پہلے بزرگانِ چشت میں بڑے عالم اور بزرگ ہوئے تھے۔ مثلاً حضرت سلطان المشائخ کے ملفوظات پڑھیں تو ان کی وسعتِ معلومات، کشادہ مشربی اور علم وفضل کا اندازہ ہوتا ہے۔

حضرت چراغ دہلیؒ تو علم اور اہلِ علم کے خاص طور پر قدرداں تھے، لیکن افسوس کہ ان بزرگوں نے تصنیف وتالیف کی منزل میں قدم نہ رکھا اور اسلامی ہندوستان کی مذہبی زندگی کا یہ افسوس ناک پہلو ہے کہ جن ہستیوں نے ہماری ابتدائی مذہبی زندگی پر سب سے زیادہ اثر ڈالا مثلاً حضرت خواجہ اجمیریؒ، شیخ بہاء الدین ذکریا ملتانیؒ، بابا فریدؒ، حضرت سلطان المشائخؒ، حضرت مخدوم جہانیاںؒ، حضرت چراغ دہلیؒ۔ انہوں نے اپنے خیالاتِ تفصیل اور وضاحت سے صفحۂ کاغذ پر ضبط نہ کئے۔ حضرت گیسودرازؒ کے زمانہ میں یہ حجاب کسی قدر دور ہو رہا تھا...'' (صفحہ ۳۷۰'' آبِ کوثر'')

''آپ کو بھی اپنے اس امتیاز کا احساس تھا۔'' اسماء الاسرار'' کے دیباچے میں لکھتے ہیں

''ھر کس کہ در آں حضرت سلوک کرد بچیزے مخصوص شد...مابہ سخن مخصوصیم خدا مارا دولت بیان اسرار خویش داد (صفحہ'' آبِ کوثر'')

بقولِ شیخ محمد اکرام :

''حضرت بندہ نواز گیسودرازؒ کی زیادہ تصانیف فارسی میں ہیں، لیکن دکن میں آمد کے بعد آپ نے عوام کی تلقین کے لئے رسالے دکنی زبان میں بھی لکھے۔''

(صفحہ ۳۷۲'' آبِ کوثر'')

دکنی زبان یعنی ابتدائی اردو زبان میں آپکی مشہور کتاب ''معراج العاشقین'' ہے۔ یہ وہ کتاب ہے جس پر بابائے اردو عبدالحق سے لیکر حفیظ قتیل تک اور ان کے بعد بھی خاصی بحث

ہوتی آئی ہے۔

شیخ محمد اکرام نے لکھا ہے :

''معراج العاشقین'' چھپ چکی ہے اور قدیم اردو یا دکنی کی سب سے پہلی مطبوعہ کتاب سمجھی جاتی ہے۔'' (صفحہ ۳۷۲'' آبِ کوثر'')

ڈاکٹر مسعود حسین خاں لکھتے ہیں :

''مولوی عبدالحق کی تحقیق کی رو سے ''معراج العاشقین' ایک طویل عرصہ تک اردو کے پہلے نثری کارنامہ کی حیثیت سے حضرت خواجہ بندہ نوازؒ سے منسوب رہی تھی، لیکن حال ہی میں ڈاکٹر حفیظ قتیل نے اپنی تصنیف ''معراج العاشقین کا مصنف'' میں اس بات کا انکشاف کیا ہے کہ ''معراج العاشقین'' حضرت گیسودرازؒ کی نہیں بلکہ گیارہویں صدی کے آخر اور بارہویں صدی عیسوی کے ابتدائی دور کے ایک بزرگ شاہ مخدوم حسینیؒ کی تصنیف ہے۔''

اور یہ بھی لکھتے ہیں :

''یہ ہی نہیں بلکہ خواجہ صاحبؒ کی دیگر تصانیف کے بارے میں بھی ہم شبہ میں پڑ جاتے ہیں محققین نے خواجہ صاحبؒ کی حسبِ ذیل تصانیف کا بھی ذکر کیا ہے :

۱۔ رسالۂ تشریح یا کلمۂ طیبہ ۲۔ خلاصۃ التوحید ۳۔ شکار نامہ ۴۔ دارالاسرار
۵۔ رسالہ سہ پارہ ۶۔ حقیقتِ اسرار ۷۔ ہدایت نامہ ۸۔ ہشت مسائل
۹۔ تلاوت الوجود ۱۰۔ تمثیل نامہ ۱۱۔ پندار شاہ نامہ ۱۲۔ وجود نامہ

لیکن نہیں کہا جا سکتا ہے کہ آیا یہ تصانیف ان ہی کی ہیں یا سہواً خواجہ صاحبؒ سے منسوب کر دی گئی ہیں۔

(مقدمہ سب رس کی تنقیدی تدوین مقالہ بعنوان: اردو نثر۔ سب رس سے پہلے ص ۵-۶)

ڈاکٹر مسعود حسین خاں نے ڈاکٹر حفیظ قتیل کے ''انکشاف'' کا ذکر کیا ہے۔ اپنی رائے نہیں دی ہے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے وہ اس انکشاف سے متفق ہیں اور یہ ہی نہیں بلکہ انہوں نے ''معراج العاشقین'' کے ''انکشاف'' کے سبب ''دیگر تصانیف کے بارے میں بھی'' ''ہم شبہ میں پڑ جاتے ہیں'' کا اظہار کیا ہے۔ کسی ایک تصنیف کے کسی مصنف کے نہ ہونے سے اسکی دیگر تصانیف کے لئے شبہ میں پڑ جانا عجیب بات ہے۔ یہ فہم ایک محقق کو زیب نہیں دیتی ہے۔

ایک مرتبہ ڈاکٹر حمیرہ جلیلی کے والد عزیز احمد جلیلی کی موجودگی میں حفیظ قتیل سے میری بھی نرم گرم گفتگو رہی تھی۔ وہ میرے بعض دلائل کے جواب میں خاموش تھے اور کسی کسی بات پر اتفاق واختلاف کرتے ہوئے بات کر رہے تھے لیکن نہ وہ مجھے مطمئن کر سکے اور نہ میں انہیں قائل کر سکا۔ دراصل بات یہ ہے کہ سیّدنا بندہ نواز خواجہؒ گیسو درازؒ کی کسی تحریر سے بحث کرتے وقت ہمیں یہ خیال رکھنا چاہئے کہ وہ اپنی کوئی تحریر از خود قلمبند نہیں کرتے تھے۔ وہ ہمیشہ بولتے تھے اور دوسرا لکھتا تھا اور آپکی جو قلمی کتابیں ملتی ہیں وہ نہ آپکے عہد کی ہیں، نہ آپکی نظر سے گزری ہیں اور نہ آپ نے ان پر نظرِ ثانی کی ہے۔ نقل در نقل کے سبب اسکا احتمال بہر حال رہتا ہے کہ لکھتے وقت اصل عبارت اور جملوں میں فرق آئے، تبدیلی ہو اور جو خیال پہلے جس انداز سے ظاہر ہوا تھا وہ بیان در بیان اور نقل در نقل کے مراحل سے گزرنے پر کچھ سے کچھ ہو جائے۔ لیکن اصل کتاب، اصل بیان، اصل خیال جسکا تھا بہر صورت اسی کا رہتا ہے۔

''معراج العاشقین'' پر سب سے بڑا اعتراض اسکی زبان پر ہے اور کہا جاتا ہے کہ یہ عہدِ بندہ نوازؒ کے وقت کی نہیں ہے۔ لیکن یہاں اہم سوال یہ ہے کہ کیا ارشادات اور خیالات میں فرق ہوا ہے؟ یا پھر صرف اصل ارشادات وخیالات کے اظہارِ بیان کا پیرایہ بدلا ہے۔ تو کیا ایسی صورت میں اصل ارشادات وخیالات کو دوسرے سے منسوب کیا جا سکتا ہے؟ ایک اہم بات یہ بھی ہے کہ سلسلۂ بندہ نوازیہ کے اکثر افراد ہم نام ہوئے ہیں۔ اسلئے ایک کے نام کی کتاب دوسرے کے نام کر دینا بہت آسان ہے۔ یہ ہو اور یہ غلطی ہوتی بھی ہے اور یاد رکھنا چاہئے ''معراج العاشقین'' تاریخ یا کسی خاص موضوعِ ادب کی کتاب نہیں ہے۔ آپ کے ارشادات، اندازِ فکر اور طریقۂ تعلیم وتلقین کے ایک کتاب ہے۔ اسلئے اگر آپ کے بعد آنے والوں نے جو یقیناً آپکے پیرو تھے اصل کتاب کو اپنے عہد کی زبان میں قلمبند کیا ہے تو ''معراج العاشقین اصل مصنف کی نہ ہو کر کسی دوسرے کی کیسے ہو سکتی ہے؟ صرف زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ پیشِ نظر نسخہ آپکا نہیں ہے۔ ہمیشہ تخلیق بہر حال اپنے خالق ہی کی رہتی ہے۔

سیدنا بندہ نواز خواجہ گیسو درازؒ کے لئے یہ بھی ذہن میں رکھنا چاہئے کہ آپ کی عمرِ عزیز کا ایک طویل دور دہلی میں گذرا ہے۔ اس لئے دہلی میں بولی جانے والی زبان کا اثر ان کی تحریروں میں ضروری تھا۔ ہمیشہ ان کی کسی تحریر پر گفتگو کرتے وقت شمال اور جنوب کی زبانوں کا فرق ہمارے علم میں رہنا چاہئے۔

آپکی تصانیف کے لئے ''آبِ کوثر'' میں لکھا ہے :

''آپ نے ایک تفسیر کلام مجید کی لکھی، سلوک کے رنگ میں اور کشاف کے طرز پر ایک اور تفسیر شروع کی تھی، لیکن پانچ سیپاروں سے آگے نہ جا سکی۔ کشاف پر آپ نے حواشی بھی لکھے۔ اِن کے علاوہ ''شرح فصوص الحکم''، ''معارف شرح عوارف''، ''شرح فقہ اکبر (عربی و فارسی) رسالہ سیرۃ النبی، ''شرح آداب المریدین' 'اسماء الاسرار قابلِ ذکر ہیں۔ دونوں کتابیں چھپ چکی ہیں۔''

''آپ شاعر بھی تھے۔ دیوان مولوی سیّد عطا حسین صاحب کی تصحیح کے بعد شائع ہو گیا ہے۔ زیادہ تر غزلیں ہیں، جن میں عام عاشقانہ رنگ میں خیالات وجذبات کا اظہار کیا گیا ہے۔ حتے کہ مرشد (یعنی حضرت چراغ دہلویؒ کی تعریف میں بھی یہی پیرایۂ بیان استعمال ہوا ہے۔ ایک قطعہ میں کتابوں کے یہ عاشق کی کتاب کی خواہش کو بحسن وخوبی اس طرح ٹالتے ہیں :

معشوقۂ من کتاب من شُد   بستہ دلِ من بدو کشا داست
گوئی کہ مرابہ عاریت دہ   معشوقہ بہ عاریت کہ داد است

آپ کے فارسی مکتوب بھی مولوی سیّد عطا حسین نے شائع کئے ہیں۔

(صفحہ ۳۷۱ ''آبِ کوثر'')

حضرت بندہ نوازؒ کی تصانیف کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر نکالا جاتا ہے اور صحت اور دیدہ زیبی کے ساتھ شائع کیا جا رہا ہے۔ چنانچہ اس سلسلے میں ''اسماء الاسرار''، ''مستعابِ خاتمہ''، ترجمہ آداب المریدین، خطائر القدس، یازدہ رسائل، انیس العشاق (دیوان) مکتوبات... شائع ہو چکے ہیں۔ (حاشیہ صفحہ ۳۷۱ ''آبِ کوثر'')

مندرجہ بالا عبارت پہلے تحریر کی گئی تھی اور درج ذیل عبارت بعد میں تحریر ہوئی۔ مناسب معلوم ہوا کہ دونوں کو ''الف'' ''ب'' کی صراحت کے ساتھ یکجا کر دیا جائے

(۴) ــــــ ب

سیدنا بندہ نواز خواجہ گیسو درازؒ کے لئے یہ بات تو طے شدہ ہے کہ وہ کثیر التصانیف بزرگ تھے۔ مسئلہ یہ ہے کہ ان کی کتب کی کل تعداد کیا ہے؟ کون سی کتاب ان کی ہے اور کون سی کتاب ان کی نہیں ہے؟ بلاشبہ مولوی حافظ سید عطا حسین کی خدمات بندہ نوازؒ کی کتابوں کی طباعت کے لئے قابلِ تعریف ہیں لیکن اسے اطمینان بخش نہیں کہا جا سکتا ہے۔ دراصل تدوین اور ترتیب کے اپنے اصول اور ضابطے ہیں اور اس کے لئے متن اور مخطوطہ شناسی کا فطری ذوق اور شعور ضروری ہے اور سیدنا بندہ نواز خواجہ گیسو درازؒ کی کتب (مخطوطات) کے لئے تو ان کے علم و بصیرت سے کسی قدر واقفیت بھی نہایت اہم اور لازمی ہے۔ اور ان کی بعض کتب کے لئے موضوع، ضرورت اور مخاطب کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ہے۔

ان کی جو کتابیں چھپ گئی ہیں ان پر نظرِ ثانی کے لئے اور جو اب تک نہیں چھپی ہیں ان کی طباعت کے وقت ہر طرح کی احتیاط چاہئے۔ ان کے کسی بھی مخطوطہ میں ترمیم و اضافہ اور حذف و تبدیلی نامناسب ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ غور طلب ہے کہ انھوں نے کہا کیا اور لکھنے والوں نے لکھا کیا؟ اس کے لئے بھی ان کی فکر و نظر سے پوری پوری واقفیت ضروری ہے اور اس کام کی توقع ڈاکٹر خسرو حسینی سے کی جا سکتی ہے۔ اور یہ کام وہ بہتر طور پر اہل حضرات کی نگرانی میں انجام دے سکتے ہیں۔

عطا حسین لکھتے ہیں

"سلسلۂ عالیہ چشتیہ میں حضرت سلطان العاشقین المقربین سید محمد حسین (حسینی) گیسو دراز قدس سرہٗ العزیز سے پہلے یعنی حضرت عبدالواحد زیدؒ سے حضرت مخدوم خواجہ نصیر الدین چراغ دہلی علیہ الرحمۃ تک کسی بزرگ نے تصنیف و تالیف کی جانب توجہ نہیں دی اور کوئی کتاب یا رسالہ نہیں لکھا۔"

یہ حتمی فیصلہ غیر مناسب ہے یہ صحیح ہے کہ با قاعدہ تصنیف و تالیف کا آغاز سیدنا بندہ نواز خواجہ گیسو درازؒ سے ہوا لیکن یہ کہنا

"کسی بزرگ نے تصنیف و تالیف کی جانب توجہ نہیں دی اور کوئی کتاب یا رسالہ

نہیں لکھا"

حقائق کے برخلاف ہے۔ لاعلمی کی بنا پر ایک عرصہ سے عام طور پر سیدنا بندہ نواز خواجہ گیسو درازؒ کو سلسلۂ عالیہ چشتیہ کا پہلا صاحبِ قلم کہا جاتا ہے جبکہ ہندوستان میں اس سلسلے کے پہلے صاحبِ قلم صوفی حمید الدین سوالیؒ ہیں۔ یہ خواجۂ خواجگان خواجہ معین الدین چشتی غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے ہی اہم، جلیل القدر اور صاحبِ علم و فضل خلیفہ گذرے ہیں۔ یہ بہت وسیع المطالعہ اور صاحب الرائے تھے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کا بیان ہے۔

"شیخ حمید الدین صوفیؒ ـــ حضرت خواجہ معین الدین اجمیریؒ کے جلیل القدر خلفاء میں سے تھے ـــ تصوف میں شانِ بلند اور قواعدِ طریقت کے بیان میں اونچا مقام رکھتے تھے ـــ حضرت نظام الدین اولیاءؒ نے آپ کے ملفوظات آپ کی تصانیف سے منتخب کر کے اپنے دستِ مبارک سے لکھے تھے اور مصنف "سیر الاولیاء" نے ان کو سلطان المشائخ سے نقل کیا ہے۔ آپ کی تصانیف، مکتوبات اور اشعار بکثرت موجود ہیں۔ آپ کی سب سے مشہور تصنیف "اصول الطریقت" ہے۔ (اخبار الاخیار صفحہ ۷۰ اردو)

شیخ عبدالرحمٰن چشتیؒ کا بیان ہے

"ـــ آپ نے فوائدِ طریقت اور اسرارِ حقیقت میں بہت سی کتابیں لکھی ہیں۔ آپ نے کچھ مکتوبات، رقعات اور اشعار بھی چھوڑے ہیں آپ کے رقعات سلطان المشائخ نے اپنے ہاتھ سے جمع کیے ہیں۔ چنانچہ اس کا ذکر "سیر الاولیا" میں آتا ہے۔ آپ کی سب سے زیادہ مشہور تصنیف **"اصول الطریقت"** اور **"رسالہ عشقیہ"** ہیں۔ سلسلۂ چشتیہ میں سب سے پہلے بزرگ جنھوں نے ہندوستان میں حقائق و معارف پر کتابیں لکھی ہیں۔ آپ ہیں۔ (مرآۃ الاسرار صفحہ ۶۷۸)

خلیق احمد نظامی کا بیان ہے

"شیخ ناگوریؒ[1] صاحبِ تصانیف بزرگ تھے ان کی تصانیف، مکتوبات اور اشعار سب وقعت کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں۔ ان کی ایک کتاب **"اصول الطریقہ"** علماء و صوفیاء میں ہمیشہ مقبول تھی۔ (تاریخ مشائخ چشت، صفحہ ۱۵۸)

[1] "شیخ ناگوری" کے لئے میرا مطبوعہ رسالہ "سلطان التارکین" دیکھا جائے۔

لیکن واقعہ یہ ہے کہ سیدنا بندہ نواز خواجۂ گیسودرازؒ نے ہی باقاعدہ تصنیف وتالیف کی جانب پوری طرح توجہ فرمائی ہے۔ اور اس لحاظ سے وہ سلسلۂ عالیہ چشتیہ کے ایسے اہلِ قلم ہیں جو آپ اپنی مثال ہیں۔

حافظ عطا حسین لکھتے ہیں

"دکن میں عام طور پر زباں زد ہے کہ حضرت مخدومؒ کی تصنیف وتالیف کی تعداد ان کی عمر کے سنین کے مطابق ۱۰۵ ہے۔ واللہ اعلم"

کیا لوگوں کا یہ خیال ایک حد تک صحیح ہے؟ یا زبانِ خلق کو نقارۂ خدا سمجھیں!

لیکن بات جب صاف ہوگی جب تمام منسوب کتابیں دستیاب ہوجائیں اور بحث کے بعد ان کی تعداد کا تعین ہوجائے۔

حافظ عطا حسین لکھتے ہیں۔

"حضرت محمد سامانی نے اپنی کتاب "سیر محمدی" میں ۔۔۔۳۱ کتابوں کے نام لکھے ہیں ان میں بعض اہم کتابیں: مثلاً تفسیر، شرح **فصوص الحکم**، **شرح تعارف**، **(شرح عربی) آداب المریدین (شرح عربی) فقہ اکبر**، اب بالکل مفقود ہیں۔"

ان کا "مفقود" کہنا۔ حافظ عطا حسین کی تلاش وجستجو کا نتیجہ ہے حقیقت یہ ہے کہ مفقود، کمیاب، نایاب، دستیاب، عدم دستیاب کتب کی تعداد کا صحیح تعین اس وقت تک ناممکن ہے جب تک ممکن ذرائع سے پوری کتب کا علم نہ ہوجائے۔

خلیق احمد نظامی لکھتے ہیں۔

"سید محمد گیسودرازؒ کثیر التصانیف بزرگ تھے۔ تصوف کی اعلیٰ کتابوں مثلاً عوارف المعارف، فصوص الحکم، رسالہ قشیریہ، تمہیداۃ عین القضاۃ، قوت القلوب پر حاشیہ لکھے تھے۔ اور بعض کو فارسی زبان میں منتقل کیا تھا۔ قرآن پاک کی تفسیر صوفیانہ رنگ میں لکھی تھی۔ مشارق الانوار کا فارسی میں ترجمہ کیا تھا اور اس کی شرح لکھی تھی کچھ کتابیں (شرح آداب المریدین اسماء الاسرار (وغیرہ) حیدرآباد سے شائع بھی ہوگئی ہیں بعض کے متعلق یقین سے نہیں کہا جاسکتا کہ وہ ان ہی کی تصنیف ہیں یا غلط طور پر منسوب کردی گئی ہیں۔،، (حاشیہ ۳۔ صفحہ ۲۰۷۔ "تاریخ مشائخ چشت")

خلیق احمد نظامی نے صاف اور واضح انداز میں بات نہ کہکر یہ کہا ہے "بعض کے متعلق یقین سے نہیں کہا جاسکتا کہ وہ ان ہی کی تصنیف ہیں یا غلط طور پر منسوب کردی گئی ہیں اور یہ صراحت

بھی نہیں کی ہے کہ وہ کتابیں کون سی ہیں۔ جو ان ہی کی تصنیف ہیں یا غلط طور پر منسوب کردی گئی ہیں "بعض" اور "یقین سے نہیں کہا جاسکتا" کہہ دینے سے مسئلہ حل نہیں ہوتا۔

بہر حال جن کتب کا کسی نہ کسی ذریعہ سے اب تک علم ہوتا ہے وہ حسب ذیل ہیں۔

۱-اسماء الاسرار ۲-برہان العاشقین شکارنامہ ۳-ترجمہ رسالہ شیخ محی الدینؒ
۴-ترجمہ رسالہ قشیریہ ۵-ترجمہ عوارف ۶-ترجمہ مشارق ۷-تفسیر کلام پاک
۸-حدائق الانس ۹-حظائر القدس ۱۰-حواشی قوت القلوب ۱۱-حواشی کشاف
۱۲-خاتمہ ۱۳- (الف) رسالہ اذکار خانوادۂ چشتیہ ۱۳-(ب) رسالہ اذکار چشتیہ
۱۴-رسالہ استقامت الشریعت بطریق الحقیقت ۱۵-رسالہ بیان رایت ربی فی احسن صورۃ
۱۶-رسالہ بیان ذکر ۱۷- رسالہ توحید خواص ۱۸- رسالہ در بیان آداب سلوک
۱۹-رسالہ در بیان اشارات محبان ۲۰-رسالہ در بیان ہست وبود ۲۱-رسالہ در بیان معرفت
۲۲-رسالہ درمراقبہ ۲۳-رسالہ درمسئلہ رویت باری تعالیٰ وکرامات اولیاء ۲۴-رسالہ سیر النبی
۲۵-شرح آداب المریدین (عربی) ۲۶-شرح آداب المریدین (فارسی) ۲۷-شرح تعارف
۲۸-شرح تمہیدات عین القضاۃ ہمدانی ۲۹-شرح بیت امیر خسروؒ ۳۰-شرح عقیدۂ حافظیہ
۳۱-شرح فصوص الحکم ۳۲-شرح فقہ اکبر ۳۳-شرح قصیدہ مانی ۳۴-شرح مشارق
۳۵-ضرب الامثال ۳۶-عقیدہ (چندورق) ۳۷-معارف ۳۸-ملتقط
۳۹-وجود العاشقین ۴۰-ملفوظات ۴۱-مکتوبات ۴۲-خلافت نامہ

۱---اسماء الاسرار

"بزم صوفیہ" میں لکھا ہے

"اس کتاب کو جناب سید مولوی عطا حسین صاحب نے حیدرآباد سے شائع کیا ہے۔ اس کے متعلق خود حضرت سید گیسودرازؒ تحریر فرماتے ہیں"

"میری کتاب" کتاب اسماء الاسرار" میں باطل کو آگے سے آنے کا موقع ہے نہ پیچھے سے، کوئی اس سے اختلاف نہیں کرسکتا کیونکہ اس میں توحید کی تجرید اور تفرید کے افراد کے سوا کچھ نہیں۔ (بزم صوفیہ صفحات ۲۸۴-۲۸۵)

مولانا عبدالحق اپنی کتاب "اخبار الاخیار" میں رقمطراز ہیں

'' یکے از تصنیفات مشہور میر سید گیسودرازؒ کتاب اسمار است کہ حقائق و معارف
بزبانِ برمز و ایما و الفاظ و اشارات بیان کردہ۔ (ص ۱۲۷ از بزم صوفیہ صفحہ ۵۸۵)

'' اخبار الاخیار'' میں کتاب کا نام '' الاسمار'' لکھا ہے۔ جب کہ '' اسماء الاسرار'' ہونا
چاہئے اخبار الاخیار (اردو) ہی کے صفحات ۲۹۴-۲۹۵ پر یہ تحریر ہے۔

'' سید محمد گیسودراز کی ایک مشہور کتاب بنام '' کتاب الاسمار'' ہے جس میں آپ نے
اشارۃً اور کنایۃً حقائق و معارف لکھے ہیں اس میں کا خواب کا ایک قصہ یہ ہے۔

ایک روز ایسا اتفاق ہوا کہ ایک لمبے چوڑے دریا میں جس کی گہرائی کمر سے زیادہ
نہ ہوگی۔ بہت سے لوگ گئے اور ان لوگوں میں ایک میں بھی تھا اور ایک دوشیزہ جس
کی عمر پندرہ برس کے قریب ہوگی وہ بھی اس پانی میں تھی عجوبہ یہ تھا کہ ہم سب ہی
لوگ برہنہ تھے اور وہ دوشیزہ اتنی خوبرو اور خوبصورت تھی کہ اس کے عکس اور حسن کے
پرتو سے کئی حوران جنت پیدا ہو سکتی تھیں اور جو اس کے حسن سے پیدا ہوتیں وہ بھی اتنی
خوبصورت پیدا ہوتیں کہ بہت ممکن ہے کہ وہ اپنے حسن کی وجہ سے خدائی کا دعویٰ
کرتیں اس دوشیزہ کے رخساروں کا رنگ و روپ نہایت ہی دلکش و دلفریب تھا اور
اس کا قد ایک نوجوان لڑکے کی مانند تھا، اور اس کا حسن میرے دل کو موہ رہا تھا،
میرے اور اس کے درمیان تقریباً ایک میل کا فاصلہ تھا، جب اس نے مجھے دیکھا تو
اپنی طرف بلایا میں اس کی جانب اس طرح جا رہا تھا، جیسے ایک بادشاہ شبِ عروسی
میں اپنی دلہن کی طرف جاتا ہے۔ میرے اور اس کے درمیان ایک فرلانگ کا فاصلہ تھا
کہ یکایک ایک غیبی شخص آگیا اس نے ہمارے اوپر کپڑا ڈالا اور ہمیں وہ کپڑے اس
طرح پہنائے جیسے کوئی کسی کو پہناتا ہے چنانچہ اس کے بعد میں نے اس دوشیزہ کو
خوب مزے سے دیکھا، چنانچہ وہ میری اور میں اس کا عاشق ہوگیا۔ اسی دوران
میرے اور اس کے درمیان سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ظاہر ہوئے اور فرمانے لگے
کہ میں اللہ کا بیٹا ہوں چنانچہ ہر دو فریق میں اختلاف ہوگیا میں کہتا تھا کہ یہ میرے
بیٹے ہیں اور وہ دوشیزہ کہتی تھی کہ یہ میرے بیٹے ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہم
دونوں کا بیٹا ہونے سے انکار کر رہے تھے اور کہتے تھے کہ نہ میں آپ سے ہوں اور نہ
ہی اس عورت سے میں تو خود بخود آیا ہوں اور جس پانی کا میں نے ذکر کیا وہ تمام

میں ہی ہوں۔ و اللّٰہ اعلم۔ (صفحہ ۲۹۵ اخبار الاخیار اردو)

عطا حسین لکھتے ہیں:

'' اس کتاب کے متعلق بعض بزرگوں کا خیال بالکل صحیح معلوم ہوتا ہے کہ فن تصوف
وسلوک و معارف میں ہندوستان میں اس سے بہتر اور اعلیٰ تر کوئی کتاب تصنیف نہیں
ہوئی، مبتدی، اور منتہی سب کے لئے مفید ہے اس میں ذکر ہے، شغل ہے مراقبہ ہے،
مراتب سلوک کا بیان ہے، عشق ہے، توحید ہے، حقائق ہیں، معارف ہیں، غرض سب
ہی کچھ ہے۔ (دیباچہ اسمار الاسمار صفحہ ۲)

'' سیر محمدی میں '' صرف نام '' اسمار الاسمار'' لکھا ہے۔ (صفحہ ۱۱۵)

'' تبصرۃ الخوارقات'' میں لکھا ہے

'' اسمار الاسرار'' حضرت بندگی مخدوم کی نہایت بلند پایہ تصنیف ہے اور قیام گلبرگہ
کے زمانے میں املا کرائی گئی ہے۔ اس میں بقول حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ
'' حقائق و معارف رمز و ایما اور اشارات کی زبان میں بیان کئے ہیں''۔ حضرت بندگی
مخدومؒ نے اس کتاب کے (۷۴) اسمار سبقاً سبقاً حرفاً حرفاً ملک زادہ شہاب الدینؒ،
مخدوم زادہ میاں ید اللہؒ میاں عبداللہؒ اور حضرت قاضی بہاؤالدینؒ کو مخصوص مجلس درس
میں پڑھائے بھی ہیں۔ البتہ چند مقاموں پر حروفِ مقطعات کی شرح کو پوشیدہ رکھا
اس مخصوص مجلس درس میں بس یہی اصحاب ہوتے تھے ان کے سوا کوئی اور شریک
درس نہ کیا جاتا تھا صاحب '' تاریخ حبیبی'' نے لکھا ہے کہ حضرت قطبیؒ فرماتے تھے کہ
حضرت شیخ نصیر الدین محمودؒ کے سرِ مبارک کی قسم اگر کوئی میرا یار اور سنگھی بھی ہوتا اور کہتا
کہ اس کتاب کو آپ نے جس طرح لکھا ہے مجھے اس کا سبق دیجئے تو کبھی نہ دیتا اور
اس کو یہ اسرار ظاہر نہ کرتا۔ حضرت بندگی مخدومؒ فرماتے ہیں کہ یہ کتاب الہام ہے۔
اس لئے تنزیل کے ڈھنگ پر مرتب کی گئی ہے۔ مقصد معارف قرآنی کی تفسیر و تاویل
ہے، اسی وجہ سے اسمار کی تعداد بھی حضرت بندگی مخدومؒ نے قرآنی سورتوں کے برابر
رکھی ہے۔

اس کتاب کو مولانا سید عطا حسین مرحوم نے اپنے مقدمہ کے ساتھ مرتب کر کے حیدر
آباد سے شائع کیا ہے (صفحات ۱۳-۱۴ مقدمہ)

عزیز اللہ سرمست کا کہنا ہے

اس کی خصوصیت یہ ہے کہ جس طرح قرآن حکیم میں ۱۱۴ سورتیں ہیں ۔اسی طرح
بہ اتباع قرآن پاک ''اسمار الاسرار'' بھی ۱۱۴ ابواب پر مشتمل ہے اس کی کئی شرحیں
لکھی جا چکی ہیں ۔لیکن بہترین اور لاجواب شرح ''تبصرۃ الاصطلاحات الصوفیہ''
ہے جس کو حضرت خواجہ بندہ نوازؒ کی اجازت سے آپ کے صاحبزادۂ اکبر حضرت سید
محمد اکبر حسینیؒ نے تحریر کیا ہے۔ (حضرت خواجہ گیسودراز بندہ نواز سوینیر)

۲--برهان العاشقین

معروف به قصه چهار برادر و مشهور به شکار نامه

عطا حسین، ''مجموعہ یازدہ رسائل'' میں لکھتے ہیں

یہ ایک صفحہ کا مختصر مضمون ہے۔جس میں حضرت سید محمد حسینی گیسودراز قدس اللہ سرہٗ
نے حقیقت انسانی کا ابتدائے آفرینش سے انتہائے کار دنیاوی (موت) تک کا
خاکہ نہایت غامض مگر بیحد لطیف پیرائے میں کھینچا ہے۔

صوفیوں میں یہ معمہ اس قدر مقبول ہوا کہ متعدد اکابر طریقت نے مختصر اور مطول شرحیں
لکھیں۔اس مجموعہ میں اکابر سلف کی چھ شرحیں شریک کی گئی ہیں اور ساتویں شرح ہمارے
مخدوم کرم فرما مولانا حکیم مرزا قاسم علی بیگ صاحب نے خاص اس مجموعہ کے لئے لکھ کر دی
عطا حسین نے ہر شرح کی مختصر کیفیت اور اس کے شارح کا مختصر حال بھی لکھا ہے۔

۳--ترجمه رساله شیخ محی الدین ابن عربیؒ

''بزم صوفیہ'' میں صرف نام تحریر ہے (صفحہ ۵۸۴)
اور ''سیر محمدی'' میں بھی صرف نام ہی لکھا ہے
''ترجمہ رسالہ شیخ محی الدین عربیؒ'' (صفحہ ۱۱۵)

۴--ترجمه رساله قشیریه

''بزم صوفیہ'' میں لکھا ہے
''یہ امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن القشیری کے رسالہ کا فارسی ترجمہ ہے۔

(صفحہ ۵۸۴)

''تاریخ مشائخ چشت'' میں ''امام قشیریہ'' پر حاشیہ لکھنے کی بات کہی گئی ہے۔
''سیر محمدی'' میں لکھا ہے
ترجمہ رسالہ قشیریہ۔یہ ایک مستقل کتاب ہے۔ (صفحہ ۱۱۵)

۵--ترجمهٔ عوارف

''بزم صوفیہ'' میں لکھا ہے
''یہ عوارف'' کی فارسی شرح ہے لیکن ترجمہ عوارف کے نام سے مشہور ہے۔(صفحہ ۵۸۳)
''تاریخ مشائخ چشت'' میں ''عوارف المعارف'' پر حاشیہ لکھنے کی بات کہی گئی ہے۔

۶--ترجمه مشارق

''بزم صوفیہ'' میں لکھا ہے
یہ مشارق انوار کا فارسی ترجمہ ہے (صفحہ ۳۸۵)
''تاریخ مشائخ چشت'' میں لکھا ہے
''مشارق الانوار'' کا فارسی میں ترجمہ کیا تھا اور اس کی شرح لکھی تھی
''سیر محمدی'' میں ہے
ترجمہ مشارق (صفحہ ۱۱۵)

۷--تفسیر کلام پاك

''بزم صوفیہ'' میں لکھا ہے
''یہ تفسیر کشاف'' کے طرز پر[۱] لکھنی شروع کی تھی، لیکن پانچ پاروں تک ہی تحریر فرما سکے (صفحہ ۵۸۳)
''تاریخ مشائخ چشت'' میں لکھا ہے
''قرآن پاک کی تفسیر صوفیانہ رنگ میں لکھی تھی'' (صفحہ ۲۰۷)

---

۱ ''کشاف'' کے طرز پر کہنا ''صاحب بزم صوفیہ'' کی اپنی فہم ہے۔''کشاف'' خواجگانِ چشت کے لئے ناقابلِ قبول تھی۔(دیکھئے ''فوائد الفواد'')

تاریخ محمدیؒ میں لکھا ہے

''ایک تفسیر آپ نے کشاف کے طرز پر شروع فرمائی تھیں اور تقریباً پانچ پارہ تک ہو چکی تھی۔ مگر پوری نہ ہو سکی۔ (صفحہ ۱۱۴)

۸-- حدائق الانس

''بزم صوفیہ'' میں لکھا ہے

اس میں معرفت کے کچھ اسرار بیان کئے گئے ہیں (صفحہ ۵۸۵)

مولوی حافظ محمد سید عطا حسین ''مجموعہ یازدہ رسائل'' میں لکھتے ہیں۔

۱۳۵۱ھ میں میں نے کلکتہ کے رائل ایشاٹک سوسائٹی کے کتب خانہ کے نسخہ سے اس کتاب کی نقل لی۔ کتب خانہ آصفیہ میں ۱۳۲۵ھ کا لکھا ہوا جدید الخط نسخہ موجود ہے مگر وہ اس قدر غلط لکھا ہوا ہے کہ اس کتاب کی تصحیح میں اس سے کچھ مدد نہیں مل سکی۔ تیسرا نسخہ کہیں دستیاب نہیں ہوا۔

''سیر محمدی'' میں صرف نام ''حدائق الانس'' لکھا ہے (صفحہ ۱۱۵)

عزیز اللہ سرمست کا کہنا ہے

اس کتاب میں حقیقت و معرفت کے عجیب نکتے اور اسرار بیان ہوئے ہیں۔

(حضرت خواجہ گیسودراز بندہ نواز سووینیر)

۹--حظائر القدس

''بزم صوفیہ'' میں لکھا ہے

''اس کو عشق نامہ'' بھی کہتے ہیں اس کا ایک نسخہ بنگال ایشاٹک سوسائٹی کے کتب خانہ میں بھی ہے (صفحہ ۵۸۴)

(دیکھو فہرست مخطوطات فارسی مرتبہ ڈبلوایونیو صفحہ ۵۸۶)

عطا حسین ''مجموعہ یازدہ رسائل'' میں لکھتے ہیں

''ترجمہ آداب المریدین اور حظائر القدس شائع ہو چکی ہیں''

''سیر محمدی'' میں لکھا ہے

''حظائر القدس'' جس کو ''عشق نامہ'' بھی کہتے ہیں (صفحہ ۱۱۵)

عزیز اللہ سرمست کا کہنا ہے

''ایک عجیب و غریب اور بلند پایہ کتاب ہے۔ اطوار و منازلِ عشقِ الٰہی اور اسرار و رموزِ حقیقتِ محمدی کو اپنے خاص و منفرد طرز پر حضرت سیدنا بندہ نوازؒ نے بیان فرمایا ہے۔۔۔۔ایک خاص بات یہ ہے کہ آپ نے اپنے فرزندِ اکبر حضرت سیدنا اکبر حسینیؒ کی ایماء پر اس کی تحریر ختم کی ورنہ معلوم نہیں کس قدر لکھواتے۔

(حضرت خواجہ گیسودراز بندہ نواز سووینیر)

۱۰--حواشی قوت القلوب

''بزم صوفیہ'' میں لکھا ہے

یہ حضرت طالب بن ابی الحسن بن علیؒ کی مشہور کتاب ''قوت القلوب'' پر حواشی ہیں'' (صفحہ ۵۸۴)

''تاریخ مشائخ چشت'' میں بھی حاشیہ لکھنے کی بات کہی گئی ہے

''سیر محمدی'' میں لکھا ہے

''حواشی قوت القلوب۔'' (صفحہ ۱۱۵)

۱۱-- حواشی کشاف

''بزم صوفیہ'' میں لکھا ہے

''تفسیر کشاف پر حواشی ہیں (صفحہ ۵۸۳)

''سیر محمدی'' میں لکھا ہے

کشاف کے حواشی (صفحہ ۱۱۴)

۱۲- خاتمہ

''بزم صوفیہ'' میں لکھا ہے

''بنگال ایشیاٹک سوسائٹی کے مخطوطات میں حضرت سید گیسو درازؒ کی ایک تصنیف ''خاتمہ'' کا بھی ذکر ہے یہ بظاہر تو شرح ''آداب المریدین'' کا تکملہ یا ضمیمہ ہے۔لیکن اب خود ایک مستقل کتاب کی حیثیت رکھتی ہے اس میں حضرت سید گیسو درازؒ نے اپنے زمانے کے حالات کے مطابق ایک سالک کے عبادات و معمولات کا لائحہ عمل پیش کیا ہے جو آج بھی ذوق وشوق کے ساتھ پڑھی جاسکتی ہے۔اس کو بھی حافظ سید عطا حسین صاحب نے بڑی محنت سے اڈٹ کر کے ایک پُر مغز مقدمہ کے ساتھ حیدرآباد سے شائع کیا ہے۔ (صفحہ ۵۸۶)

''تبصرۃ الخوارقات'' میں لکھا ہے

''خاتمہ'' شیخ طریقت ضیاء الدین ابوالنجیب عبدالقاہر سہروردیؒ کی تصانیف میں ایک کتاب عربی زبان میں ''آداب المریدین'' (مریدین) ہے۔جس پایہ کے آپ مصنف تھے۔یہ کتاب بھی اسی پایہ کی ہے۔ صفحہ-۱۴(مقدمہ)

''آداب المریدین'' ایک جامع کتاب ہے لیکن مختصر ہے بقول مولانا عطا حسین حضرت بندگی مخدوم حکیم الامت تھے اور اپنے زمانہ کے حالات اور رجحانات اور کمزوریوں سے خوب واقف تھے۔آپ نے محسوس کیا کہ ''آداب المریدین'' کے موضوع پر ایک مبسوط اور مکمل کتاب کی ضرورت ہے۔آپ نے اس کتاب کی آخری شرح لکھنے کے بعد ۸۰۷ھ میں ''خاتمہ'' کے نام سے ایک اور کتاب تصنیف فرمائی جو بطور اس کے تکملہ (تکملہ) یا ضمیمہ کے لکھی گئی ہے مولانا عطا حسین مرحوم نے اس کتاب کو بھی ۱۳۵۶ھ میں اپنے مقدمہ کے ساتھ شائع کر دیا ہے (صفحہ ۱۴-مقدمہ)

حافظ عطا حسین لکھتے ہیں

''کتاب مستطاب ''خاتمہ'' جس سے زیادہ جامع مبسوط اور مکمل اور بہتر کتاب مسائلِ آداب المریدین میں نہ عربی میں تصنیف ہوئی اور نہ فارسی میں۔۔۔۔

(دیباچہ انیس العشاق)

۱۳(الف)--رسالہ اذکار خانوادۂ چشتیہ

''بزم صوفیہ'' میں لکھا ہے

بنگال ایشیاٹک سوسائٹی کے فارسی مخطوطات میں حضرت سید گیسو درازؒ کے کچھ رسائل کے یہ بھی نام ہیں۔۔۔۔اذکار خانوادۂ چشتیہ

عطا حسین ''مجموعہ یازدہ رسائل'' میں لکھتے ہیں۔

''رسالہ منظوم در اذکار۔۔۔۔۔۔بائیس سال ہوئے ''روضۂ خورد'' کے ایک متوسّل کے پاس میں نے حضرت مخدوم بندہ نواز قدس سرہٗ کا نثر میں اذکار کے متعلق ایک رسالہ دیکھا تھا اس میں طریقہ عالیہ چشتیہ کے وہ اذکار درج کیے گئے تھے۔جن کی تعلیم مریدوں کو عموماً دی جاتی ہے۔جن صاحب کے پاس یہ رسالہ تھا ان کا انتقال ہو گیا اور ان کے بعد وہ رسالہ بھی تلف ہو گیا اور کسی دوسرے نسخہ کا مجھے پتہ نہیں ملا۔اس منظوم رسالہ کا مجھے صرف ایک ہی نسخہ ملا۔چونکہ مقابلہ اور تصحیح کے لئے دوسرا نسخہ دستیاب نہیں ہوا۔اس لئے بعض جگہ الفاظ اور عبارتیں مشکوک رہ گئیں۔

غور طلب امور یہ ہیں کہ کیا دونوں رسالہ ایک ہی ہیں؟ صرف ناموں کا کسی قدر فرق ہے؟ اور نام ''رسالہ منظوم در اذکار'' لکھ کر منظوم کی صراحت کے بعد نثر میں اذکار کے **متعلق ایک رسالہ دیکھا** لکھنا کیا معنی رکھتا ہے؟ کیا نثر میں کوئی اور رسالہ دیکھا تھا اور پھر آخر **میں ''اس ''منظوم رسالہ''** کا مجھے صرف ایک ہی نسخہ ملا'' کہنا۔ معاملہ کیا ہے؟ نظم، نثر اور نثر نظم **کیسے ہو سکتی ہے؟** اگر بنگال ایشیاٹک سوسائٹی کے نسخہ سے تقابل ہوتا تو بات صاف ہوتی۔

عزیز اللہ سرمست کا کہنا ہے

اس میں حضرت سیدنا بندہ نواز گیسو درازؒ نے وہ اذکار جمع کیے ہیں جن کی تعلیم مختلف اور پایۂ تکمیل کو پہنچے ہوئے مریدین کو دی جاتی ہے حضرت بندہ نوازؒ نے ان تمام کو نہایت غامض پیرائے میں بلکہ بطور معمہ لکھا ہے۔

(حضرت خواجہ گیسو دراز بندہ نواز سوینیر)

۱۳(ب)--رسالہ اذکار چشتیہ

مولوی حافظ محمد سید عطا حسین۔ ''مجموعہ یازدہ رسائل'' میں لکھتے ہیں

یہ رسالہ بھی مجھے حکیم مرزا قاسم علی بیگ صاحب کے کتب خانہ سے ملا کاتب نے آخر کتاب میں ختمِ کتابت کی تاریخ ان الفاظ میں لکھی ہے ''فی التاریخ ۲۷ رشوال ۲۷

سن از جلوس اورنگ زیب دراورنگ آباد' اس نسخہ سے نقل لے کر میں نے اس مجموعہ
میں شریک کیا۔ مقابلہ اور تصحیح کے لئے چونکہ دوسرا نسخہ نہیں ملا اس لئے بعض جگہ الفاظ
مشکوک رہے۔

یہ رسالہ خود حضرت سید محمد گیسودراز قدس سرہٗ کا تصنیف کردہ نہیں ہے بلکہ ان
کے ایک مرید نے جنھوں نے اپنا نام ظاہر نہیں کیا ہے۔ ان اذکار کو جن کی تعلیم
حضرت مخدومؒ دیا کرتے تھے۔ جمع کر کے کتاب کی شکل میں مرتب اور مدون کر دیا
ہے۔ متعدد مقامات پر یہ یا اس کے ہم معنی عبارت میں (نے) لکھی ہے "بندگی
میاں بزہ (کذا) ابن مخدوم سید محمد حسینی گیسودراز می فرمانید" حضرت مخدوم کے بڑے
فرزند سید اکبر حسینی قدس سرہٗ کو عموماً لوگ سید بڑے اور میاں بڑے کہا کرتے تھے۔
ان عبارتوں سے ظاہر ہے کہ اس رسالہ کے مؤلف حضرت سید اکبر حسینی کے بھی فیض
یافتہ تھے اور ان کے زمانۂ حیات میں انھوں نے یہ رسالہ قلمبند کیا۔ چونکہ ان کی
وفات ان کے والد کی زندگی میں واقع ہوئی اس لئے یہ رسالہ ضرور حضرت
مخدوم بندہ نوازؒ کے نظر سے بھی گذرا ہوگا۔ چونکہ ان کا تصنیف کردہ رسالہ (جس کا
ذکر میں پہلے کر چکا ہوں) مجھے نہیں ملا۔ اس لئے اس مجموعہ میں اس "رسالہ اذکار
چشتیہ" کا شریک کر دینا مناسب معلوم ہوا۔

عزیز اللہ سرمست کا کہنا ہے

اس میں ان۔۔۔ اذکار کو جمع کیا گیا ہے جس کی تعلیم بندہ نوازؒ دیا کرتے تھے۔

(حضرت خواجہ گیسودراز بندہ نواز سوونیر)

غور طلب یہ ہے کہ کیا (۱) "رسالہ اذکار خانوادہ چشتیہ" (۲) "رسالہ منظوم دراذکار"
اور (۳) "رسالہ اذکار چشتیہ" ایک ہی رسالہ کے تین نام ہیں؟ یا یہ علیحدہ رسائل ہیں؟

سیدنا بندہ نواز خواجۂ گیسودرازؒ کے اذکار کو جس نے جمع کیا ہے۔ ظاہر ہے اس نے
اپنے لئے ایسا کیا ہوگا؟ آج بھی ہر مرید ایسا ہی کرتا ہے۔ تاکہ وہ ان پر عمل کر سکے اذکار بندہ
نوازؒ کے ہیں اس لئے ان کے جمع کرنے والے کو مرتب کے علاوہ کوئی اور نام نہیں دے سکتے۔
اذکار (تصنیف) بندہ نوازؒ ہی کے رہیں گے اور کسی ذکر کے سلسلہ میں بندہ نوازؒ کے صاحبزادے
نے کچھ کہا ہے تو وہ ان کے علم کے مطابق اس کی وضاحت ہے۔ رہی یہ بات کہ حضرت بندہ نوازؒ
کی نظر سے گذرا ہوگا۔ ایک خیال ہے مصدقہ بات نہیں ہے۔

۱۴-- رسالہ استقامت الشریعت بطریق الحقیقت

"بزم صوفیہ" میں لکھا ہے

اس میں شریعت، طریقت اور حقیقت کی بحث ہے اس کا ذکر انڈیا آفس کے
فارسی خطوط کی فہرست میں بھی ہے۔ (ص ۱۰۲۷)

"بزم صوفیہ" میں بطریق الحقیقت" کو "بطریقۃ الحقیقت" لکھا ہے اور عطا حسین "مجموعہ یازدہ
رسائل" میں لکھتے ہیں

"حضرت مخدوم علیہ الرحمہ نے جیسا کہ دیباچہ میں تحریر فرمایا ہے اس کو ۷۹۲ھ میں
تصنیف کیا۔ اس کا ذکر انھوں نے "اسماء الاسرار" کے ایک سطر میں بھی کیا ہے
۔۔۔۔ کتب خانہ آصفیہ میں ۱۰۶۵ھ کا لکھا ہوا ایک نسخہ ہے اس سے نقل لی گئی
حکیم مرزا قاسم علی بیگ صاحب کے کتب خانہ سے ایک مجموعہ ملا ہے۔ جس میں
۱۰۶۴ھ کا نقل کیا ہوا۔۔۔ یہ رسالہ بھی تھا اس سے مقابلہ کر کے میرے نقل کئے
ہوئے رسالہ کی تصحیح کی گئی۔ لیکن پھر بھی بہت مقامات تصحیح طلب رہ گئے۔ ۱۳۵۱ھ میں
مجھے کلکتہ جانے کا اتفاق ہوا وہاں رائل ایشیاٹک سوسائٹی کے کتب خانہ میں مجھے اس
کا ایک نسخہ (فارسی نمبر ۱۲۱۹) ملا۔ اس سے میں نے اپنے نسخہ کا مقابلہ کیا اور مکمل طور پر
تصحیح کر لی، اس تصحیح کردہ نسخہ سے یہ کتاب طبع کی گئی۔"

"سیر محمدی" میں لکھا ہے

"رسالہ استقامت الشریعت بطریقۃ الحقیقت" (صفحہ ۱۱۵۰)

۱۵-- رسالہ دربیان رایت ربی فی احسن صورۃ

"بزم" صوفیہ میں لکھا ہے

"۔۔۔۔ موضوع۔۔۔۔ نام سے ظاہر۔۔۔" (صفحہ ۵۸۵)

"سیر محمدی" میں رسالہ بیان رایت ربی فی احسن صورۃ لکھا ہے۔ (صفحہ ۱۱۵)

۱۶-- رسالہ بیان ذکر

''بزم''صوفیہ میں لکھا ہے
''۔۔۔موضوع۔۔۔نام سے ظاہر۔۔۔'' (صفحہ ۲۸۵)
''سیرمحمدی'' میں صرف نام ''رسالہ ذکر کے بیان میں'' (صفحہ ۱۱۵)

۱۷-- رسالہ توحید خواص

عطا حسین ''مجموعہ یازدہ رسائل'' میں لکھتے ہیں۔

''حکیم مرزا قاسم علی بیگ صاحب کے کتب خانہ میں مجھے ایک مجموعہ ملا جس میں حضرت مخدوم شرف الدین یحییٰ منیریؒ اور حضرت امیر ابوالعلا اکبرآبادیؒ اور حضرت نجم الدین کبیرؒ کے چھوٹے چھوٹے رسالوں کے ہمراہ طبع بھی ہوا تھا۔ ان دونوں (یعنی قلمی اور مجموعہ نسخوں کے مقابلہ میں تصحیح کی گئی اس رسالہ میں حضرت مخدوم بندہ نوازؒ نے اپنا نام کہیں درج نہیں کیا ہے۔ اس لئے یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ انھیں کی تصنیف ہے۔ لیکن قلمی نسخہ کی طرح پر ان کا نام لکھا ہوا تھا اور ان دوسرے رسالوں کے ہمراہ اس مجموعہ میں شریک تھا وہ انھیں کے تصنیف کردہ ہیں اس لئے بظنِ غالب یہی ہے کہ یہ رسالہ بھی حضرت مخدومؒ ہی کی تصنیف ہے۔''

''قلمی نسخہ کی طرح'' اور ''بظنِ غالب'' کہنے سے بات صاف نہیں ہوتی۔ کوئی واضح شہادت ضروری ہے۔

۱۸-- رسالہ دربیانِ آدابِ سلوک

''بزم''صوفیہ میں لکھا ہے
''۔۔۔موضوع نام سے ظاہر۔۔۔'' (صفحہ ۵۸۵)
''سیرِ محمدی'' میں صرف نام ''رسالہ بیانِ آدابِ سلوک'' لکھا ہے اور ''در'' نہیں لکھا ہے۔ (صفحہ ۱۱۵)

۱۹-- رسالہ دربیان اشارات محبّان

''بزم صوفیہ'' میں لکھا ہے

''۔۔۔موضوع نام سے ظاہر۔۔۔'' (صفحہ ۵۸۵)

۲۰-- رسالہ در بیان بود و ہست

''بزم''صوفیہ میں لکھا ہے
''۔۔۔موضوع نام سے ظاہر۔۔۔'' (صفحہ ۵۸۵)
''سیرمحمدی'' میں صرف نام ''رسالہ بود و ہست و باشد'' لکھا ہے (صفحہ ۱۱۵)

۲۱-- رسالہ دربیانِ معرفت

''بزم''صوفیہ میں لکھا ہے
''۔۔۔موضوع نام سے ظاہر۔۔۔'' (صفحہ ۵۸۵)
''سیرمحمدی'' میں صرف نام ''رسالہ معرفت کے بیان میں'' لکھا ہے (صفحہ ۱۱۵)

۲۲-- رسالہ در مراقبہ

عطا حسین ''مجموعہ یازدہ رسائل'' میں لکھتے ہیں۔

''یہ رسالہ بھی مجھے حکیم مرزا قاسم علی بیگ صاحب کے کتب خانہ سے ملا۔ اس نسخہ کی کتابت ختم کرکے کاتب نے آخر میں یہ عبارت لکھی ہے ''توبل صلة الکرام'' (کذا) اس کا مطلب بظاہر یہی ہے کہ اس کا مقابلہ حضرت مصنف کے ''دستخطی نسخہ'' سے کیا گیا۔

اگر واقعی مصنف کے ''دستخطی نسخہ'' سے مقابلہ کیا گیا ہے تو یہ بڑی اہم بات ہے۔ اس ''دستخطی نسخہ'' کی کچھ نشاندہی ہوجاتی تو کیا کہنا تھا ؟

۲۳-- رسالہ در مسئلۂ روئتِ باری تعالی و کرامات اولیاء وغیرہ

عطا حسین ''مجموعہ یازدہ رسائل'' میں لکھتے ہیں۔

''کتب خانہ آصفیہ کے نسخہ سے نقل لی گئی اور ۱۳۵۱ھ میں جب کلکتہ گیا رائل

ایشیاٹک سوسائٹی کے کتب خانہ کے نسخہ (فارسی ۲۲۸!) سے میں نے مقابلہ کیا اور جس حد تک تصحیح ممکن ہوسکی کی۔۔۔ معلوم نہ ہوسکا کہ آیا حضرت مخدومؒ کی تصنیف کا یہ ایک جزو ہے یا ان کی مستقل تصنیف ہے۔

۲۴-- رسالہ سیر النبی ﷺ

''بزمِ صوفیہ'' میں صرف نام تحریر ہے۔ (صفحہ ۵۸۴)

''سیر محمدی'' میں لکھا ہے۔

''رسالہ سیر النبیؐ'' (صفحہ ۱۱۵)

۲۵-- شرح آداب المریدین (عربی)

''بزمِ صوفیہ'' میں لکھا ہے

''یہ حضرت شیخ ضیاء الدین ابوالنجیب عبدالقاہر سہروردیؒ کی مشہور و معروف تصنیف ''آداب المریدین'' کی عربی شرح ہے (صفحہ ۵۸۳)

آداب المریدین (فارسی) پر محمد عبدالباسط کا ایک مضمون ہے اس میں وہ لکھتے ہیں۔

''مولوی عطا حسین صاحب مرحوم کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نے اصل کتاب کی ایک عربی شرح بھی لکھی تھی۔ لیکن اب وہ مفقود ہے۔

۲۶-- شرح آداب المریدین (فارسی)

''بزمِ صوفیہ'' میں لکھا ہے

''آداب المریدین'' کی ایک فارسی شرح بھی لکھی تھی۔ جس کو مولوی سید حافظ عطا حسین نے اڈٹ کر کے حیدر آباد سے شائع کیا۔ (صفحہ ۵۸۳)

''سیر محمدی'' میں لکھا ہے

''شرح آداب المریدین فارسی و عربی'' (صفحہ ۱۱۵)

''تاریخ حبیبی'' میں لکھا ہے

(نواب معشوق یار جنگ نے) ''شرح آداب المریدین'' کا ترجمہ فرمایا ہے۔

(صفحہ ۳)

''آداب المریدین'' کا ایک ترجمہ محمد عبد الباسط نے بھی کیا ہے اسے ''اسلامک بک فاؤنڈیشن'' لاہور نے شائع کیا ہے اس کے پیشِ لفظ میں مترجم لکھتے ہیں۔

آداب المریدین مترجم-محمد عبدالباسط ناشر-اسلامک بک فاؤنڈیشن-لاہور

پیش لفظ---جس زمانہ میں راقم الحروف ملازمت گلبرگہ شریف میں تھا اس وقت نواب غوث یار جنگ بحیثیت صوبہ دار وہاں کارفرما تھے۔ اور درگاہ حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو درازؒ کی درستی و زیبائش و آرائش کی طرف بطور خاص متوجہ تھے۔

راقم نے ان کو توجہ دلائی کہ جہاں درگاہ کی ظاہری حالت کو درست کرنے کی جانب اس قدر روپیہ صرف کیا جا رہا ہے وہاں خواجہ صاحب کی تصانیف کی طبع و اشاعت پر بھی اگر کچھ رقم صرف کی جائے تو ان کی تعلیم و ارشادات سے لوگوں کو استفادہ کا موقع ملے گا۔

صاحب موصوف نے اس تجویز کو پسند فرمایا اور نہ صرف خواجہ صاحبؒ کی تصانیف کو جمع کرنے کی جانب توجہ فرمائی بلکہ مختلف مشائخین کے خاندانوں سے ان کے اسلاف کے ذخیرہ کتب کو جو معرض تلف میں تھا فراہم کرنے کی سعی فرمائی اور اس کام کے لئے ایک کمیٹی بنائی جس کا معتمد اس خاکسار کو نامزد کر دیا۔ چنانچہ تھوڑے ہی عرصہ میں ایک اچھی خاصی تعداد کتابوں کی فراہم ہو گئی اور روضۂ مبارک خواجہ صاحبؒ کے ایک حصہ میں ''کتب خانہ'' کا باضابطہ افتتاح کیا گیا اور خاکسار نے تجمعہ کتابوں کی فہرست فن وار مرتب کی۔

مجھ کو بعض ذرائع سے معلوم ہوا تھا کہ مولوی عطا حسین مرحوم اور نواب معشوق یار جنگ بہادر کو تصوف کی کتابوں سے شغف ہے اور انھوں نے ایک معقول ذخیرہ ان کتابوں کا اپنے پاس جمع کر لیا ہے۔ جس میں حضرت خواجہ بندہ نوازؒ کی تصانیف کا ذخیرہ بھی ہے۔

چنانچہ مولوی عطا حسین صاحب جب عرس کے موقع پر تشریف لائے تو ان کو اس تجویز سے واقف کرایا گیا اور وہ بخوشی اس کام میں مدد دینے کے لئے آمادہ ہو گئے اور ان کی رائے کے مطابق ترجمہ ''آداب المریدین'' کو جو خواجہ صاحبؒ کی ایک اہم

تصنیف ہے شائع کرنے کا تصفیہ کیا گیا اور درگاہ کے بجٹ سے اس کی طبع و اشاعت
کے اخراجات کی منظوری دی گئی۔

''آداب المریدین'' کا ایک نہایت صحیح نسخہ جو شیخ احمد سہروردی مشہور خطاط کے ہاتھ کا
لکھا ہوا والد مرحوم کے کتب خانہ میں موجود تھا۔ میں نے اس کی نشاندہی کی۔
صاحب موصوف نے میرے برادر بزرگوار مولوی حسین عبدالمنعم [1] صاحب مرحوم
وظیفہ یاب صدر محاسب سرکار عالی سے وہ نسخہ حاصل کر کے اس کی تصحیح فرمائی۔ لیکن اس
کے باوجود مطبوعہ نسخہ میں نہ صرف کتابت کی بہت سی غلطیاں رہ گئیں بلکہ کہیں کہیں
کاتب نے عربی سے ناواقفیت کی بنا پر اصل متن کو بھی مسخ کر دیا۔

آج سے آٹھ دس سال قبل مجھ کو اصل کتاب ''آداب المریدین'' کے ترجمہ کا
خیال ہوا اور میں نے چاہا کہ اس مذکورہ نسخہ سے مقابلہ کر کے اصل متن کی تصحیح
کروں۔ لیکن افسوس ہے کہ مجھ کو وہ نسخہ نہ مل سکا تاہم میں نے حتی الامکان اپنی فہم
اور استعداد کی موجب ترجمہ کرتے وقت اس کی تصحیح کی۔ باوجود اس کے کئی مقامات
حل طلب رہ گئے۔

حاشیہ پر آخر مرتبہ جو شرح ۸۱۳ھ میں لکھی گئی اس کا ایک نسخہ کلکتہ کے رائل
ایشیاٹک سوسائٹی کے کتب خانہ میں ہے اور ہندوستان میں شاید اب یہی ایک نسخہ
باقی ہے۔ فارسی شرح کا ایک نسخہ غالباً لندن کی برٹش میوزیم میں بھی ہے۔
(مقدمہ فارسی ترجمہ آداب المریدین۔ مطبوعہ و مرتبہ سید مولوی عطا حسین، حیدرآباد)

مولوی عطا حسین صاحب مرحوم کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نے اصل
کتاب کی ایک ''عربی شرح'' بھی لکھی تھی۔ لیکن اب وہ مفقود ہے البتہ
حضرت شرف الدین یحیٰی منیریؒ کی شرح پٹنہ اور گیا علاقہ میں بعض اصحاب کے پاس
پائی جاتی ہے اور اس کو پٹنہ کے ایک مطبع نے طبع کرنا بھی شروع کیا لیکن اس کی تکمیل
نہ ہو سکی۔

حضرت خواجہ صاحب نے ترجمہ کے ساتھ مزید تشریحات کے لئے کچھ

[1] راقم الحروف ان سے بخوبی واقف رہا ہے، خوب آدمی تھے بزرگوں کے عقیدت مند تھے اکثر
اجمیر شریف آتے رہتے تھے اور میرے یہاں قیام کرتے تھے۔

افادات بھی تحریر فرمائے ہیں۔

عزیز اللہ سرمست کا کہنا ہے

حضرت بندہ نوازؒ حکیم الامت تھے اور اپنے زمانہ کے حالات اور رجحانات
کمزوریوں سے کما حقہٗ واقف تھے۔ چنانچہ آپ نے محسوس کیا کہ ''آداب المریدین''
کے موضوع پر ایک مکمل اور مبسوط کتاب کی ضرورت ہے جو عام اور سلیس زبان میں
لکھی جائے اور وہ روزمرہ کے معمولات، عبادات و دیگر معاملات کے جزئیات پر
حاوی ہو۔

عزیز اللہ سرمست کا کہنا ہے

بطور ''آداب المریدین'' کے تکملہ یا ضمیمہ کے لکھی گئی ہے یہ تصنیف ارباب
بصیرت اور صوفیوں میں نہایت مقبول ہوئی اور بہت سے اکابر نے اس کو مدت العمر
اپنے مطالعہ میں رکھا اور اس دستور العمل پر تا حیات کاربند رہے۔
(حضرت خواجہ گیسو دراز بندہ نواز سوونیر)

۲۷--شرح تعارف

''بزم صوفیہ'' میں لکھا ہے

یہ شیخ ابوبکر محمد بن ابراہیم بخاری کی کتاب ''تعرف'' کی شرح ہے (صفحہ ۵۸۳)

۲۸-- شرح تمہیدات عین القضاۃ ہمدانی

''بزم صوفیہ'' میں لکھا ہے

یہ حضرت ابوالمعانی عبداللہ المعروف بہ ''عین القضاۃ'' کی مشہور صوفیانہ تصنیف
''تمہیدات'' کی شرح ہے۔ (صفحہ ۵۸۳)

اس کا ایک قلمی نسخہ میرے یہاں بھی ہے۔ یہ نسخہ میں نے اپنے خسر نواب جمال الدین
حسین خاں مرحوم (والی اسٹیٹ کلیانی) کے کتب خانہ سے اپنے مطالعہ کے لئے لیا تھا۔ میرے
پاس رہ گیا اور محفوظ ہے اس قلمی نسخہ پر کبھی تفصیلی گفتگو کی جائے گی۔ والی اسٹیٹ کلیانی کا کتب
خانہ بہت نایاب تھا اور ان کی زندگی تک بہت اچھی حالت میں تھا حیدرآباد پر پولیس ایکشن کی

تباہی کے بعد یہ کتب خانہ کلیانی سے حیدرآباد ان کے مکان ''بن حور'' سماجی گوڑہ حیدرآباد میں منتقل ہوا اوران کی وفات کے بعد خرد برد ہوا اب اسٹیٹ کلیانی کے کتب خانہ کی بہت سی کتابیں ''ایوان اردو'' پنجہ گٹہ حیدرآباد میں ہیں۔

''تاریخ مشائخ چشت'' میں بھی ''تمہیدات عین القضاۃ'' پرحاشیہ لکھنے کی بات کہی گئی ہے۔

''سیر محمدی'' میں لکھا ہے۔

شرح تمہیدات قاضی عین القضاۃ ہمدان (صفحہ ۱۱۵)

۲۹-- شرح بیت حضرت امیر خسرو دهلویؒ

زدریائے شہادت چوں نہنگ لا برآرد ہو تیمّم فرض گردد نوح را در عین طوفانش

عطاحسین ''مجموعہ یازدہ رسائل'' میں لکھتے ہیں۔

یہ شعر اس قدر غامض اور رموز واسرار حقیقت سے بھرا ہوا ہے کہ متعدد کبرائے صوفیہ اور عرفا کو اس کی شرحیں لکھنے کی ضرورت محسوس ہوئی سب سے پہلے حضرت مخدوم سید محمد حسینی گیسو درازؒ نے شرح لکھی۔ اسی قریب کے زمانہ میں جون پور کے بادشاہ سلطان ابراہیم شرقی کی درخواست پر حضرت شیخ کبیر مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانیؒ نے اس کی شرح لکھ کر بادشاہ کے پاس بھیجی۔ ان کے بعد مولانا جامی علیہ الرحمۃ نے ایک امیر کی فرمائش پر مبسوط شرح لکھی۔ یہ شرح ۱۳۲۹ھ میں ''مطبع مجتبائی'' دہلی میں طبع ہوئی تھی۔ ایک شرح حضرت حسن محمد گجراتیؒ نے اور ایک شرح میاں احمد چشتی گجراتیؒ نے لکھی۔ ان کے علاوہ دیگر شرحیں اور بھی میری نظر سے گذری ہیں۔

حضرت خواجہ سید محمد حسینی گیسو درازؒ کی شرح اس مجموعہ میں شریک کی گئی ہے اس کا ایک قدیم قلمی نسخہ مجھ کو حکیم مرزا قاسم علی بیگ صاحب کے کتب خانہ میں ملا جس کی نقل لے کر طبع کی گئی۔ مقابلہ اور تصحیح کے لئے دوسرا نسخہ نہیں ملا۔ اس لئے بعض الفاظ مشکوک رہ گئے۔

حسن محمدؒ ایک چشتی بزرگ ہیں۔ یہ بندہ نوازؒ کے برادر طریقت کمال الدین علامہؒ کی

اولاد سے ہیں۔

''بزم صوفیہ'' میں لکھا ہے

'' بنگال ایشائٹک سوسائٹی کے فارسی مخطوطات میں حضرت گیسو درازؒ کے کچھ رسائل کے یہ بھی نام ہیں۔۔۔۔شرح بیت امیر خسرو دہلوی''۔۔۔۔

یہ نسخہ عطاحسین کی نظر سے نہیں گذرا (صفحہ ۵۸۶)

عزیزاللہ سرمست کا کہنا ہے

سب سے پہلے حضرت بندہ نوازؒ نے شرح بیعت (بیت) کے زیر عنوان واضح اور بہترین شرح لکھی۔

سرمست کے مضمون میں ''بیت'' کو ''بیعت'' لکھا ہے اور شعر کے دوسرے مصرعہ میں ''درعین'' کو ''درین'' لکھا ہے۔ یہ کتابت کی غلطی ہے۔

(حضرت خواجہ گیسودراز بندہ نواز سوینیر)

۳۰-- شرح عقیدۂ حافظیه

''بزم صوفیہ'' میں لکھا ہے

۔۔موضوع۔۔۔نام سے ظاہر۔۔ (صفحہ ۵۸۵)

''سیر محمدی'' میں صرف نام'' شرح عقیدۂ حافظیہ'' لکھا ہے (۱۱۵)

۳۱--شرح فصوص الحکم

''بزم صوفیہ'' میں لکھا ہے

یہ شیخ محی الدین بن عربی کی مشہور تصنیف کی شرح ہے۔ (صفحہ ۵۸۴)

''تاریخ مشائخ چشت'' میں ''فصوص الحکم'' پرحاشیہ لکھنے کی بات کہی گئی ہے۔

''سیر محمدی'' میں لکھا ہے

''شرح فصوص الحکم'' (صفحہ ۱۱۵)

۳۲--شرح فقہ اکبر

''بزمِ صوفیہ'' میں لکھا ہے

''عربی و فارسی'' دونوں میں ہے ۔ (صفحہ ۵۸۴)

''سیر محمدی'' میں لکھا ہے

شرح فقہ اکبر (صفحہ ۱۱۵)

عزیز اللہ سرمست کا کہنا ہے

حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کے معرکۃ الآرا تصنیف ''الفقہ الاکبر'' کی عربی زبان میں شرح گلبرگہ پہنچ کر حضرت بندہ نوازؒ نے لکھنی شروع کی۔ لیکن کچھ عرصہ بعد عربی ترک کر کے شرح فارسی میں لکھنی شروع کی۔ چنانچہ وہ خود درس (اس) کے دیباچہ میں فرماتے ہیں کہ ''فقہ اکبر'' کی شرح فارسی میں لکھنے کے لئے اثنائے تحریر میں مجھے الہام غیبی ہوا۔ (حضرت خواجہ گیسودراز بندہ نواز سوینیر)

۳۳--شرح قصیدۂ مانی

''بزمِ صوفیہ'' میں لکھا ہے

---موضوع---نام سے ظاہر---- (صفحہ ۵۸۵)

''سیر محمدی'' میں صرف نام ''شرح قصیدہ امانی'' لکھا ہے۔ مانی کی جگہ امانی ہے۔ (صفحہ ۱۱۵)

۳۴--شرح مشارق

''بزمِ صوفیہ'' میں لکھا ہے

حدیث کی مشہور کتاب ''مشارق الانوار'' کی شرح ہے۔ (صفحہ ۵۸۳)

''سیر محمدی'' میں لکھا ہے

''شرح مشارق'' قالب سلوکت میں

۳۵--ضرب الامثال

''بزمِ صوفیہ'' میں لکھا ہے

---موضوع---نام سے ظاہر---- (صفحہ ۵۸۵)

''سیر محمدی'' میں صرف نام ''ضرب الامثال'' لکھا ہے (صفحہ ۱۱۵)

۳۶--عقیدہ (چند ورق)

''بزمِ صوفیہ'' میں لکھا ہے

---موضوع---نام سے ظاہر---- (صفحہ ۵۸۵)

''سیر محمدی'' میں لکھا ہے

عقیدہ چند ورق رسالہ (صفحہ ۱۱۵)

۳۷--معارف

''بزمِ صوفیہ'' میں لکھا ہے

''یہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی'' کی مشہور کتاب ''عوارف المعارف'' کی شرح ہے۔ غزل میں لکھی گئی (صفحہ ۵۸۳)

''سیر محمدی'' میں لکھا ہے

معارف۔ شرح عوارف۔ (صفحہ ۱۱۵)

۳۸--ملتقط (تفسیر)

''بزمِ صوفیہ'' میں لکھا ہے

''یہ صوفیانہ رنگ میں کلام پاک کی تفسیر ہے''۔ (صفحہ ۵۸۳)

اور مولوی حافظ سید عطا حسین ''مجموعہ یازدہ رسائل'' میں لکھتے ہیں۔

''سیر محمدی'' میں جہاں حضرت مخدوم کے تصانیف کا ذکر کیا ہے ان کی ایک تفسیر ''ملتقط'' کا بھی ذکر کیا ہے۔ خود حضرت مخدومؒ نے بھی اپنی بعض تصانیف میں اس کا ذکر کیا ہے۔ بلکہ اس کے بعض مقامات کی عبارتیں بھی نقل کر دی ہیں۔ یہ تفسیر قرآن

شریف کے منتخب سورتوں اور آیات کی ہے اور ''لطائف قشیری'' کے طرز پر لکھی گئی ہے
''تفسیر ملتقط'' اب مفقود ہے بہت جستجو کے بعد بھی اس کا پتہ ہنوز نہیں مل سکا اس
لئے میں نہیں کہہ سکتا کہ سورہ فاتحہ شریف کی یہ تفسیر جو اس مجموعہ میں شریک کی گئی ہے
آیا اسی ''تفسیر ملتقط'' کا جز ہے یا حضرت مخدومؒ نے اس سے علیحدہ مستقل طور پر تحریر
فرمایا ہے۔۔۔مرزا قاسم علی بیگ صاحب حیدرآبادی کے کتب خانہ سے ایک نہایت
خوشخط ۱۰۶۴ھ کا لکھا ہوا حضرت مخدوم بندہ نوازؒ کے چند چھوٹے رسالوں کا مجموعہ
مجھے عاریتاً ملا تھا اس میں یہ '' تفسیر'' بھی تھی۔ اس سے نقل لی گئی اور اس نقل سے
طباعت کی گئی۔ دوسرا نسخہ چونکہ نہیں مل سکا۔ اس لئے مقابلہ نہیں ہو سکا اور بعض بعض
جگہ الفاظ مشکوک رہ گئے۔ (صفحہ ۵)

''سیر محمدی'' میں لکھا ہے

''قرآن پاک کی تفسیر سلوک کے رنگ میں۔۔۔ (صفحہ ۱۱۴)

''ملتقط'' پر پروفیسر محمد اسلم کا مضمون ماہنامہ ''برہان'' دہلی مارچ ۱۹۶۲ء قابل مطالعہ ہے۔

۳۹-- وجود العاشقین

عطا حسین ''مجموعہ یازدہ رسائل'' میں لکھتے ہیں۔

''بنگال ایشیاٹک سوسائٹی کے فارسی مخطوطات میں حضرت گیسودرازؒ کے کچھ رسائل
کے یہ بھی نام ہیں۔۔۔۔وجود العاشقین حاشیہ پر فہرست مخطوطات فارسی
بنگال ایشیاٹک سوسائٹی صفحہ ۸۵-۵۹۴ ''وجود العاشقین'' کا ذکر انڈیا آفس کے
فارسی مخطوطات کے فہرست میں بھی ہے۔ (دیکھو صفحہ-۱۰۲۶)

اور عطا حسین ہی ''مجموعہ یازدہ رسائل'' میں لکھتے ہیں

''۔۔۔ملک دکن میں اس رسالہ کے نسخے جا بجا موجود ہیں چونکہ نقلیں بہت لی گئی
ہیں۔ اس لئے بمصداق ''ہر کہ آمد بران مزید ے کرد'' کاتبوں نے غلطیوں کا بھی
انبار کر دیا ہے۔ اس غامض کتاب کی تصحیح میں نہایت دشواری پیش آئی۔ مجھے اس کے
پانچ قلمی نسخے ملے۔ جن میں ایک ۱۰۴۸ھ کا لکھا ہوا تھا۔ مطبع گلزار ابراہیم مراد آباد
میں ۱۳۰۸ھ میں یہ کتاب چھپی بھی تھی۔ لیکن سرتاپا غلطیوں اور الحاقات سے بھری

ہوئی۔ بہرحال ان پانچ نسخوں کے مقابلہ سے بقدر امکان تصحیح کی گئی۔''

عزیز اللہ سرمست کا کہنا ہے

اس میں حضرت بندہ نوازؒ نے عشق الٰہی کی حقیقت اور اس کے مراتب و اسرار کو
نہایت لطیف پیرایہ میں محققانہ طور پر بیان فرمایا ہے۔
(حضرت خواجہ گیسودراز بندہ نواز سوونیر)

۴۰-- مجموعہ یازدہ رسائل

حافظ عطا حسین صاحب لکھتے ہیں

''حضرت مخدومؒ کی تصانیف سے ترجمہ آداب المریدین اور حظائر القدس اور
چھوٹے چھوٹے رسالوں کا ایک مجموعہ مسمّی بہ مجموعہ یازدہ رسائل طبع ہو کر شائع ہو چکی
ہے۔ (دیباچہ انیس العشاق)

اور مجموعہ یازدہ رسائل کے لئے عزیز اللہ سرمست کا کہنا ہے

اس مجموعہ میں حضرت بندہ نوازؒ نے مختلف موضوعات پر رسائل لکھے ہیں ان میں
سورہ فاتحہ کی تفسیر، انبیاء، ملائکہ، مقربین کی فضیلت، کرامات اولیاء اور کلام اللہ شریف
کے متشابہات اور چند نازک مسائل کا بیان نہایت لطیف اور واضح پیرایہ میں بیان
فرمادیا ہے۔ (حضرت خواجہ گیسودراز بندہ نواز سوونیر)

سیدنا بندہ نواز خواجہ گیسودرازؒ کی جن کتب کا علم اہم مآخذ سے ہوتا ہے ان کا ذکر کیا گیا
ایک کتاب ''جواہر العشاق'' کا ذکر عزیز اللہ سرمست نے اس طرح کیا ہے۔

''حضرت غوث الاعظم'' کے مشہور رسالہ غوثیہ کی متعدد شرحیں لکھی گئی ہیں۔ جن
میں سے زیادہ مقدم اور معیاری شرح حضرت بندہ نوازؒ کی ہے۔ جسے آپ نے
''جواہر العشاق'' کے دلنشین نام سے موسوم فرمایا ہے اس کے مطالعہ سے قاری کو
اس کی ترتیب میں حضرت بندہ نوازؒ کا حضرت غوث الاعظم دستگیرؒ کی عظمت کو شدت
سے ملحوظ رکھنا اور آپ کے کمال عقیدت کا والہانہ اظہار ہوتا ہے اکابر طریقت نے
اس کو نہایت قدر کی نظر سے دیکھا ہے۔

عزیز اللہ سرمست نے کسی مآخذ کا حوالہ نہیں دیا ہے۔

"جواہر العشاق" کے لئے سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔کیا یہ شرح واقعی بندہ نوازؒ کی ہے؟
اس کا کوئی ماٰخذ ہے؟ اس کی کوئی شہادت موجود ہے؟ یا پھر بندہ نوازؒ کے اُن اشعار (رباعی) کی
طرح اور اُس بے سروپا کہانی کی طرح ہے جو غوث الاعظم اور بندہ نوازؒ کے سلسلہ میں گھڑی گئی
ہے اور ایک رباعی بھی ان کے نام سے منسوب کردی گئی ہے اس کی بھی بے بنیاد حیثیت ہے۔
اور ایک سوال یہ ہے وہ کون اکابر طریقت ہیں جنھوں نے اس کو نہایت قدر کی نظر سے
دیکھا ہے؟ شرح کی نسبت، بندہ نوازؒ سے طے ہو جائے تو "عظمت کو شدت سے ملحوظ رکھنا اور
کمال عقیدت کا والہانہ اظہار" جیسے اظہار رائے پر کچھ کہا جاسکتا ہے۔
یہ کتاب درگاہ شریف کی جانب سے ایک خاص دور میں شائع کی گئی ہے۔

متذکرہ کتب کے علاوہ "تصوف برِصغیر میں تصوف کے نادر مخطوطات پر
جنوبی ایشیائی علاقائی سمینار منعقدہ ۱۹۸۵ء کے مقالات خدا بخش لائبریری پٹنہ کے
حوالے سے بھی بعض کتب کا علم ہوتا ہے۔
فرخ جلالی اپنے مقالہ" ایک اور مشرقی کتاب خانہ میں تصوف پر چند کمیاب کتابیں
(ایک اجمالی جائزہ)" نواب حبیب الرحمن شیروانی کا کتب خانہ مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ"
میں تحریر کرتے ہیں۔
رسالہ فی التصوف سید محمد گیسودراز بندہ نوازؒ اوراق ۸، سطور ۱۳ کاتب
بدرالدین بن احمد قریشی مکتوبہ ۱۰۶۸ھ
شوکت علی خاں (ٹونک) اپنے مقالہ" عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹی ٹیوٹ ٹونک
میں محفوظ تصوف کے چند اہم مخطوطات" میں تحریر کرتے ہیں۔
"شرح عوارف المعارف" (عربی) کی ضخیم اور اہم شرح ہے جو سید محمد حسن
(کذا) گیسودراز چشتیؒ خلیفہ حضرت نصیر الدین چراغ دہلویؒ کی مرہون منت ہے۔
من شرح عوارف المعارف المسماۃ ...... "معارف العوارف" حضرت مخدوم
سید محمد حسن گیسودراز عارف شہباز بلند پرواز قدس اللہ سرہ "معارف العوارف سے
پہلے کوئی حرف مقطوع نظر آتا ہے اس لئے اس شرح کا نام" معارف العوارف" ہے

اصل کتاب کا نام عوارف المعارف ہے۔ (صفحہ ۲۹۱)
یہ" عوارف المعارف" کی عزیز الدہر شرح ہے جو صرف اسی ادارہ کی زینت ہے
اس کی اب تک کوئی کاپی دستیاب نہیں ہوسکی ہے ...... ایک فوٹو اسٹیٹ کاپی گلبرگہ
شریف کے سجادہ نشین نے اپنے کتب خانے کے لئے طلب کی ہے۔ (صفحہ ۲۹۲)
اس کی کتابت دسویں صدی ہجری کے اواخر یا گیارہویں صدی ہجری کے اوئل
میں ہوئی ہوگی۔ (صفحہ ۲۹۲)
**اگر مخطوط میں بھی اسم گرامی سید محمد حسن تحریر ہے تو غلط ہے آپ کا اسم گرامی "سید محمد
[illegible]نی" ہے۔**

رسالہ برہان الواصلین۔۔۔خواجہ بندہ نواز خواجہ گیودراز اردو گلکشن ۲۷۵

عبدالحئی فاروقی اپنے مقالہ" تصوف میں ہندوستانی علماء ومشائخ کی کچھ اہم غیر
[illegible] تصنیفات" میں تحریر کرتے ہیں۔
ہندوستانی صوفیاء نے تصوف کا جو ادبی ورثہ ہمارے لئے چھوڑا ہے اس کا خاصہ
حصہ شائع ہو چکا ہے لیکن اس کے باوجود ہزاروں سے زیادہ جواہر پارے ابھی ایسے
باقی ہیں جو طبع نہیں ہو سکے ہیں اگر اب بھی ان پر توجہ نہ دی گئی تو امکان ہے کہ کہیں وہ
ضائع نہ ہو جائیں ان غیر مطبوعہ تصانیف میں بہت سی ایسی ہیں جن کے بارے
میں آج اکثر لوگ بے خبر ہیں اور کسی تذکرے میں ان کا کوئی ذکر نہیں ملتا ہے۔
(صفحہ ۳۹۹)
یہ اظہار اہمیت رکھتا ہے اور سیدنا بندہ نواز خواجہ گیسودرازؒ کی کتب کے لئے تو ایسا مشورہ
[illegible]ت ہی ضروری ہے۔
فاروقی ایک ذیلی عنوان" سید محمد گیسودراز چشتی دہلویؒ" (م-۸۲۵ھ) کے تحت تحریر
[illegible]تے ہیں۔
"تصوف میں مندرجہ ذیل تصنیفات آپ کی مختلف کتب خانوں میں پائی جاتی
ہیں آصفیہ کی لائبریری میں رسالہ تصوف" دراثبات توحید استقامت الشریعۃ"
"استقامت الشریعۃ" کا ذکر رسالہ" استقامت الشریعۃ بطریق الحقیقت" کا ذکر نمبر

۱۴ پر کتاب ہذا میں کیا گیا ہے۔ ''استقامت الشریعۃ'' کے ساتھ ''بطریق الحقیقت'' کا اضافہ ہے اور حوالہ کتب خانہ آصفیہ ہی کا دیا ہے سنہ کتابت نہیں لکھا ہے وہ ضروری تھا۔

فاروقی نے تیسرا نام ''آئینہ'' تحریر کیا ہے اور بریکٹ میں (رسائل تصوف) لکھا ہے۔ چوتھا نام ''دربیان اذکار و اثبات توحید'' کا لیا ہے کتاب ہذا میں نمبر ۱۶ پر ''رسالہ بیان ذکر'' کی بات ہوئی ہے کیا یہ دو علیحدہ رسائل ہیں یا ایک ہیں ان کا تقابل ضروری ہے تب ہی بات واضح ہوگی۔

فاروقی نے پانچواں نام ''اسرار الاسمار'' کا لیا ہے اس پر بات کتاب ہذا میں نمبر ا پر کی جا چکی ہے چھٹا نام رسالہ ''عرفانی'' کا لیا گیا ہے ساتواں نام رسالہ ''راز'' کا ہے اور آخری نام ''رسالہ خاتمہ'' کا لیا گیا ہے کتاب ہذا میں نمبر ۱۲ پر ''خاتمہ'' کا ذکر ہو چکا ہے او بنگال ایشیاٹک سوسائٹی کے مخطوطات میں اس کے ذکر کی بات کہی گئی ہے فاروقی کے ذریعہ مزید یہ علم ہوتا ہے کہ **خاتمہ** کا ایک مخطوطہ ''آصفیہ'' میں بھی ہے

فاروقی نے ایشیاٹک سوسائٹیک بنگال میں ''**مکاتیب گیسو درازؒ**'' کی موجودگی بتائی ہے لیکن یہ نہیں کہا کہ ان کی تعداد کیا ہے یہ ضروری تھا۔

فاروقی کا کہنا ہے انجمن ترقی اردو (پاکستان) میں ''**شکارنامہ**'' ''**حدائق الانس**'' اور ''**شرح جام جہاں نما**'' موجود ہیں کتاب ہذا میں نمبر (۲) پر ''شکارنامہ'' (برہان العاشقین) پر بات ہو چکی ہے اور ''**حدائق الانس**'' پر بات کرتے ہوئے کلکتہ کے رائل ایشیاٹک سوسائٹی سے نقل کئے جانے کا ذکر کیا ہے یعنی اس کے نسخے دو جگہ ہیں دونوں کے تقابل سے ایک بہتر نسخہ ترتیب دیا جا سکتا ہے اور ''**جام جہاں نما**'' کے ذکر سے معلوم شدہ کتب میں ایک کا اور اضافہ ہوتا ہے۔

فاروقی نے بتایا ہے کہ ''**ترجمہ آداب المریدین** مصنفہ ضیاء الدین عبد القاہر سہروردی'' کا ایک نسخہ مولانا زید فاروقی (دہلی) کے یہاں ہے کتاب ہذا میں نمبر ۲۵ اور ۲۶ پر ''**شرح آداب المریدین**'' عربی اور فارسی کا ذکر ہوا ہے اب معلوم شدہ نسخوں کا تقابل ہو جائے تو بہتر ہوگا۔

فاروقی اگر متذکرہ ہر ایک مخطوط کا سنہ کتابت تحریر کر دیتے تو بہت اچھا تھا معلوم ہوتا ہے انھوں نے فہرست سے صرف نام دیکھے ہیں مخطوطات کا مطالعہ نہیں کیا ہے کتابت کے سنین تحریر ہوتے تو ان کی روشنی میں ہر ایک کے لئے رائے قائم کرنے میں سہولت رہتی۔

تصوف برصغیر سمینار منعقدہ ۱۹۸۵ء کے مقالات میں عربی فارسی مخطوطات کی فہرست دی گئی ہے۔

فارسی مخطوطات فہرست

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتاب خانہ کیفیت
۲۴	ارشاد السالکین	خواجہ گیسو درازؒ	حبیب (صفحہ ۸)
۱۴	استقامۃ الشریعۃ	خواجہ گیسو درازؒ	آصفیہ (صفحہ ۸)

اس کتاب کا ذکر ہو چکا ہے۔

۴۳۸ حدائق الانس خواجہ گیسو درازؒ ایشیاٹک (صفحہ ۲۴)

کتاب ہذا میں نمبر ۸ پر اس کتاب کا ذکر ہو چکا ہے ''آصفیہ'' میں اس کی موجودگی بتائی مگر نسخہ کو بد خط کہا ہے۔

۴۶۳ **خاتمہ**..... خاتمہ آداب المریدین خواجہ گیسو درازؒ ایشیاٹک رضا (صفحہ ۲۵)

تمام معلوم شدہ نسخوں کے تقابل کے بعد ایک بہتر نسخہ مرتب کیا جا سکتا ہے علی گڈھ آصفیہ سالار ٹونک کتاب ہذا میں ایشیاٹک میں موجودہ نسخہ پر بات ہوئی ہے اور فاروقی نے بھی ایشیاٹک کا حوالہ دیا ہے لیکن درج بالا تحریر سے علم ہوتا ہے کہ ایشیاٹک کے علاوہ رام پور علی گڈھ حیدر آباد اور ٹونک میں بھی اس کے نسخے موجود ہیں۔

۵۲۲ وقائق المعانی خواجہ گیسو درازؒ خدابخش صفحہ ۲۸

۵۷۰ رسالہ آئینہ خواجہ گیسو درازؒ آصفیہ صفحہ ۳۴

پہلے فاروقی کے حوالے سے آئینہ (رسائل تصوف) کا ذکر ہوا ہے۔ آصفیہ میں موجودگی کہی گئی ہے یہاں ذکر سے ''آئینہ کے صفحات ۳۰ کا علم ہوتا ہے اور موجودگی ''آصفیہ'' میں ہی بتائی گئی ہے۔

۶۷۶ رسالہ توحید خواجہ گیسو درازؒ آصفیہ صفحہ ۴۱

کتاب ہذا میں نمبر ۷ا پر ''توحید خاص'' کا ذکر ہے کیا ''توحید'' اور ''توحید خاص'' ایک ہی رسالہ ہے یا علیحدہ دو رسائل ہیں؟ تقابل کے بعد صحیح رائے قائم کی جا سکتی ہے فاروقی نے ایک رسالہ ''دربیان اذکار و اثبات توحید'' کا ذکر کیا ہے کیا یہ رسالہ اور ''توحید

خاص'' اور''توحید'' ایک رسالہ کے مختلف نام ہیں یا یہ رسائل علیحدہ علیحدہ ہیں تقابل کے بعد
فیصلہ کیا جاسکتا ہے۔

۸۳۵ رسالہ درطریقۂ دوام حضور خواجۂ گیسودرازؒ رضا (صفحہ۴۱)

۸۳۵ رسالہ درعشق ابوالفتح محمد بن سید یوسف الحسینی رضا آصفیہ (صفحہ۴۱)

۸۷۰ رسالہ راز خواجۂ گیسودرازؒ آصفیہ (صفحہ۴۳)

۹۲۱ رسالہ حضرت گیسودرازؒ یہ رسالہ شاہ خاموش کے رسالہ کے ساتھ ہے آصفیہ
(صفحہ۴۵)

۹۴۱ رسالہ عشق حقیقی گیسودرازؒ آصفیہ (صفحہ۴۶)

۹۹۹ رسالہ حضرت گیسودراز خواجۂ گیسودرازؒ آصفیہ (صفحہ۴۹)

۱۰۶۷ رسالہ وجودیہ خواجۂ گیسودرازؒ آصفیہ (صفحہ۵۲)

۱۱۰۲ رسائل سلوک رسائل گیسودراز خواجۂ گیسودرازؒ آصفیہ ایشیاٹک (صفحہ۵۳)

۱۲۹۰ شرح تمہیدات عین القضاۃ ہمدانی خواجۂ گیسودرازؒ آصفیہ (صفحہ۶۲)

صفحات کی تعداد سے معلوم ہوتا ہے یہ نامکمل نسخہ ہے چونکہ میرے پاس جو نسخہ ہے اس
کے صفحات کی تعداد ( ) ہے پہلے کتاب ہذا میں نمبر ۲۸ پر بات ہوئی ہے۔

۱۳۱۴ شرح رسالہ قشیریہ خواجۂ گیسودرازؒ پھلواری (صفحہ۶۳)

کتاب ہذا میں نمبر ۴ پر اس شرح کا ذکر ہوا ہے

۱۳۶۴ شرح عوارف العارف خواجۂ گیسودرازؒ خدابخش (صفحہ۶۳)

شوکت علی خاں کے حوالے سے ''شرح عوارف المعارف'' کا ذکر ہو چکا ہے فرق یہ
ہے کہ وہ عربی زبان میں ہے اور یہ فارسی زبان میں ہے۔

۱۴۱۱ شطرنج نامہ خواجۂ گیسودرازؒ آصفیہ-علی گڈھ (صفحہ۶۷)

۱۴۷۸ عشقیہ-عشق نامہ-عشق حقیقی خواجۂ گیسودرازؒ علی گڈھ-آصفیہ-ندوہ
وجود العاشقین-محبت نامہ (صفحہ۷۰)

پانچ کتب کا ایک ساتھ ذکر ہے ان میں ''وجود العاشقین'' کا ذکر کتاب ہذا میں نمبر
۳۹ پر ہے عطا حسین نے بنگال ایشیاٹک سوسائٹی میں موجودگی بتائی ہے۔مندرجہ بالا عبارت

معلوم ہوتا ہے علی گڈھ آصفیہ اور ندوہ میں بھی یہ کتاب ہے اور بقول ''سیر محمدی'' حظائر القدس
کو ''عشق نامہ'' بھی کہا جاتا ہے۔

۱۴۹۴ عین الیقین خواجۂ گیسودرازؒ آصفیہ (صفحہ۷۱)

۱۷۲۵ مجموعہ خطوط محمد حسینیؒ آرکیوز الہ آباد (صفحہ۷۲)

محمد حسینی سے مراد خواجۂ گیسودرازؒ ہیں یا کوئی اور ہے؟ مخطوط کے مطالعہ سے واضح ہوسکتا
ہے۔ خطوط کی تعداد کیا ہے؟ تعداد لکھنا ضروری تھا۔

۱۷۸۴ محبت نامہ خواجۂ گیسودرازؒ آصفیہ (صفحہ۸۷)

محبت نامہ کا نام دیگر رسائل کے ساتھ پہلے بھی آیا ہے ''محبت نامہ'' ''ید اللہ حسینیؒ'' کے
ملفوظات کا نام بھی ہے۔اس کا مخطوط روضۂ خورد میں ہے حصہ اول کا اردو ترجمہ شائع ہو گیا
ہے۔ بندہ نوازؒ اور ید اللہ حسینیؒ کے ''محبت نامہ'' کا تقابل کیا جائے تو علم ہو کہ دونوں میں کہاں
تک مماثلت ہے؟ کہیں یہ علیحدہ کتب تو نہیں ہیں۔

۱۸۲۰ مراد المریدین و مرام المرادین خواجۂ گیسودرازؒ آصفیہ (صفحہ۸۷)

۱۹۲۰ معراج العاشقین مصنف کا نام نہیں دیا گیا علی گڈھ (صفحہ۸۹)

بندہ نواز کی ایک مشہور (دکنی اردو) کی کتاب کا نام بھی یہی ہے۔

۱۹۲۲ معراج العاشقین احمد بن جلال الدین کاشانی خدابخش-رضا (صفحہ۷۱)

مصنف کے نام کی صراحت ہے یہ کتاب بندہ نوازؒ کی نہیں ہے لیکن علم ہوتا ہے کہ ایک
ہی نام کی دوسری کتاب ہے بندہ نوازؒ کی مشہور کتاب ابتدائی اردو (دکنی اردو) میں ہے اور یہ
دونوں کتابیں فارسی میں ہیں۔

۲۰۹۲ ملفوظات رسالہ دربیان مراتب فنا خواجۂ گیسودرازؒ جامعہ دیوبند (صفحہ۹۷)

۲۱۱۴ ملفوظات خواجہ بندہ خواجۂ گیسودرازؒ آصفیہ ایشیاٹک (صفحہ۹۸)

یہ صراحت ضروری تھی کہ ملفوظ کا نام کیا ہے؟ اس سے ''جوامع الکلم'' یا اس کے علاوہ
کوئی اور ملفوظ مراد ہے؟

۲۲۸۱ وجود العاشقین مصنف کا نام نہیں ہے پھلواری انجمن رضا (صفحہ۱۰۵)

۲۲۸۰ وجود العاشقین خواجۂ گیسودرازؒ خدابخش آصفیہ ایشیاٹک

عادیہ حبیب علی گڑھ ہمدرد سالار دیوبند ندوہ (صفحہ ۱۰۵)

کتاب کا نام ایک ہے مگر ایک کے لئے مصنف کا نام نہیں لیا گیا ہے اور ایک کی موجودگی پھلواری-انجمن اور رضا میں بتائی گئی ہے اور ایک کی موجودگی کئی ایک کتب خانوں میں کہی گئی ہے صفحات دونوں کتب کے ۱۰۵ ہیں اگر تمام مخطوطات کے تقابل کے بعد ایک نسخہ تیار کیا جائے تو بہتر ہے مفید ہوگا ایک کتاب کے ساتھ مصنف کا ذکر نہیں ہے اس لئے دونوں کتابوں کا دیکھنا ضروری ہے جس کتاب کو خواجۂ گیسودرازؒ کا کہا گیا ہے۔ اس کا ذکر کتاب ہذا میں نمبر ۳۹ پر ہے اور مولوی عطا حسین نے صرف بنگال ایشیاٹک سوسائٹی میں موجودگی ظاہر کی ہے۔

۲۳۰۱ وصیت نامہ خواجہ بندہ نواز خواجۂ گیسودرازؒ آصفیہ گیسودراز (صفحہ ۱۰۶)

کتاب کے مطالعہ سے موضوع کی وضاحت ہوگی ''وصیت نامہ'' سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ بندہ نوازؒ کی وصیت کو قلم بند کیا گیا ہے

۲۳۲۷ ہشت مسائل رسالہ ہشت مسائل گیسودرازؒ جیب آصفیہ (صفحہ ۱۰۷)
''عربی مخطوطات (فہرست)'' میں تحریر ہے

۴۳۱ شرح رسالہ قشیریہ محمد گیسودراز حسینیؒ آصفیہ (صفحہ ۱۲۹)

ضمیمہ ''ہندوستان کے کتاب خانوں میں مخطوطات تصوف فارسی-عربی'' کے ذیل میں درجِ ذیل کتب کا ذکر ہے۔

رسالہ برہان الواصلین گیسودرازؒ ٹونک (صفحہ ۱۵۰)
ہشت بہشت خواجۂ گیسودرازؒ علی گڈھ (صفحہ ۱۵۵)

فارسی-عربی مخطوطات لکھنے سے بہتر تھا کہ ہر ایک متذکرہ کتاب کے بعد زبان تحریر کردی جاتی۔

پاکستان میں تصوف کے مخطوطات میں درج ذیل کتابوں کے نام دئے گئے ہیں۔
۱۴۷ شرح برہان العاشقین متن گیسودرازؒ شرح از عبدالغفور چشتی (صفحہ ۲۰۱)
یہ کتاب بندہ نوازؒ کی کتاب کی شرح ہے۔
۳۱۵ حلیہ خواجۂ گیسودرازؒ (صفحہ ۲۰۶)

۴۵۶ رسالہ عرفانی محمد حسینیؒ (صفحہ ۲۱۰)
فاروقی نے اس کی موجودگی آصفیہ میں بھی بتائی ہے۔

۵۱۴ رویت خدا رسالہ دررویت خدا گیسودرازؒ (صفحہ ۲۱۲)

کتاب ہذا میں نمبر ۱۵ پر رسالہ ''دربیان رایت ربی فی احسن صورۃ'' اور نمبر ۲۳ پر رسالہ ''در رسالہ رویت باری تعالیٰ وکرامت اولیاءؑ'' کا ذکر ہوا ہے۔ مولوی عطا حسین اس کا آصفیہ میں ... تحریر کرتے ہیں وہیں سے انھوں نے نقل لی ہے۔

۵۲۷ سبیل المحققین والمجذوبیت گیسودرازؒ (صفحہ ۲۱۲)

سیدنا بندہ نواز خواجہ گیسودرازؒ کی جن کتب کا نمبروار ذکر کتاب ہذا میں ہوا ہے ان میں ... ذیل مزید کتب کا اضافہ ہوتا ہے۔

۱-رسالہ فی التصوف ۲-شرح عوارف المعارف (عربی) ۳-رسالہ برہان الواصلین
۴-رسالہ تصوف اثبات توحید ۵-آئینہ ۶-رسالہ عرفانی ۷-رسالہ راز ۸-وصیت نامہ
۹-ہشت مسائل رسالہ ہشت مسائل ۱۰-شرح رسالہ قشیریہ ۱۱-ہشت بہشت
۱۲-شرح جام جہاں نما ۱۳-ارشادالسالکین ۱۴-وقائق المعانی ۱۵-رسالہ درطریقۂ ...ور ۱۶-رسالہ درعشق ۱۷-رسالہ عشقِ حقیقی ۱۸-رسالہ حضرت گیسودرازؒ
۱۹-رسالہ وجودیہ ۲۰-رسائل سلوک ۲۱-شرحِ تمہیدات عین القضاۃ ہمدانیؒ
۲۲-شرح رسالہ قشیریہ ۲۳-شرح عوارف المعارف (فارسی) ۲۴-شطرنج نامہ ۲۵-عشقیہ
۲۶-...ق نامہ ۲۷-عشق حقیقی ۲۸-وجود العاشقین ۲۹-محبت نامہ ۳۰-عین الیقین
۳۱-مراد المریدین ومرام المریدین ۳۲-رسالہ دربیان مراتب فنا ۳۳-وصیت نامہ
۳۴-ہشت مسائل ۳۵-شرح رسالہ قشیریہ (عربی) ۳۶-ہشت بہشت ۳۷-حلیہ
۳۸-سبیل المحققین والمجذوبین۔ ۳۹-معراج العاشقین ۴۰-رویتِ خدا، رسالہ دررویتِ خدا
۴۱-رسالہ فی التصوف

مقالہ نگار کے ذریعہ صرف کتب کے نام اور ان کی موجودگی کا علم ہوتا ہے اس نے کسی کتاب کے تعارف میں کچھ نہیں لکھا ہے۔ ایسی بات ضرور علم میں آنی چاہئے تھی۔ جس سے کتاب کے موضوع اس کی حیثیت اور نوعیت کا (کسی قدر) علم ہوجاتا۔ اس لئے ہر کتاب کے مطالعہ

کے بعد اس پر روشنی ڈالنی ضروری ہے اور یہ کام ہونا چاہئے۔

پروفیسر شاہ عطاء الرحمٰن عطا کاکوی اپنے مقالہ بعنوان ''مرأۃ المحققین'' میں تحریر کرتے ہیں

''جس طرح ایک ہی نام کے کئی اشخاص ہوتے ہیں ایک ہی تخلص کے کئی شاعر ملتے ہیں، اسی طرح ایک ہی نام کی کتابیں کئی اشخاص کی ہوتی ہیں اور کبھی یہ بھی ہوتا ہے کہ کتاب ایک ہی ہے مگر کئی اشخاص کی طرف نادانستہ منسوب کردی گئی ہے۔ (صفحہ ۲۴۰)

یہ حقیقت بھی ہے اور بندہ نوازؒ کے ساتھ اکثر و بیشتر ایسا ہوا ہے۔ عطا کاکوی ''مرأۃ المحققین'' کے لئے اپنے مقالہ کے ایک ذیلی عنوان ''اس کے مختلف نسخے'' کے تحت لکھتے ہیں۔

''ہندوستان میں تقریباً بڑے کتب خانوں میں اس کے نسخے ملتے ہیں۔ سالار جنگ میں اس کے ۵ نسخوں کا حوالہ ہے۔ مگر عجیب بات ہے کہ فہرست نگار نے عنوان کو نصیر الدین طوسیؒ سے منسوب کردیا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ انکو غلط طور پر عزیز نسفی یا حضرت گیسو درازؒ گلبرگہ سے منسوب کردیا گیا ہے۔ یہ سب اطلاعات غلط فہمی پر مبنی ہیں۔'' (صفحہ ۲۴۱)

(تصوف برصغیر میں تصوف کے نادر مخطوطات پر جنوبی ایشیائی علاقائی سیمینار منعقدہ ۱۹۸۵ء کے مقالات)

''محبوب ذوالمنن فی تذکرہ اولیائے دکن محبوب التواریخ'' کے ذریعہ بھی کچھ کتب کا علم ہوتا ہے۔ صاحب کتاب تحریر کرتے ہیں۔

''حضرت نے اکثر رسائل و کتابیں علوم باطنی میں تصنیف کیں ازاں جملہ تنقیط تفسیر قرآن بطور سلوک تفسیر دیگر بطریق تفسیر کشاف و حواشی کشاف، و شرح مشارق بطور سلوک ترجمہ مشارق بہ فارسی معارف شرح عوارف ترجمہ عوارف بہ فارسی شرح تمہیدات عین القضات رسالہ دربیان ربی فی احسن صورۃ شرح رسالہ قشیری خلافت نامہ برائے خلفا ایک رسالہ بودو ہمت باشد کے معانی میں اردو ترجمہ رسالہ شیخ محی الدین عربیؒ رسالہ استقامت شریعت بطریقۃ الحقیقت محبت

نامہ سیرالنبی ﷺ شرح فقہ اکبر فارسی شرح قصیدہ امالی شرح عقیدۂ حافظیہ با فضائل خلفاءِ راشدین ضرب الامثال حواشی قوت القلوب اسمار الاسمار حدائق الانس خاتمہ رسالہ قشیری مجموعہ خمسہ رسائل دیوان فارسی۔ ملفوظات اول ملفوظات ثانی اورادِ مخصوص مکتوبات حضرت اور بھی بہت سے ملفوظات ہیں فقیر مولف منجملہ کتب ورسائل حضرت شرح آداب المریدین و محبت نامہ و بعض ملفوظات سے مستفید ہوا اور دوسرے کتابوں کے بھی تلاش میں ہوں۔ خدا نصیب کرے۔ (صفحات ۷۸۸-۷۸۹)

اگر مستفید ہوئی کتب کے تعارف میں کچھ اظہار کیا جاتا اور کسی قدر ان پر بات کی جاتی تو بہتر ہوتا۔

صاحب ''تذکرۃ اولیائے دکن'' نے خلافت ناموں دیوان فارسی ملفوظات اوراد اور مکتوبات کو بھی کتب میں شمار کیا ہے شرح آداب المریدین اور محبت نامہ کی صراحت کے ساتھ بعض ملفوظات سے مستفید ہونا ظاہر کیا ہے۔ لیکن مطالعہ شدہ کتب پر اپنی کوئی رائے ظاہر نہیں کی ہے غیر مطالعہ شدہ کی تلاش ظاہر کی ہے ''خدا نصیب کرے'' کے بیان سے اشتیاق ظاہر ہوتا ہے۔ صاحب تذکرہ کے بیان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ سیدنا بندہ نواز خواجہ گیسو درازؒ کی کتب اس وقت عام ہو چکی تھیں ان کا مطالعہ کیا جاتا تھا اور عدم دستیاب کتب کی تلاش جاری تھی۔

ملفوظات اول اور ملفوظات ثانی کی وضاحت سے علم ہوتا ہے دو ملفوظ تھے نام نہیں لکھے ہیں اگر لکھے جاتے تو واضح ہوتا کہ ''جوامع الکلم'' کے علاوہ بھی ملفوظ تھے۔ بعض ملفوظات سے مستفید ہونے کے اظہار سے یہ ظاہر ہوتا ہے۔ ان کی تعداد ایک سے زیادہ تھی۔ لیکن ملفوظات کا نام نہیں لیا گیا۔ بہر حال اگر بیان صحیح ہے تو اطلاع ملتی ہے ملفوظات تھے

متذکرہ کتب کے ذریعہ اور دیگر ذرائع سے علم میں آئی اور پہلے ذکر کی گئی کتب میں درج ذیل کتب کا مزید اضافہ ہوتا ہے۔

حواشی کشاف کا علم تھا۔ تفسیر کشاف کا علم میں اضافہ ہے۔ کہیں حواشی ہی کو تفسیر نہ کہا گیا ہو؟
ترجمہ مشارق کا علم تھا۔ لیکن شرح مشارق بصراحت بطور سلوک سے علم میں اضافہ ہوتا ہے
ترجمہ رسالہ قشیریہ کا علم تھا۔ شرح رسالہ قشیریہ علم میں اضافہ ہے۔

۱-تنقیط تفسیر قرآن بطور سلوک ۲-بود و ہست و باشد کے معنی میں ۳-رسالہ استقامت شریعت بطریقۃ الحقیقت ۴-شرح قصیدہ امالی ۵-شرح عقیدہ حافظیہ بہ فضائل خلفائے راشدین ۶-حواشی قوت القلوب وغیرہ

سیدنا بندہ نواز خواجۂ گیسودراز کی کتب کا تعین مشکل ہے۔ آپ کی علمی عظمت کا ایک ثبوت یہ ہے کہ آپ کے نام کی برکت کی خاطر اہل قلم آپ سے کتب کو نسبت دیتے رہے ہیں۔

صورتِ حال یہ ہے کہ ایک کتاب ''روحِ تصوف'' افادات حضرت خواجہ محمد گیسودراز بندہ نوازؒ (ناشر) آستانہ بک ڈپوئی دہلی بازار میں عام طور پر ملتی ہے اور بندہ نوازؒ کی کتاب سمجھ کر خریدی جاتی ہے۔

کتاب ھٰذا میں اظہارِ حقیقت کیا گیا ہے۔

''دورانِ مطالعہ کتب خانہ دارالعلوم دیوبند میں اسی (تصوف) موضوع پر ایک قلمی مسودہ نظر سے گذرا جو ہمارے موضوع کے لئے بہترین مواد تھا۔ یہ مسودہ حضرت بندہ نواز خواجہ سید محمد حسینی گیسودرازؒ کے ارشاداتِ عالیہ کا مجموعہ تھا۔ کتاب زیرِ نظر اسی مسودہ کا اردو ترجمہ ہے۔ یہ کتاب جہاں قانونِ تصوف اور ہدایت کا مرقع ہے وہاں سلسلہ عالیہ چشتیہ کی تعلیمات کا بیش بہا خزانہ بھی۔'' (صفحہ ۷)

بحث طلب یہ ہے کہ دارالعلوم دیوبند کا یہ قلمی مسودہ کس کا تحریر کردہ ہے؟ کس سن میں تحریر ہوا؟ اور ''ارشاداتِ عالیہ'' کا یہ مجموعہ کس نے ترتیب دیا؟ یہ ارشادات کن کتب سے لئے گئے ہیں اور کیا ان کی الگ ایک کتاب کی حیثیت ہے۔ تمام ضروری کیفیت سے آگاہی ہو تو ''سلسلہ عالیہ چشتیہ کی تعلیمات کا ''بیش بہا خزانہ'' ہے۔

پاکستان سے ''اقبال پبلشرز حیدرآباد کالونی کلیٹن روڈ کراچی'' نے اقبال الدین احمد کی ایک کتاب تذکرہ خواجہ گیسودرازؒ حضرت خواجہ بندہ نواز ابوالفتح صدرالدین محمد حسینی معہ تلخیص تصانیف وملفوظات کے نام سے ۱۹۶۶ء میں شائع کی ہے۔ اس کتاب کی سب سے بڑی کمی یہ ہے کہ کہی گئی اکثر باتوں کے لئے کوئی حوالہ نہیں دیا گیا ہے۔ صرف صفحہ ۶ پر ''کتب حوالہ جات''

کے ذیل میں لمعات الاسرار اخبار الاخیار سیر الاولیا (ترجمہ حکیم مسیح الدین احمد خاں مرحوم) سیر الاقطاب خیر المجالس از حمید قلندر ذکر الاصفیاء سیر محمدی (مخطوطہ) کے نام تحریر ہیں۔ یہ ضروری تھا کہ ہر ایک کہی گئی بات کا حوالہ دیا جاتا۔

متذکرہ کتاب میں ''تصانیف'' کے ذیل میں تحریر ہے۔

''بندہ نوازؒ کی تحریر کا ایک خاص رنگ ہے، وہ سلوک کے اسرار بسہولت بیان کرتے ہیں جس کے ثبوت میں آپ کی تصنیف وتالیف وغیرہ کی فہرست درج ذیل ہے۔''

(۱) ملتقط بہ قالب سلوک (تفسیر قرآن کریم) (۲) تفسیر ثانی بطریق کشاف (۳) حواشی کشاف (۴) شرح مشارق (درسلوک) (۵) ترجمہ مشارق (۶) معارف شرح معارف (۷) ترجمہ عوارف (۸) شرح تعارف (۹) شرح فصوص الحکم (۱۰-۱۱) شرح آداب المریدین (فارسی وعربی) (۱۲) شرح تمہیدات عین القضاۃ (۱۳) وجود العارفین (۱۴) رئیت دلی (۱۵) شجرۂ نسب (جس میں ستر کتابوں کے حوالے ہیں) (۱۶) شرح رسالہ قشیری (فارسی) (۱۷) بیان بود و ہست (۱۸) استقامت الشریعۃ بطریق الحقیقۃ (۱۹) حظائر القدس المعروف بہ عشقنامہ (۲۰) تلاوت الوجود (عربی) (۲۱) درّ الاسرار (عربی) (۲۲) عروج و زوال (۲۳) رویت (۲۴) سبیل المحققین والمجذوبین (۲۵) سیرۃ النبی (۲۶) اوراد نامہ (۲۷) شرح فقہ اکبر (فارسی) (۲۸-۲۹) شرح قصیدہ امالی (عربی وفارسی) (۳۰) شرح قصیدہ حافظیہ (۳۱) فضائل خلفائے راشدین (۳۲) حواشی قوت القلوب (۳۳) عقیدہ (۳۴) حدائق الانس (۳۵) آداب سلوک ظاہر (۳۶) اشارہ محبان حق (۳۷) مراقبہ (۳۸) معارفت رب العزت (۳۹) کتاب الاسمار (۴۰) ضرب الامثال (۴۱) خلافت نامہ

یہ تمام کتب آپ کی موجود پائی گئی ہیں ان کے علاوہ آپ کے مکتوبات وملفوظات ہیں جو آپ کے مریدوں نے جمع کئے ہیں۔

اقبال الدین احمد لکھتے ہیں

طلب گارِ معرفتِ الٰہی اور اخلاقیات کے طلبا کو لازم ہے کہ وہ آپ کی ہر ایک کتاب بغور وفکر مطالعہ کریں تاکہ آدابِ انسانی ومحبت ورسول اکرم ﷺ سے واقف ہوسکیں۔

(صفحات ۶۹-۷۰)

یہ تو لکھا ہے کہ یہ تمام کتب آپ کی موجود پائی گئی ہیں لیکن یہ صراحت نہیں ہے کہ کون سی

کتاب کہاں موجود ہے اور ہر ایک کتاب کا علم کس ذریعہ سے ہوا؟

متذکرہ فہرستِ کتب میں ''**شرح قصیدہ حافظیہ**'' ''**فضائلِ خلفائے راشدین**'' ایک کتاب کو دو دفعہ ظاہر کیا گیا ہے۔

اس کتاب ''**تذکرہ گیسودراز**'' میں بندہ نوازؒ کے لئے ایسی باتیں کہی گئی ہیں جو کسی اور کتاب میں نہیں ہیں۔ اس لئے یہ کتاب مطالعہ کے ساتھ غور طلب ہے۔ اور بلا حوالہ کہی گئی بات بہر حال ناقابلِ اعتماد ہے۔ میں نے بھی اپنی کتاب ''**خواجہ فخرالدین احمدؒ**'' میں بندہ نوازؒ کی حاضری سرواڑؒ'' کا حوالہ دیا ہے جو اطمینان بخش نہیں ہے۔

ملتقط کا ذکر کتاب ہٰذا میں نمبر ۳۸ پر ہے۔ یہ قالب سلوک (تفسیر قرآن پاک) کی صراحت ہے ''تفسیر کشاف'' حواشی کشاف کا ذکر کتاب ہٰذا میں نمبر ۱۱ پر ہے۔ کہیں حواشی کو تفسیر تو نہیں کہا گیا ہے۔ ''شرح مشارق'' کا ذکر کتاب ہٰذا میں نمبر ۶ پر ہے وہاں ''مشارق'' کے ساتھ ترجمہ ہے اور یہاں شرح ہے اور ''درسلوک'' کی صراحت ہے۔ ''ترجمہ مشارق'' کا ذکر کتاب ہٰذا میں نمبر ۶ پر ہے۔ ''تعارف شرح معارف'' کا ذکر کتاب ہٰذا میں نمبر ۲۷ پر ہے۔ یہاں شرح کی صراحت ہے۔ ''شرح تعارف'' کا ذکر کتاب ہٰذا میں نمبر ۲۷ پر ہے۔ ''شرح فصوص الحکم'' کا ذکر کتاب ہٰذا میں نمبر ۳۱ پر ہے۔ ''شرح آداب المریدین'' کا ذکر کتاب ہٰذا میں نمبر ۳۵ اور ۳۶ پر ہے۔ ''شرح تمہیدات عین القضاۃ'' کا ذکر کتاب ہٰذا میں نمبر ۲۸ پر ہے۔ ''رائیت ربی'' کا ذکر کتاب ہٰذا میں نمبر ۱۵ پر ہے۔ ''حظائر القدس'' کا ذکر کتاب ہٰذا میں نمبر ۹ پر ہے۔ ''المعروف بہ عشقنامہ'' کی صراحت ہے۔ ''سیرۃ النبی'' کا ذکر کتاب ہٰذا میں نمبر ۲۴ پر ہے۔ وہاں املا سیر النبی ہے یہاں سیرۃ النبی ہے۔ ''شرح فقہ اکبر'' کا ذکر کتاب ہٰذا میں نمبر ۲۳ پر ہے۔ یہاں یہ وضاحت ہے کہ یہ فارسی میں ہے۔ ''شرح قصیدہ امالی'' (عربی و فارسی) کا ذکر کتاب ہٰذا میں نمبر ۳۳ پر ہے۔ لیکن املا امالی کے بجائے ''امانی'' ہے۔ ''شرح قصیدہ حافظیہ'' کا ذکر کتاب ہٰذا میں نمبر ۳۰ پر ہے لیکن یہاں ''**قصیدہ**'' ہے اور وہاں ''**عقیدہ**'' ہے۔ صحیح کیا ہے کتاب دیکھنے پر علم ہو سکتا ہے۔ ''**حواشی قوت القلوب**'' کا ذکر کتاب ہٰذا میں نمبر ۱۰ پر ہے۔ ''**عقیدہ**'' کا ذکر کتاب ہٰذا میں نمبر ۳۶ پر ہے۔ ''**حدائق الانس**'' کا ذکر کتاب ہٰذا میں نمبر ۸ پر ہے۔ ''**کتاب الاسمار**'' کا ذکر کتاب ہٰذا میں نمبر ۱ پر ہے۔ صحیح نام ''**اسمار الاسمار**'' ہے۔ ''**ضرب الامثال**'' کا ذکر کتاب ہٰذا میں نمبر ۳۵ پر ہے۔

''**شرح رسالہ قشیریہ**'' کا علم عربی فارسی مخطوطات فہرست سمینار ۱۹۸۵ء سے بھی

ہوتا ہے اور عربی مخطوطات کی فہرست سے بھی ہوتا ہے۔ ''**سبیل المحققین**'' کا علم پاکستان میں ... ل کے مخطوطات سے بھی ہوتا ہے۔

تمام متذکرہ کتب میں درج ذیل مزید کتب کا اضافہ ہوتا ہے لیکن منسوب کتب کی ... باقی رہتی ہے۔ کون سی کتاب آپ کی ہے اور کون سی نہیں ہے؟

۱-**وجود العارفین** ۲-**شجرہ نسب** (جس میں ۷۰ کتابوں کے حوالے ہیں) ۳-**بیان ہست و بود** ۴-**استقامت شریعت** ۵-**تلاوت الوجود** (عربی) ۶-**درۃ الاسرار** (عربی) ۷-**عروج و زوال** ۸-**رویت** ۹-**اورادنامہ** ۱۰-**فضائل خلفائے راشدین** ۱۱-**آداب سلوک ظاہر** ۱۲-**اشارہ عیانِ حق** ۱۳-**مراقبہ معرفت رب العزت**

فضائلِ خلفائے راشدین اور کتابِ **حافظیہ** ایک کتاب ہے یا علیحدہ۔ یہ طے کرنا ہے ایک ہے تو اضافہ نہیں ہے اور علیحدہ ہے تو اضافہ ہے۔

ڈاکٹر محمد ذکی اپنے مقالہ ''**تصوف کے تین اہم مخطوطات**'' میں ''**گلزارِ ابرار**'' کے ذکر میں تحریر کرتے ہیں (تصوف برِصغیر میں تصوف کے نادر مخطوطات سیمنار ۱۹۸۵)

(۳) **گلزارِ ابرار** آپ نے ان صوفیا اور علما کی متعدد تصنیفات سے بھی استفادہ کیا ہے جن کی سوانح ''گلزارِ ابرار'' میں شامل کی گئی . . . . رسائل گیسودراز کی تصنیفات مثلاً ''**معدن المعانی**'' ''**جواہرِ خمسہ**'' اور ''**کلید مخازن ضمائر بصائر**''
(صفحہ ۹۲)

متذکرہ کتب میں صرف ایک رسالہ ''**اوراد**'' کا پہلے ذکر ہوا ہے باقی رسائل کا ذکر کسی حوالے سے علم میں نہیں ہے۔ تعجب ہے جن رسائل کا حوالہ ''**گلزارِ ابرار**'' جیسے معروف تذکرہ میں دیا گیا ہے ان کا نام تک کتب بندہ نوازؒ کے کسی ذاکر نے نہیں لیا ہے۔ یقینی ہے کہ تمام کتب بندہ نوازؒ کا علم کسی کو نہیں ہے۔ جن کتب کا حوالہ ''**گلزارِ ابرار**'' میں ہے یقین ہے وہ ''**صاحب گلزارِ ابرار**'' کی دسترس میں ہوں گی اور وہ ان کے عہد تک دستیاب تھیں۔

ایک رسالہ ''**ارشاد الطالبین**'' ہے جس کا تعارف ڈاکٹر پروین رخسانہ نے اپنے مقالہ ''**ارشاد الطالبین**'' سید محمد حسینی گیسودراز میں کرایا ہے اور اس مخطوطہ تحریری ۱۳رشعبان

۱۳۵۸ھ کی فوٹو اسٹیٹ کاپی بھی شائع کرادی ہے۔ ان کا کہنا ہے:

"آپ کی عمر شریف ۱۰۵ سال کی تھی اور اتنی ہی کتابیں اور رسائل بھی آپ سے منسوب کئے جاتے ہیں۔ رسالہ "شکارنامہ" اور رسالہ دل آرام وغیرہ وغیرہ۔"

رسالہ "**شکارنامہ**" کا ذکر ایک دو بار پہلے ہو چکا ہے۔ "**رسالہ دل آرام**" کا ذکر کسی نے نہیں کیا ہے۔ اس لئے معلوم شدہ کتب میں یہ اضافہ ہے۔

پروین رخسانہ کہتی ہیں

"ایسا محسوس ہوتا ہے آپ کے ارشادات کو آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت اکبر حسینی اور دیگر ارادت مند ترتیب دیتے تھے۔"

"محسوس" ہونے سے کچھ نہیں ہوتا ہر ایک اظہار رائے شہادت چاہتا ہے ویسے آپ کے ارشادات کو آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت اکبر حسینیؒ اور دیگر ارادت مند ترتیب دیتے تھے کہنے میں وزن ہے ایسا ہوا ہے۔

پروین رخسانہ کا کہنا ہے

"ایسے مرتب کردہ رسالوں میں سے ایک "ارشادالطالبین" بھی ہے۔ یہ رسالہ روضۂ شیخ علاء الدین جنیدیؒ گلبرگہ شریف کے سجادہ نشین صاحب کے ذاتی ذخیرۂ کتب میں محفوظ ہے۔"

اس متذکرہ مخطوطہ کا پروین رخسانہ سنہ کتابت تحریر کردیتیں تو بہتر تھا۔ پھر وہ لکھتی ہیں:

"(۱) میرے نزدیک اس کی یہ اہمیت ہے کہ یہ غیر مطبوعہ ہے۔ (۲) دوسری بات یہ ہے کہ نہایت اچھی حالت میں ہے ہر چند اس کے دو صفحات کے کنارے تباہ ہوگئے ہیں (۳) تیسری اہمیت یہ ہے کہ مختصر انداز میں حضرت خواجہ گیسودرازؒ کی تعلیمات اس رسالہ میں مل جاتی ہیں۔" حکایات اور تمثیلات کے ذریعہ بیان کو طول نہیں دیا ہے۔

یہ اطلاع اہم ہے ورنہ تمثیلات بندہ نوازؒ کا اہم پیرایہ بیان ہے اور ان کا اسلوب اس سے عبارت ہے۔

پروین رخسانہ کہتی ہیں:

"ہر بیان کی بنیاد یا تو قرآن شریف کی متعلقہ آیت پر ہے یا اس بیان سے متعلق حدیث شریف کو تائید میں پیش کیا ہے۔"

اس مخطوطہ میں حسبِ ذیل Topics یا موضوعات پر خواجہ گیسودرازؒ کے ارشاداتِ عالیہ ہمیں ملتے ہیں۔ (۱) عرفان (۲) ایمان (۳) اسلام

ان تین باتوں کی تشریح نہایت مختصر مگر جامع انداز میں ہے۔ اس کے بعد (۱) مقام ناسوت (۲) مقام ملکوت (۳) مقام جبروت ان امور کی تشریح کے بعد (۱) ذکر سرّی (۲) ذکرِ خفی سے متعلق طالب کو ضروری ہدایات دی گئی ہیں۔

(۱) اصل مخطوطہ نواب صاحب کلیانی ضلع بیدر کے ذخیرۂ کتب میں ہے

(۲) میں نے جس نسخہ سے استفادہ کیا ہے وہ کلیانی والے نسخہ کی نقل ہے

(۳) کلیانی والے نسخہ پر ۱۲/شعبان ۱۲۵۸ھ کے ساتھ ساتھ "کتب خانہ اسٹیٹ کلیانی محفوظ است" لکھا ہے۔ [۱]

جس طریقہ پر "رسالہ **ارشادالطالبین**" پر بات ہوئی ہے ایسی ہر ایک متذکرہ کتب پر ہو پاتی تو کیا کہنا تھا۔ "**ارشادالطالبین**" کے لئے بھی یہ ضروری ہے کہ کلیانی والے نسخہ کا تقابل سجادہ نشین روضۂ شیخ کے نسخہ سے کیا جائے۔

اس نسخہ میں شاہ میرانجی شمس العشاقؒ کا حوالہ ہے۔ اس لئے یہ واضح ہوتا ہے ارشاد بندہ نوازؒ کے ہیں اور رسالہ کسی اور نے ترتیب دیا ہے۔ "**ارشادالطالبین**" کا ذکر کتاب متذکرہ میں نہیں ہے اس لئے یہ مزید اضافہ ہے۔

بندہ نوازؒ کے ہر ارشاد اور ہر تحریر کو ہم کتاب نہیں کہہ سکتے ہیں۔ اس لئے ہمیشہ کتب، رسالہ، ارشاد اور تحریر کی وضاحت کرنی چاہئے۔

حکیم خالد جاوید شمسی لٹریری ریسرچ یونٹ (یونانی) ہمدرد نگر دہلی کتب خانہ خانقاہِ عمادیہ پٹنہ کے دو اہم مخطوطات کے ذیل میں "**وجودالعاشقین**" کے ذیل میں تحریر کرتے ہیں:

"سید محمد حسن الحسینی بندہ نواز گیسودرازؒ کی تصنیف "**وجودالعاشقین**" کا ایک قلمی نسخہ خانقاہ عمادیہ پٹنہ میں محفوظ ہے . . . صفحہ کا سائز ۹×۵، متن کا سائز ۷×۴، تعداد اوراق سات۔ ابتدا اس طرح ہوتی ہے۔

[۱] میرے خسر نواب صاحب کلیانی کے انتقال کے بعد میری خوشدامن مرحومہ کی تحویل میں کتب خانہ اسٹیٹ کلیانی تھا انھوں نے کئی بار مجھ سے کہا وہ کتب میں اپنے یہاں منتقل کرلوں۔ حالات کے سبب ایسا نہ ہوسکا جس کا اب تک ملال ہے۔ کتب خانہ میں بندہ نوازؒ کے بہت سے رسائل مخطوطات کی شکل میں موجود تھے۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ سپاس بے حد ستائش بے عدد بر قادر مطلق و حاکم برحق و جاناں و عاشقان و صاحب جملہ جہاں درود بے قیاس بر احمد حق شناس را کہ محب درگاہ محبوب شہنشاہ و معین العاشقین و مفید المحققین و تابعین المقربین باد علی الہ الامجاد سخن چند از عشق بے پایاں خاک و صفوت جانِ پاک در قلم آوردہ میشود تا محباں را محبت بیفزاید و دوستاں را دوستی نماید۔ عبارت کا متن اس بات پر شاہد ہے کہ یہ نسخہ بندہ نواز کی ذاتی تصنیف ہے۔

آخری عبارت اس طرح ہے

"ایں مختصر را **وجود العاشقین**" نام نہادہ بر تصنیف سید محمد حسن الحسینی بندہ نواز گیسو درازؒ تمام رسید روز دوشنبہ بوقتِ چاشت تاریخ پانزدہم شہر ربیع الاول سنہ احد جلوس حضرت ظلِ سبحانی فرمانروا کارکشا عالم کرنائی۔ ظل اللہ

پورے رسالے میں عشق، عاشق اور معشوق کے بارے میں خبریں دی گئی ہیں . . . . مخطوطہ کا اختتام کلامِ منظوم پر ہوتا ہے۔ اشعار بغیر کسی نسبت کے نقل کئے گئے ہیں اس لئے اغلب یہ ہے کہ یہ اشعار حضرت بندہ نوازؒ کے ہوں گے۔ نظم سے پہلے ایک قطعہ بھی ہے . . . جس قدر پڑھا جا سکا نقل کیا جاتا ہے۔

قطعہ کے بعد ۷ اشعار نقل کئے گئے ہیں۔ اشعار کے بعد تحریر ہے اور یہیں یہ مخطوطہ اختتام پذیر ہو جاتا ہے۔

"**وجود العاشقین**" کا ذکر کتاب ہذا میں نمبر ۳۹ پر ہے۔ بندہ نوازؒ کا اسمِ گرامی "سید محمد حسینی" ہے اور مخطوطہ میں "سید محمد حسن الحسینی" ہے۔ یہ مغالطہ پیدا کرتا ہے نام غلط لکھا گیا ہے جو کاتب کی لاعلمی کا باعث ہے۔ مقالہ نگار کا یہ کہنا متن اس بات پر شاہد ہے کہ یہ نسخہ بندہ نوازؒ کی "ذاتی" تصنیف ہے۔ غور طلب ہے کیا متن شناسی سے وہ واقف ہیں کیا بندہ نوازؒ کے اپنے قلم کی کوئی تحریر انھوں نے دیکھی ہے؟ اور کیا بندہ نوازؒ کی نثر کا اور اسلوب کا ان کو علم ہے تصنیف کے ساتھ لفظ "ذاتی" سے ان کی کیا مراد ہے۔ "ذاتی" کا یہاں استعمال محلِ نظر ہے۔ بندہ نوازؒ اپنی کتاب / رسالہ ہمیشہ املا کراتے تھے۔

تصوف برِ صغیر میں تصوف کے نادر مخطوطات پر جنوبی ایشیائی علاقائی سمینار

[illegible] ۱۹۸۵ء کے مقالات میں ایک حصہ "ذخیروں کا مختصر تعارف" ہے۔ اس میں جناب [illegible] جمالی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ اپنے ایک مقالہ "ایک اور مشرقی کتاب خانہ میں تصوف پر چند [illegible] رسائل" (ایک اجمالی جائزہ) میں تحریر کرتے ہیں۔

"رسالہ **فی التصوف**" سید محمد گیسو دراز بندہ نوازؒ اوراق ۸ سطور ۱۳

کاتب بدرالدین بن احمد قریشی مکتوبہ ۱۰۶۸ھ مقام کرمو دیلی بیدر۔

[illegible] ہو چکا ہے۔

جناب شوکت علی خاں ٹونک راجستھان اپنے مقالہ "عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹی ٹیوٹ ٹونک" میں محفوظ تصوف کے چند اہم مخطوطات میں تحریر کرتے ہیں:

"شرح عوارف المعارف (عربی) عوارف المعارف شہاب الدین ابوحفص عمر بن عبداللہ السہروردیؒ متوفی ۶۳۲ھ/۱۳۳۴ء کی مذہبِ تصوف کی ایک طرح کی دائرۃ المعارف ہے۔ زیر نظر نسخہ اسی عوارف المعارف، کی ضخیم اور اہم شرح ہے جو سید محمد حسن گیسو دراز چشتیؒ خلیفہ حضرت نصیر الدین چراغ دہلویؒ کی مرہونِ منت ہے۔ جس میں عوارف المعارف کے دفتر کے دفتر کھولے ہیں۔ انقباض کو انشراح جلال کو جمال، قال کو حال، جذب کو کیف، کیف کو سرمستی، سکر کو صحو اور صحو کو استغراق کا جامہ پہنا دیا ہے۔ "عوارف المعارف" کی وہ نکتہ پردازیاں پیدا کر دی ہیں کہ جزئیات و مخفیات بے حجابانہ جلوہ گر ہو کر حیرت سامانیوں میں وضع ہونے لگیں۔ جہاں حیرت سامانیاں، جلوہ نمائیاں اور نیرنگیاں اور انوار و تجلیات بن بن کر بکھرنے لگیں اور یوں عوارف و معارف کھلنے لگے جیسے کہساروں سے آبشار پھوٹتے ہیں اور نازک شاخوں سے شوخ غنچے چٹک اٹھتے ہیں۔

شیخ سہروردیؒ نے سلوک و تصوف کے اسرار و انوار، رموز و نکات جزئیات و مخفیات کو عوارف و معارف میں سمویا تھا (۹۷) صفحات تک متن کے موضوعات اور عنوانات لکھے ہوئے ہیں۔ اول صفحے پر سرخی لکھی ہوئی ہے جو بعنایت غور و خوص کے بعد اس طرح پڑھی جاتی ہے جس سے مخطوطے کا عنوان اور شارح کا پتہ چلا ہے۔ پھر بھی ایک جگہ ایک دو حرف محو شدہ اس طرح شنگرفی نوشتہ ہے "من شرح **عوارف**

المعارف المسماۃ.....**معارف العوارف**'' تصنیف حضرت مخدوم سید محمد حسن گیسو دراز ،عارف شہباز بلند پرواز قدس اللہ سرہٗ ''**معارف العوارف**'' سے پہلے کوئی حرف مقطوع نظر آتا ہے۔اس لئے اس شرح کا نام ''**معارف العوارف**'' ہے ۔اصل کتاب کا نام ''**عوارف المعارف**'' ہے۔اس کی صوتی ہم آہنگی اور ترکیب مقلوبی کا لحاظ رکھتے ہوئے شارح نے اپنی شرح کا نام ''**معارف العوارف**'' رکھا ہوگا جو قرینِ قیاس ہے۔

۵۷ صفحات تک بالترتیب ''فا'' لکھ کر مواد و متن کے بارے میں سرخیاں لکھی ہیں۔ان میں سے ذیل میں ترجمہ کیا جاتا ہے۔ روحانیت حضرت ابراہیم ،دہم تلمیذ الامام الاعظم فی ترک تعلم الفقه، حضرت احمد حنبل، معنی حضوری قلب عندالفقهاء العمل بالعلم الدرسی پھر علم الوارثہ کی بحث ہے۔طریق اکتساب الجنات وغیرہ

ان صفحات کے بعد کہیں کہیں حواشی اور کاتب کے نوشتہ اشارے پائے جاتے ہیں۔اخیر سے ناقص ہے اس لئے ترقیمہ وغیرہ غائب ہے۔پھر بھی اصل متن سے تقابل کرنے کے بعد یہ کہا جاسکتا ہے کہ ایک دو صفحات نہیں ہیں اس لئے کہ آخری صفحہ ۱۰۵۶ پر قولہٗ قال رسول اللہ ﷺ اذا احب اللّٰـه عبداً . . . الخ کی بحث ہے۔

شاہ گیسو درازؒ نے انھیں کیفیاتِ جذب و کیف سے بسط و شرح بیان فرمائی ہے یہ ''**عوارف المعارف**'' کی عزیز الدھر شرح ہے جو صرف اسی ادارے کی زینت ہے۔ اس کی اب تک کوئی کاپی دستیاب نہیں ہوسکی۔انڈیا آفس کے کتب خانے میں اس کی ایک اور شرح محفوظ ہے وہ بھی کافی ضخیم ہے اور ہندوستانی صوفی عبدالقدوس بن اسمٰعیل غزنویؒ متوفی ۱۵۳۸ء/۹۴۵ھ کے رشحاتِ قلم کا نتیجہ ہے۔آر۔ بری نے اپنے ذخیرے کے علاوہ اس کی دوسری کاپی کہیں نہیں دیکھی اس اعتبار سے اگر انڈیا آفس میں یہ اپنی نوعیت کی انوکھی تصنیف ہے تو اس سے کہیں پہلے کی شرح ٹونک میں محفوظ ہے جس کی ایک فوٹو اسٹیٹ کاپی گلبرگہ شریف کے سجادہ نشین نے اپنے کتب خانہ کے لئے طلب کی ہے۔

ہمارے نسخہ کی تقطیع کلاں ہے بادامی کاغذ دولت آبادی دیمک خوردہ خط عربی قدیم آخر سے ناقص ہونے کی وجہ سے کاتب و کتابت کا صحیح پتہ نہیں چل سکا۔ پھر بھی روشِ تحریر اور کاغذ کی ساخت، پرداخت، قلم کی روش، دور، دامن نشست، کرسی دانگ، سطح اور جوف کے پیمانے اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ اس کی کتابت دسویں صدی ہجری کے اواخر یا گیارہویں صدی کے اوائل میں ہوئی ہوگی۔اس لئے ان حروف کی کتابت کی بھی تاریخ ہے۔ ہر صدی کی روش اور ہر صدی کے امتیازات و خصوصیات اپنی اپنی جگہ تاریخ لئے ہوئے ہیں۔خط نسخ رواں ہوتے ہوئے بھی قلم کی مہارت نظر آتی ہے۔کہیں کہیں ثلث کے آثار نمایاں ہیں۔ ہائے مدوّر اور یائے معروف اور دوسرے حروف تو نسخ کی روش لئے ہوئے ہیں پھر بھی ر، ـو، د، ک وغیرہم کہیں کہیں ثلث کے زیرِ اثر نظر آتے ہیں۔

مخطوطہ کافی شکستہ، خستہ، پیوند نمودہ اور آب رسیدہ ہونے کے باوجود نہایت صاف ہے۔البتہ آثار خستگی سے بہت متاثر ہے۔کل ۱۰۵۶ صفحات ہیں ہر صفحہ ۲۱ سطری ہے۔ بہت کم صفحات پر حواشی چڑھے ہوئے ہیں بلکہ اول صفحہ سے ثابت ہوتا ہے کہ ''عوارف المعارف'' کی تیس سطور کی شرح غائب ہے جو دو ایک صفحے میں ہوسکتی ہے۔ (صفحات ۲۹۰-۲۹۱-۲۹۲)

شوکت علی خاں کی تحریر من و عن نقل کرنے سے مقصود یہ ہے کہ بندہ نوازؒ کی ہر کتاب اور رسالہ کا تعارف اسی طرح کرایا جائے۔شوکت علی خاں کی تحریر میں ایک بات کو کہیں کہیں دہرایا گیا اور بندہ نوازؒ کے اسمِ گرامی ''سید محمد حسینی'' کو ''سید محمد حسن'' غلط تحریر کیا گیا ہے۔ پہلے بھی اس کتاب کے تعارف شوکت علی خاں کے وقت واضح کرچکا ہوں۔ کتاب ہٰذا میں ''شرح عوارف المعارف'' کا ذکر پہلے بھی آیا ہے۔

تصوف برِصغیر میں تصوف کے نادر مخطوطات پر جنوبی ایشیائی علاقائی سمینار منعقدہ ۱۹۸۵ء کے مقالات میں ایک حصہ ''**عمومی جائزے**'' ہے۔اس میں عبدالحیٔ فاروقی ...ی تغلق آباد دہلی اپنے مقالہ ''تصوف میں ہندوستانی علماء و مشائخ کی کچھ اہم ...اور تصنیفات'' میں سید محمد گیسو دراز چشتی دہلویؒ (م ۸۲۵ھ) کے ذیلی عنوان سے تحریر۔

کرتے ہیں۔

''. . . . تصوف میں مندرجہ ذیل تصنیفات آپ کی مختلف کتب خانوں میں پائی جاتی ہیں۔''

آصفیہ لائبریری میں رسالہ **تصوف در اثباتِ توحید، استقامت الشریعہ، آئینۂ رسائل تصوف، رسالہ در بیانِ اذکار و اثباتِ توحید، اسمار الاسمار، رسالہ عرفانی، رسالہ راز اور رسالہ خاتمہ** موجود ہے۔ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال میں ''**مکاتیب گیسودراز**'' انجمن ترقی اردو پاکستان میں ''**شکارنامہ**'' ''**حدائق الانس**'' اور ''**شرح جامِ جہاں نما**'' موجود ہے۔ مولانا زید فاروقی کے یہاں ترجمہ ''**آداب المریدین**'' مصنفہ ضیاء الدین عبدالقاہر سہروردیؒ (م ۶۶۳ھ) بھی موجود ہے۔

ان کتابوں کا ذکر کتاب ہذا میں پہلے ہو چکا ہے۔

(۵)

سیدنا بندہ نواز خواجۂ گیسودرازؒ نے وقت کی رفتار کی نبض پر ہاتھ رکھا زمانے کے تقاضوں کو پہچانا اور اپنی بات کو عام کرنے کے لئے فارسی کی جگہ عوامی بولی اردو دکھنی کو اپنایا۔ ان کی اردو کتب کا ذکر اہلِ قلم نے کیا ہے ان میں **معراج العاشقین، ہدایت نامہ، مجموعہ رسالہ تصوف، ہفت اسرار، رسالہ حدیث قدسی، شکارنامہ** وغیرہ مشہور ہیں۔ ان کتب کی زبان کو دکنی اردو بھی کہا گیا ہے۔ ان کتب پر حکیم شمس اللہ قادریؒ بابائے اردو عبدالحق، ڈاکٹر نذیر احمد اور ڈاکٹر ثمینہ شوکت وغیرہ نے کام کیا ہے۔ بعض کتب پر یہ ان کی تصنیف ہیں یا نہیں؟ موافق اور مخالف بحث کا سلسلہ جاری ہے۔

ڈاکٹر حسینی شاہد نے اپنے معیاری مقالہ ''**سید امین الدین علی اعلیٰ**'' میں ان خیالات کا اظہار کیا ہے۔

''بندہ نوازؒ کے نثری رسائل کا انتساب شبہ سے خالی نہیں۔'' (صفحہ ۱۰)

''نثری رسائل کی طرح ایک چکی کا گیت بھی بندہ نوازؒ سے منسوب ہے لیکن یہ اکتساب نثری رسائل کے اکتساب سے زیادہ کمزور ہے۔'' (صفحہ ۱۱)

''نظامِ تصوف کے نہ سمجھنے کی وجہ سے ہمارے محققوں نے رسائل کے انتساب میں

[illegible] غلطیاں کی ہیں۔ . . . ''**معراج العاشقین**'' صدرالدین اور شہباز کی نظم ونثر کا حضرت بندہ نوازؒ سے انتساب اسی نظام تصوف سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے۔

حسینی شاہد سے میری ملاقاتیں رہی ہیں انھوں نے کتاب ''**امین الدین علی اعلیٰ**'' اپنی تحریر کے ساتھ مجھے دی تھی ان سے ''معراج العاشقین'' کے لئے گفتگو ہوئی تھی وہ حفیظ قتیل [illegible] تھے اور ان کی تائید کرتے تھے۔

ان کا یہ استدلال ''بندہ نوازؒ سے انتساب'' اسی نظامِ تصوف سے ناواقفیت کا نتیجہ [illegible] اس طریقۂ اظہار سے بات واضح نہیں ہوتی ہے اور نہیں معلوم ہوتا ہے کہ وہ یہ کہہ کر کیا [illegible] کرنا چاہتے ہیں؟ ''نظام تصوف'' سے ان کی کیا مراد ہے؟ ''نظام تصوف'' تو انھوں نے تحریر کردیا۔ لیکن اس کی تعریف اور وضاحت نہیں کی ''**تصوف**'' کی صحیح تعریف ہی مشکل ہے چہ جائے کہ اس کے نظام کی بات کرنا۔

سیدنا بندہ نواز خواجۂ گیسودرازؒ کی اس حیثیت سے کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ وہ ان کے عہد کی عوامی بولی سے واقف نہ تھے۔ انھوں نے اپنے مریدوں اور طالب علموں کو نہ صرف اس بولی [illegible] دیا بلکہ ان کے لئے نظم ونثر میں کئی رسالے لکھے ان رسائل کی زبان دکنی سے کسی قدر مختلف اور [illegible] بولی وہریانی سے کس قدر قریب تھی۔

بندہ نوازؒ نے ایک طویل عمر دہلی میں گذاری تھی۔ اس لئے لازمی طور پر ان کی زبان ان بولیوں سے زیادہ متاثر تھی جو دلی اور دلی کے اطراف میں بولی جاتی تھیں دکھنی یعنی ابتدائی اردو میں ان کے اکثر اشعار واقوال (مقولے) زبان زدِ خاص وعام رہے ہیں اب یہ طے کرنا مشکل ہے کہ یہ ان کے ہیں یا نہیں؟ دراصل وقت کے ساتھ اپنے استعمال اور عوام کی زبان پر رہنے کے سبب ان میں تبدیلی آتی رہی ہے یہ ایک فطری عمل تھا اس لئے کسی خاص عہد کی لسانی بناء پر انھیں رد نہیں کیا جاسکتا ہے۔

ڈاکٹر ثمینہ شوکت اپنی مرتبہ کتاب ''**شکارنامہ**'' میں ذیلی سرخی ''اردو تصانیف'' کے ذیل میں تحریر [illegible] ہیں۔

> **حضرت گیسودرازؒ** کی اردو تصانیف کی جانب سب سے پہلے حکیم شمس اللہ قادری نے ہماری توجہ منعطف کرائی تھی ''**اردوئے قدیم**'' میں انھوں نے آپ کے دو رسالوں

"معراج العاشقین" اور "ہدایت نامہ" کا تذکرہ کیا تھا۔ اور یہ بھی لکھا تھا کہ جو
لوگ عربی اور فارسی سے ناواقف تھے ان کے سمجھانے کے لئے آپ نے چھوٹے
چھوٹے متعدد رسالے دکنی میں تصنیف فرمائے تھے۔ (اردوئے قدیم ص ۴۴)

مولوی عبدالحق مرحوم نے "معراج العاشقین" کو مرتب کرتے ہوئے اس کے
دیباچہ میں لکھا تھا کہ میرے پاس حضرت کے متعدد رسالے اس زبان میں تصنیف
کئے ہوئے موجود ہیں۔ (دیباچہ معراج العاشقین ص-۵)

اب یہ نہیں معلوم کہ وہ رسالے کہاں ہیں۔ محفوظ ہیں یا ضائع ہو گئے۔

ڈاکٹر ثمینہ شوکت تحریر کرتی ہیں

مولوی عبدالحق مرحوم نے "معراج العاشقین" کو حضرت گیسو درازؒ کے نام
سے منسوب کرتے ہوئے نہایت محتاط انداز اختیار کیا تھا۔ تاہم ایک بات انھوں نے
پورے ایقان کے ساتھ یہ لکھی تھی کہ حضرت گیسو درازؒ اردو میں بھی ارشاد فرمایا کرتے
تھے۔ (دیباچہ معراج العاشقین)

"اردو کی ابتدائی نشو ونما میں صوفیائے کرام کا کام" کی ترتیب کے وقت
مولوی صاحب مرحوم کا شبہ دور ہو چکا تھا چنانچہ انھوں نے حضرت گیسو درازؒ کے کئی
اردو رسالوں کے نام بھی گنائے ہیں جو ان کے کتب خانے میں موجود تھے۔
(اردو کی نشو ونما ص ۲۵)

ڈاکٹر ثمینہ شوکت "اکیس بیس تصانیف" کے ذیلی عنوان کے ذیل میں تحریر کرتی ہیں:

حضرت گیسو درازؒ کی اردو تصانیف کے سلسلے میں جہاں تک میں نے چھان بین
کی ہے مختلف کتب خانوں میں آپ سے منسوب تقریباً بیس اکیس تصانیف
دستیاب ہوئی ہیں جن کی تفصیل حسبِ ذیل ہے۔

۱-معراج العاشقین ۲-ہدایت نامہ ۳-شہ بارہ (کذا) ۴-تمثیل نامہ
۵-دارالاسرار (دراسرار درانذر (کذا) ۶-تلاوت الوجود ۷-خلاصۃ التوحید
۸-ہشت مسائل ۹-تشریح کلمہ طیبہ ۱۰-وجود نامہ ۱۱-مجموعہ رسالہ تصوف
۱۲-وجود العاشقین ۱۳-مثنوی تمثیل نامہ ۱۴-رسالہ کھیتی ۱۵-پند ارشاد نامہ
۱۶-رسالہ حدیث قدسی ۱۷-مثنوی دکنی ۱۸-مثنوی مشتمل بر مطالب تصوف

۱۹-مشاہدۃ الاکبر ۲۰-ہفت اسرار ۲۱-شکار نامہ

ان میں سے "مشاہدۃ الاکبر" کے بارے میں میرا قیاس یہ ہے کہ یہ حضرت
کے فرزند سید اکبر حسینیؒ کی تصنیف ہے۔

تحقیق میں "قیاس" سے کام نہیں چلتا "لفظ اکبر" سے مغالطہ ہوتا ہے اور "مشاہدۃ الاکبر"
...ظاہر ہوتا ہے کہ یہ سید اکبر حسینیؒ کی تصنیف ہے مگر ثبوت درکار ہے۔

...شوکت تحریر کرتی ہیں:

"ہفت اسرار" کا صرف تذکرہ ہی ملتا ہے اس کے مخطوطے کا پتہ مجھے کسی کتب
خانے میں نہیں چل سکا۔

...کتب کے علاوہ ثمینہ شوکت کا کہنا ہے:

"ان تصانیف کے علاوہ آپ کی نظم ونثر کے کچھ اجزاء بھی ملتے ہیں
(صفحات ۵۶-۵۷-۵۸-۵۹)

...کتب کے ذکر کے بعد بعض کتب کا ذیلی عنوان دے کر انھوں نے یہ کہا ہے

۱- "معراج العاشقین" حضرت گیسو درازؒ کا سب سے زیادہ مشہور رسالہ ہے
مولوی عبدالحق مرحوم کے اس رسالہ کو شائع کرنے کے بعد اس کو اتنی مقبولیت حاصل
ہوئی کہ اس کے دو اور ایڈیشن نکل چکے ہیں... "معراج العاشقین" کے مطبوعہ نسخے
جو مولوی عبدالحق کے نسخے پر مبنی ہیں مکمل نہیں ہیں بلکہ اصل کا خلاصہ ہیں۔ کتب خانہ
سالار جنگ میں بھی اصل بسیط نسخے کے کچھ اجزاء ہیں۔

...لیکن یہ نسخہ "تلاوت المعراج" کے نام سے موسوم ہے۔ چنانچہ ذیل کی عبارت
سے اس کا اندازہ ہوگا۔

"تلاوت المعراج" میں کیتک باتاں حضرت مخدوم حسینی بندہ نواز گیسو درازؒ
ظاہر باطن فرمائے ہیں۔" یہ صحیح ہے کہ اس رسالہ کا نام "معراج العاشقین
" مشہور ہو گیا ہے لیکن یہ نام رسالے کے مخطوطوں کے کسی بھی متن میں درج نہیں
... یہ ہو سکتا ہے کہ اس رسالہ کا نام حقیقتاً وہی ہو جو "کتب خانہ سالار جنگ
کے نسخے میں مندرج ہے مجھے ایسا اندازہ ہوتا ہے کہ "عشق نامہ" میں "معراج
العاشقین" کا تذکرہ آنے کی وجہ سے بعد کے مصنفین نے جن کے ہاتھ یہ رسالہ لگا

تھا۔اور اس پر خواجہ بندہ نوازؒ کا نام درج تھا مطالب کی یکسانیت کی وجہ سے ''**معراج العاشقین**''، متخص کرلیا اس کے نام کے سلسلے میں ایک اور بات یہ بھی قابلِ ذکر ہے کہ ڈاکٹر زور نے اس کا نام ''**معراج نامہ**'' (تذکرہ مخطوطات جلد ۵ ص ۱۸۷) بھی لکھا ہے اور یہ بھی لکھ دیا ہے کہ ''**معراج نامہ**'' شائع ہو چکا ہے۔

(تذکرہ مخطوطات جلد ۱ ص ۶۸)

معراج نامہ سے غالباً ڈاکٹر زور صاحب کی مراد ''**معراج العاشقین**'' ہے کیونکہ حضرت گیسو درازؒ کا صرف ایک رسالہ ''**معراج العاشقین**'' شائع ہوا ہے اور جہاں تک مجھے علم ہے خواجہ بندہ نوازؒ کا ''**معراج نامہ**'' شائع نہیں ہوا۔ ( )

ثمینہ شوکت کا ''یہ ہو سکتا ہے'' ''مطالب کی یکسانیت کی وجہ سے'' ''اندازہ ہوتا ہے'' ''غالباً'' جیسی بات کرنا محقق کے لئے مناسب نہیں بیان صاف اور واضح ہونا چاہئے اور کوئی نتیجہ اخذ کرنے کے لئے دلیل چاہئے۔

ثمینہ شوکت تحریر کرتی ہیں:

''**معراج العاشقین**'' کے جس مکمل نسخے کا تذکرہ اوپر کیا گیا ہے وہ تیرہ ابواب پر مشتمل ہے جو حسب ذیل ہیں۔

باب اول، در بیان پانچ تن، باب دوم در بیان توحید باب تیسرا گنج مخفی باب چہارم پانچ منزل سوں باب پانچواں، در بیان چہار کاسہ باب ششم، در بیان پوشاک جھاڑی پاڑی باب ہفتم، در بیان ملاقاتِ معراج باب ہشتم خلق کو نصیحت کرنے کوں باب نہم بنا مسلمانی کی ابتدا باب دہم، در بیان پیر کامل باب یازدہم در بیان ترتیب ظاہر کی، بابِ دوازدہم پاکی وضو کی باب سیزدہم، نماز حقیقی تلاوت الوجود مولوی عبدالحق مرحوم کے شائع کردہ نسخے میں جو بسیط ''**معراج العاشقین**'' کا خلاصہ معلوم ہوتا ہے اصل رسالے کی ابتداء کا ایک جز ترک ہوگیا ہے اور درمیان میں بھی جگہ جگہ مطالب چھوڑ دئے گئے ہیں انجمن کے نسخے میں جو آخری عبارت ہے وہ بھی مطبوعہ نسخے میں موجود نہیں ہے ایک طرح پر مطبوعہ نسخہ دسویں باب کے مطالب پر ختم ہو جاتا ہے بلکہ دسویں باب کے مطالب بھی مکمل طور پر موجود نہیں ہیں۔ (صفحات ۵۹-۶۰)

تمثیل نامہ: اس کا ایک نسخہ بیجاپور میں حضرت شاہ امین الدین اعلیؒ کے روضہ کے

کتب خانہ میں محفوظ ہے اس رسالے کے ساتھ آپکی دو اور تصانیف '**مصابیح القلوب**' اور '**تلاوت الوجود**' بھی منسلک ہیں۔

(اردو نثر کا آغاز اور ارتقاء انیسویں صدی عیسوی تک)

اس رسالہ کا ایک نسخہ مولوی عبدالحق مرحوم کے کتب خانہ میں بھی موجود ہے۔

(تذکرہ مخطوطات ج ۵ ص ۱۸۳)

[illegible] ات اطلاع دیتی ہیں

مولوی صاحب کے یہاں'' **تلاوت الوجود**'' ''**دار الاسرار**'' ''**ہشت مسائل**'' اور ''**شکار نامہ**'' کے مخطوطات بھی موجود تھے۔ ''**تلاوت الوجود**'' اور ''**دار الاسرار**'' کے مخطوطے دوسرے کتب خانوں میں بھی مل جاتے ہیں

''**تلاوت الوجود**'' کا ایک نسخہ انجمن ترقی اردو کے کتب خانہ میں محفوظ ہے ایک اور نسخہ کتب خانہ'' سالار جنگ'' میں ہے اور ''ادارہ ادبیات اردو'' میں بھی اس کا ایک مخطوط محفوظ ہے جس کے بارے میں مرتب تذکرہ مخطوطات کا خیال یہ ہے کہ یہ غالباً خواجہ بندہ نوازؒ کے فارسی رسالہ کا اردو ترجمہ ہے جو شاہ علیؒ نبیرہ امین اعلیؒ نے کیا ہے۔ لیکن بظاہر خود رسالہ سے اس کی صراحت نہیں ہوتی کہ آپ کا کوئی فارسی رسالہ اس نام کا بھی تھا۔

رسالے کے اختتام میں یہ عبارت درج ہے

''تصنیف سید ابوالفتح صدرالدین خواجہ خواجگان مخدوم سید محمد حسینی بندہ نواز گیسو درازؒ عاشق شہباز سرانوار.... (اردوئے قدیم ص ۴۴)

ایک بات یہ بھی قابلِ ذکر ہے کہ شاہ علی نے مطالب کی وضاحت کے لئے اپنے پر دادا [illegible] شاہ برہان الدین جانمؒ کے اشعار بھی نقل کئے ہیں اس سے یہ صاف ظاہر ہے کہ شاہ علی کا رسالہ [illegible] نہیں ہوسکتا۔

''**تلاوت الوجود**'' میں انسانی اعضاء کی تشریح عارفانہ نقطۂ نظر سے کی گئی ہے اور ''**وحدت الوجود**'' کے مسائل کو عام فہم انداز میں سمجھایا گیا ہے۔ اس کے علاوہ بتایا گیا ہے کہ اعضائے انسانی یوں تو الگ الگ ہیں لیکن یہ سب مل کر انسان کی تجسیم کرتے ہیں جو ایک وحدت ہے یہ اور اس طرح کے مسائل آپ کے رسالوں میں

عام طور سے ملتے ہیں۔
اس قدر تفصیلی وضاحت اور صراحت کے بعد "**تلاوت الوجود**" کو بندہ نوازؒ کا رسالہ کہنا کیا معنی رکھتا ہے جب تک کچھ واضح شواہد اس کے نہ ملیں جن کی بنیاد پر بندہ نوازؒ کا رسالہ کہا جائے اس کی نسبت بندہ نوازؒ سے مناسب نہیں ہے۔

ثمینہ شوکت تحریر کرتی ہیں

"**ہشت مسائل**" کا مخطوطہ مولوی عبدالحق صاحب کے کتب خانہ میں تھا (اردو کی نشو ونما ص ۴۵) اس کے کسی اور نسخے کا علم اب تک نہ ہو سکا اور سوائے مولوی عبدالحق صاحب کے کسی اور مصنف نے اس کا تذکرہ بھی نہیں کیا۔

ثمینہ شوکت تحریر کرتی ہیں

۵- **ہدایت نامہ**: ہدایت نامہ کا علم ہم کو "**عشق نامہ**" کے ذریعہ ہوا لیکن خود رسالہ ہماری دسترس میں نہیں ہے۔ (دیباچہ معراج العاشقین ص ۷)

مناسب تھا کہ حوالہ اصل عبارت میں تحریر کیا جاتا معلوم ہوتا ہے کہ ثمینہ شوکت نے "**عشق نامہ**" کا مطالعہ نہیں کیا ہے۔ صرف دیباچہ "**معراج العاشقین**" سے حوالہ دیا ہے ضروری تھا کہ اصل ماخذ دیکھا جاتا

ثمینہ شوکت تحریر کرتی ہیں

۶- "**تحفت اسرار**" کا تذکرہ حکیم شمس اللہ قادری نے "اردوئے قدیم" میں کیا تھا۔ لیکن یہ رسالہ بھی دستیاب نہیں ہو سکا اس کے بارے میں حکیم شمس اللہ قادری نے لکھا ہے کہ حضرت گیسو درازؒ نے دکھنی زبان میں سات "**مقولے**" ارشاد فرمائے تھے۔ ان کی شرح آپ کے ایک مرید نے لکھی تھی۔ (دیباچہ معراج العاشقین ص ۷)
یہ شرح کس زبان میں لکھی گئی تھی اس کا ذکر حکیم صاحب نے نہیں کیا ہے لیکن اس کی نہج کے . . . کچھ اور رسالے جو ہم کو دستیاب ہوئے ہیں . . . ان کا نہج یہ تھا کہ مقولے دکھنی میں ہوتے تھے اور شرح فارسی میں لکھی جاتی ہے۔

ثمینہ شوکت کی واضح تحریر سے علم ہوتا ہے۔ مقولے بندہ نوازؒ کے تھے جس کی شرح آپ کے ایک مرید نے لکھی تھی

ثمینہ شوکت تحریر کرتی ہیں

۷- **خلاصۃ التوحید** کا مخطوطہ کتب خانہ "مجلس تحقیقات اردو" میں محفوظ ہے اس رسالہ میں تصوف کے اسرار اور نکات درج ہیں اور نو بطون سے کائنات کی تخلیق اور اس کی تفصیل لکھی گئی ہے۔ یہ رسالہ آپ کے سلسلے کے بزرگوں کی تصانیف کے ساتھ منسلک ہے۔ جس میں اس سلسلے کے شجرے بھی درج ہیں اور رسالہ کے سرلوح پر "این رسالہ **خلاصۃ التوحید**" از تصنیف خواجہ بندہ نوازؒ درج ہے۔

ثمینہ شوکت نے یہ لکھا ہے "آپ کے سلسلے کے بزرگوں کی تصانیف کے ساتھ" بات واضح نہیں کی اگر سلسلے کے بزرگوں سے مراد بندہ نوازؒ کے پیران سلسلہ ہیں تو اہم بات ہے اور اگر مراد آپ کے بعد آنے والے آپ کے سلسلہ کے بزرگ ہیں تو بات اور ہے۔ اور ظاہر ہے ایسا ہی ہوگا۔
اس کی اہمیت "این رسالہ **خلاصۃ التوحید**" از تصنیف خواجہ بندہ نوازؒ کی تحریر سے ہے لیکن اس کے لئے شواہد اور دلائل کی ضرورت ہے۔

ثمینہ شوکت اطلاع دیتی ہیں

۸- **وجود نامہ** کا مخطوطہ کتب خانہ "انجمن ترقی اردو علی گڑھ" میں محفوظ ہے۔
یہ اطلاع اپنی جگہ لیکن اس کے لئے وضاحت اور صراحت چاہئے شہادت اور دلیل چاہئے کہ یہ رسالہ بندہ نوازؒ کا ہے۔

ثمینہ شوکت تحریر کرتی ہیں۔

۹- "**مجموعہ رسائل تصوف**" اس کا ایک نسخہ کتب خانہ "انجمن ترقی اردو" میں ہے اور غالباً اس کا کوئی دوسرا نسخہ کسی کتب خانہ میں نہیں ہے۔
یہ اطلاع اپنی جگہ لیکن اس کے لئے وضاحت اور صراحت چاہئے شہادت اور دلیل چاہئے کہ یہ رسالہ بندہ نوازؒ کا ہے۔

ثمینہ شوکت تحریر کرتی ہیں

۱۰- **رسالہ تصوف** مذکورہ بالا مجموعے کے علاوہ تصوف ہی کا ایک اور رسالہ بھی انجمن کے کتب خانہ میں ہے
یہ اطلاع اپنی جگہ لیکن اس کے لئے وضاحت اور صراحت چاہئے شہادت اور دلیل چاہئے کہ یہ رسالہ بندہ نوازؒ کا ہے۔

ثمینہ شوکت تحریر کرتی ہیں

۱۱- ''تشریح کلمہ طیبہ'' یہ رسالہ جس کا نام ''رسالہ تصوف'' درج ہے اور کتب خانہ ''سالار جنگ'' کا مخزونہ ہے۔

یہ اطلاع اپنی جگہ لیکن اس کے لئے وضاحت اور صراحت چاہئے شہادت اور دلیل چاہئے کہ یہ رسالہ بندہ نوازؒ کا ہے۔

دراصل کلمہ طیبہ کی صوفیانہ نقطۂ نظر سے تشریح اور تفسیر ہے اس کا ایک اقتباس ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

''پیغمبر علیہ السلام کہے ہیں، انسان کے بوجنے کو کلمے پانچ طرح ہوسوں ہے اول لا دوم الہ سوم الا چہارم اللہ پنجم الامکن پر ثابت کرتا اللہ عارف پر ثابت کرتا ہو احدیت پر ثابت کرتا۔

کیا بندہ نوازؒ کی تشریح اور تفسیر اور تعلیم کا یہ اندازہ تھا ان کی اور بھی تحریروں سے اس کی تصدیق اور توثیق ہوتی ہے؟

ثمینہ شوکت تحریر کرتی ہیں

۱۲- پند ارشاد نامہ یہ رسالہ اور ''رسالہ حدیث قدسی'' اور ''مثنوی دکھنی'' کے مخطوطات کتب کانہ انجمن ترقی اردو میں محفوظ ہے۔

یہ اطلاع اپنی جگہ لیکن ان کے لئے وضاحت اور صراحت چاہئے شہادت اور دلیل چاہئے کہ یہ رسالے بندہ نوازؒ کے ہیں۔

ثمینہ شوکت تحریر کرتی ہیں۔

۱۳- رسالہ حدیث قدسی انزلہ القرآن اس رسالہ کے مطالب ''**تلاوت الوجود**'' کے مطالب سے ملتے جلتے ہیں

''مثنوی دکھنی'' کے مطالب بھی ''**تلاوت الوجود**'' کے مماثل ہیں اس کے خاتمہ کی عبارت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مثنوی حضرت گیسو درازؒ کی مصنفہ ہے۔ عبارت حسب ذیل ہے

یہ بندہ نواز حسینی گیسو دراز ے   مثنوی کا آغاز اس بیت سے ہوتا ہے۔

اول اللہ تھا قدیم   گنج مخفی میں آپ مُقیم

مثنوی ذیل کے اشعار پر ختم ہوتی ہے۔

ماٹی پانی ہور بارہ   خالی اندر کیا ٹھارا

پانچ عناصر پچیس گن   گن کا اب تو تفسیر سن

ان اشعار سے صاف ظاہر ہے کہ مثنوی کا یہ مخطوطہ نامکمل ہے کیونکہ اصل تفسیر درج نہیں ہے۔

پانچ عناصر پچیس گن کا مسئلہ بحث طلب ہے۔ یہ طے ہوجائے کہ اس سے بندہ نوازؒ واقف تھے تو بندہ نوازؒ سے منسوب بہت سی کتب کے شکوک وشبہات دور ہوجائیں۔ پانچ عناصر ۲۵ (پچیس) گن کا تعلق بندہ نوازؒ کے پیرانِ سلسلہ یعنی خواجگانِ چشت خواجہ معین الدینؒ-خواجہ قطب الدینؒ-خواجہ فرید الدینؒ-خواجہ نظام الدینؒ اور خواجہ نصیر الدینؒ سے کسی بھی طرح نہیں ہے۔ یہ دکن کے خواجگان چشت کی دین ہے اور وہ لوگ بندہ نوازؒ یہ سلسلہ کے بزرگ ہیں اور بندہ نوازؒ کے بعد کے ہیں اس لئے ہوسکتا ہے کتاب پانچ عناصر پچیس گن سے تعلق رکھتی ہے اسے بندہ نوازؒ سے نسبت دینا مشکل امر ہے۔ یہ [illegible] کا کہنا ہے لیکن حتمی طور پر یہ بات نہیں کہی جاسکتی ہے۔

ثمینہ شوکت تحریر کرتی ہیں

حضرت گیسو درازؒ کی ایک اور تصنیف جو ''رسالہ کھیتی'' کے نام سے موسوم ہے اصل میں ایک مختصر مثنوی ہے جو تصوف کے نکات پر مشتمل ہے۔

یہ اطلاع اپنی جگہ لیکن اس کے لئے وضاحت اور صراحت چاہئے شہادت اور دلیل چاہئے [کہ یہ] مثنوی بندہ نوازؒ کی ہے۔

ثمینہ شوکت تحریر کرتی ہیں

عہد قدیم کے بزرگوں کی طرح حضرت گیسو درازؒ کو بھی عام امراض کے علاج معالجے اور نسخوں سے بھی واقفیت تھی۔ چنانچہ فارسی اور اردو دونوں زبانوں کے کچھ نسخے آپ سے منسوب ملتے ہیں۔

اردو میں جو نسخے دستیاب ہوتے ہیں وہ آنکھ، دانت اور پیٹ کے عام امراض کے لئے مفید ہیں۔

کچھ نظمیں بھی . . . منسوب ہیں چنانچہ مختلف مصنفین نے ''**چکی نامہ**'' حقیقت **رام کلی**، **سہلیاں**، **مخمس** اور ایک آدھ **غزل** اور کچھ **متفرق نظمیں** اور کچھ **منظوم معالجات** بھی آپ کے مصنفہ بتائے ہیں۔

یہ اطلاعات اپنی جگہ لیکن ان کے لئے وضاحت اور صراحت چاہئے شہادت اور دلیل چاہئے

کہ ان کی نسبت بندہ نوازؒ سے درست ہے۔

چکی نامہ اس مختصری نظم کا مخطوطہ کتب خانہ ادارہ ادبیات اردو میں محفوظ ہے "چکی نامہ" کے نام سے عورتوں کے عقاید کی اصلاح کے لئے چھوٹی چھوٹی نظمیں لکھنے کا رواج قدیم زمانے میں عام تھا حضرت گیسو درازؒ کی یہ نظم مسمط اور مربع شکل میں ہے اور کل بارہ بند پر مشتمل ہے۔ (ج-۱-۶۸)

ایک اور نظم **حقیقت رام کلی** (دکن میں اردو ص ۴۸) جو آپ کی مصنفہ بتائی جاتی ہے تصوف کے بعض نکات پر مشتمل ہے اور اس میں وجود کو حقیقت مطلق کا "برقا" تصور کیا گیا ہے۔ نظم کے آخر میں حضرت نصیر الدین چراغ دہلیؒ کی مدح کی ہے کہ خواجہ نصیر الدینؒ نے جنہیں ہم نے اپنا سائیں بنایا ہے روح کا "گھونگھٹ" کھول کر ہم کو پریتم کا مکھ دکھایا۔

مولوی عبدالحق مرحوم کو ایک قدیم بیاض میں آپ کی اردو غزل بھی دستیاب ہوئی تھی۔ جسے انھوں نے "اردو کی نشو ونما" میں نقل کیا ہے۔

غزل نقل کرنے کے بعد مولوی صاحب مرحوم نے اس شبہ کا اظہار کیا ہے کہ آیا یہ غزل حقیقت میں آپ ہی کی کہی ہوئی ہے یا نہیں؟ تاہم اس غزل میں آپ کے القاب میں سے ایک اہم لقب "شہباز" کے آجانے سے اس غزل کے آپ کی تصنیف ہونے کا امکان پیدا ہو جاتا ہے۔

غزل کو آپ کی قرار دینے کے لئے شواہد اور دلائل کی ضرورت ہے صرف شہباز کے آجانے سے آپ کی غزل ہے قرار دینا مناسب نہیں یہ صحیح ہے کہ آپ شاعر تھے۔ آپ کا فارسی کا ایک دیوان موجود ہے، یہ بھی صحیح ہے۔ غزل کی زبان (قدیم اردو) ہے جس سے آپ واقف تھے اور اردو اشعار کہنا آپ سے ناممکن نہ تھا۔

میں نے ثمینہ شوکت کی تحریر کو اس لئے مآخذ بنایا ہے اہمیت دی ہے کہ ان کے یہاں آپ کی اردو کتابوں کی تفصیل ہے اور ان کا ذکر ہے اور ان کی کہی گئی باتوں میں وزن ہے، توازن ہے۔

سیدنا بندہ نواز خواجۂ گیسو درازؒ سے منسوب اردو کتب پر ان کی نسبت کی تردید کے

[illegible] نے **قلم اٹھایا وہ اپنی کتاب "معراج العاشقین"** کا مصنف کے دیباچہ میں بہت [illegible] انداز میں تحریر کرتے ہیں۔

[illegible] مخطوطات کے ذخائر میں خواجہ صاحب سے منسوب نظم ونثر کے جس قدر بھی رسائل ملتے ہیں ان میں سے بیشتر کا غلط انتساب محتاج تحقیق نہیں۔

[illegible] رائے کے فوراً بعد وہ اقرار کرتے ہیں۔

نظم ونثر کے کچھ پارے ایسے بھی ہیں جن کی نہ مدلل تردید کی جاسکتی ہے نہ تائید۔

رائے دینے کے بعد وہ اپنی رائے سے مطمئن نہیں ہیں مذبذب ہیں تردید و تائید کے [illegible] طرف نہیں ہیں۔ لیکن اپنی پہلی رائے کو آگے بڑھاتے ہوئے کہتے ہیں:

"لیکن زبان واسلوب غمازی کرتے ہیں کہ ان کی تحقیق کا عہد گیارہویں اور بارہویں صدی ہجری (عیسوی) کا زمانہ ہے۔"

"کچھ کلام ایسا بھی دستیاب ہوا ہے جس میں شاعر اپنا نام سید محمد حسینیؒ اور اپنے شیخ کا نام خواجہ نصیر الدینؒ بتاتا ہے۔

......ناموں کی اس قدر قوی شہادت بھی تحقیق کا راستہ بند نہیں کرتی ہے۔

میں کہوں گا دراصل تحقیق کا راستہ بند نہیں کرتی "بدگمانی" کا راستہ بند کرتی ہے۔ اس سے [illegible] قوی دلیل کیا ہوگی کہ سید محمد حسینیؒ اور ان کے شیخ نصیر الدینؒ کا نام موجود ہے کتاب کی نسبت کے رد [illegible] دلائل چاہئیں ان اسباب کی وضاحت چاہئے کہ یہ نام کیوں آئے؟

[illegible] اس کلام کو بندہ نوازؒ کا کیوں نہ کہا جائے؟

[illegible] کا یہ کہنا

زبان تو غور طلب ہے ہی۔

وضاحت کرنی چاہئے کیا یہ بندہ نوازؒ کے عہد کی زبان نہیں ہے اور کیا بندہ نوازؒ ابتدائی دکنی [illegible] عوامی بولی سے ناواقف تھے؟ کیا ان کے اور عوام کے رابطہ کے لئے کوئی اور زبان تھی؟

حقیقت یہ ہے بندہ نوازؒ عربی، فارسی، قدیم اردو کے ساتھ سنسکرت بھی جانتے تھے۔ اس زبان میں ہندو مذہب کی کتابیں پڑھی تھیں۔ ان پر عبور تھا۔ ہندو مذہب کے پیروکاروں سے ان کی زبان میں ان کی کتابوں کے حوالہ سے بات کرتے تھے۔ جوگیوں کے علاوہ تو مسلم (ہندوؤں) اور اسلام

[illegible] صاحب سے ملا تھا انھوں نے مجھے اپنی کتاب "معراج العاشقین" اپنے دستخط کے ساتھ عنایت کی تھی۔

قبول نہ کرنے والے ہندوؤں سے ان کا رابطہ تھا۔ تبلیغِ اسلام کے لئے ان سے تعلق ضروری تھا۔ ان کے ذریعہ بہت سوں نے اسلام قبول بھی کیا تھا۔ اس لئے نو مسلموں کی افہام و تفہیم اور تعلیم و تربیت کے لئے ان کے مزاج اور عقائد کو مدِ نظر رکھنا ضروری تھا اور تعجب نہیں اگر انھوں نے پانچ عناصر ۲۵ (پچیس) گن کے ذریعہ بھی ان کے ماننے والوں سے ربط کے لئے اسلامی تعلیم اور تصوف کے ایک نئے انداز میں جو کہا تھا اس کو لوگ قلمبند کرتے رہے ہوں، یا در کھتے ہوں اور عرصہ بعد رسائل کی شکل میں یہ چیزیں سامنے آئی ہوں۔ مبلغ کو اپنی تبلیغ کے لئے کبھی کبھی وہ راہ بھی اپنانی پڑتی ہے جو اس کے پیشرو کی نہیں ہوتی ہے۔ بندہ نوازؒ کے طریقۂ تبلیغ کو آگے چل کر غالباً ایک نیا نظامِ تصوف کہا گیا اور بندہ نوازؒ کے بعد ان کے سلسلہ کے لوگوں نے اسے آگے بڑھایا اور شاید یہ ان کا ''اجتہاد'' قرار دیا گیا۔ طے کرنا ہوگا کہ پانچ عناصر ۲۵ (پچیس) گن کا تصور کہاں سے لیا گیا؟ کیا یہ ہندو مذہب میں پہلے سے نہ تھا۔ سلسلۂ امینیہ نے اسے ہندو اور مسلم سے واقف کرایا۔ ہر اس رسالہ کو اس کے اندازِ بیان کے سبب بندہ نوازؒ سے اس کی نسبت کو غلط قرار دینا دانشمندی اور دانائی نہیں ہے۔

حفیظ قتیل اپنی فہم اور رائے کا اظہار دوٹوک انداز میں کرتے ہیں

اگر اس طرح کلام کے کچھ نسخے مل جائیں اور ان ناموں کے مرید اور مرشد بعد کے زمانے میں بھی پائے جائیں۔ تو اس کلام کا انتساب بھی مشتبہ ہو جائے گا۔

مشتبہ ہونا کیا معنی؟ سراسر غلط ہوگا شرط ''زمانہ'' کی ہے اگر زمانہ بندہ نواز کا ہے تو مشتبہ قرار دینے کے لئے بحث کرنی ہوگی۔ اگر زمانہ بعد کا ہے۔ تو کیا بات ہو سکتی ہے۔

حفیظ قتیل لکھتے ہیں

''بہر حال خواجہ صاحب سے منسوب نظم و نثر کی اسی صورت نے مجھے ''معراج العاشقین'' کے انتساب کی تحقیق کی ترغیب دی۔

مندرجہ بالا بیان سے علم ہوا۔ کہ تحقیق کی ترغیب انہیں کہاں سے اور کیسے ملی۔ وہ پہلے ہی طے کر چکے تھے۔ ان کا کام کیا ہے۔

وہ کہتے ہیں۔

زبان و اسلوب غمازی کرتے ہیں تخلیق کا عہد گیارہویں اور بارہویں صدی ہجری (عیسوی) کا زمانہ ہے:

ان کی تحقیق اور تنقید کا محور ان کے بیان سے ''زبان'' ''اسلوب'' اور ''عہد'' ہے اور

اس طرح وہ ایک ذہن بنا چکے تھے اور جب ذہن بن جاتا ہے۔ تو اسی کے مطابق کام ہوتا ہے ''معراج العاشقین'' کے الگ عنوان سے بات کی جانچ اور تفصیل سے کی جائے گی۔

ڈاکٹر حسینی شاہد جو ہر طرح سے ڈاکٹر حفیظ قتیل کے موئدان کے ہی ذہن اور فکر کے حامل اور وہ اپنے تحقیقی مقالہ ''سید شاہ امین الدین اعلیٰ'' میں واضح اور صاف انداز میں کہتے ہیں:

''راقم الحروف نے اپنی تحقیق کے جن پہلوؤں کو اجاگر کیا ہے زیر نظر کتاب کی تحقیقی اہمیت انھیں سے متعلق ہے لیکن ان اہم پہلوؤں کے علاوہ ہر باب میں متعدد ضمنی مسائل ایسے بھی سامنے آئے ہیں جن پر پہلی مرتبہ روشنی ڈالی گئی ہے۔ مثلاً 'سب رس' کے اسلوب و مآخذ 'معراج العاشقین' کا غلط انتساب 'کلمۃ الحقائق' کے زمانہ تصنیف کا تعین اور اس کی نثر کا جائزہ وغیرہ۔

اس بیان کے بعد یہ اعتراف کرتے ہیں

اس کتاب کی تیاری میں اگر ڈاکٹر حفیظ قتیل کی رہنمائی حاصل نہ ہوتی تو شاید کام اس خوبی کے ساتھ پایۂ تکمیل کو نہ پہنچتا جو بحالت موجودہ اس کی انفرادی اور نمایاں خصوصیت بن گئی ہے۔

پیش لفظ کے بعد صفحات ۹ تا ۲۰ پر حسینی شاہد کی ایک تحریر ہے درج بالا تحریر اس سے لی گئی ہے اس تحریر میں انفرادی اور نمایاں خصوصیت کا اظہار دعوت فکر دینا ہے۔

حسینی شاہد امین الدین علی اعلیٰؒ سے تعلق رکھتے ہیں اس لئے ان کی نظر میں ان کا جو مقام ہونا چاہئے تھا۔ وہ تھا

حسینی شاہد لکھتے ہیں۔

صوفیائے دکھن میں ان کی شخصیت بڑی (DYNAMIC) تھی حضرت بندہ نوازؒ کے بعد اگر کسی کی شخصیت دکھن کے دل و دماغ پر چھا گئی تھی تو وہ حضرت امین کی شخصیت ہے۔

......دکھنی زبان کے صوفیانہ ادب کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس کا کم و بیش تین چوتھائی حصہ خانوادہ امینیہ کے مصنفین کی کاوشوں کا نتیجہ ہے۔

اس خانوادے نے نظم و نثر دونوں کی ترقی میں حصہ لیا بندہ نوازؒ کے نثری رسائل کا انتساب شبہ سے خالی نہیں۔ ( )

زبان وادب کی خدمات کے لئے بندہ نوازؒ کے مقابل امین الدین علی اعلیٰ کو بہت خوبصورتی سے ابھارنے کی کوشش کی گئی ہے وہ کہنا چاہتے ہیں کہ صوفیانہ ادب میں **خانوادۂ بندہ نواز** سے زیادہ **خانوادہ امینہ** کی اہمیت ہے۔ اور بندہ نوازؒ کے رسائل کا انتساب شبہ سے خالی نہیں۔

وہ کہتے ہیں

> نثر کی طرح نظم میں بھی اس خانوادے نے اپنے گہرے نقش چھوڑے ہیں دکھنی ادب کی مخصوص اصناف سہیلا، فرمان، کھاڑا، سی حرفی، چکی نامہ کے گیت بھی اس خانوادے کی دین ہیں۔ نثری رسائل کی طرح ایک چکی کا گیت بھی بندہ نوازؒ سے منسوب ہے۔ لیکن یہ انتساب نثری رسائل کے انتساب سے زیادہ کمزور ہے۔( )

خانوادہ امینیہ کی خدمات مسلمہ اور اہم اور قابلِ ذکر لیکن اس ذکر کے ساتھ بندہ نوازؒ کا ذکر بلکہ ایک طرح تقابل ایک جرأت ہے۔ اس سے ذہن جو بنالیا گیا تھا اس کا اندازہ کیا جاسکتا ہے اور انتساب شدہ گیت کے لئے یہ لکھنا کہ یہ انتساب نثری رسائل کے انتساب سے زیادہ کمزور ہے۔ محقق کا انداز نہیں ہے۔ کسی رائے کے لئے بنیاد ضروری ہے۔

تصوف کے ذیلی عنوان کے تحت ان کا کہنا ہے۔

> **نظام تصوف** کو نہ سمجھنے کی وجہ سے ہمارے محققوں نے رسائل کے انتساب میں بڑی فاحش غلطیاں کی ہیں۔ **''معراج العاشقین''** صدرالدین اور شہباز کی نظم ونثر کا حضرت بندہ نوازؒ سے انتساب اسی نظام تصوف سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے۔( )

نظام تصوف کہہ کر وہ کیا کہنا چاہتے ہیں۔ نظام تصوف سے کیا بندہ نوازؒ واقف نہ تھے۔ اصل میں ان کا مدعا غالباً یہ ہے کہ اس طریقہ یا نظریہ سے عدم واقفیت جو خانوادۂ امینیہ کا تھا۔ جاننا چاہئے کہ بندہ نوازؒ کو **خانوادۂ امینیہ** پر بہرحال سبقت ہے ضرورت اس کی ہے کہ یہ تلاش کیا جائے کہ **خانوادۂ امینیہ** کے تصوف کی بنیادیں کہاں ہیں وہ بندہ نوازؒ سے وابستہ تھے اس کے باوجود کیا ان کا **تصوف** سراسر اجتہادی تھا؟ سلسلۂ امینیہ کیا سلسلہ چشتیہ سے قطعاً الگ تھا؟

حسینی شاہد نے وضاحت کی ہے۔

> ''میراں جیؒ کے صاحبزادے برہان الدین جانمؒ نے تصوف اور سلوک کی تفہیم کے لئے نہ صرف ویدانت کی اصطلاحیں استعمال کی ہیں بلکہ ان کے ہاں ہندو مذہب اور دیومالا کی بعض تلمیحیں اور علامتیں بھی ملتی ہیں حضرت امین نے اس جانب ایک

... اپنایا اور اپنے تصوف کو اس قدر وسعت بخشی کی اغیار بھی ان کا کلمہ پڑھنے لگے۔ ( )

... صاف ہوگئی بندہ نوازؒ خالص چشتی تھے اور سلسلۂ چشتیہ کے پابند تھے ان کے ... ان کا تصوف خالص اسلامی تھا۔ انھوں نے تصوف کے لئے دوسرے مذاہب ... رشتہ نہیں جوڑا۔ وہ اپنی مستحکم بنیاد پر قائم رہے۔

... صرف اس قدر ہے کہ صوفیہ وقت کے تقاضہ کے پیش نظر اپنے مخاطب کو سمجھتے ہوئے ... کے لئے نئی طریقے اپناتے تھے یہ کام اپنی زمین پر اپنے قدم جمائے ہوئے اپنی شناخت ... ہوتا تھا اور بھرپور بااثر انداز میں ہوتا تھا۔

ان کی تحریر سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حسینی شاہد **''معراج العاشقین''** پر بات کرنا چاہتے ہیں ... کرنا چاہتے ہیں۔ کہتے ہیں۔

> اگر موضوع مضامین اور اصطلاحوں کی اس خصوصیت کی بنیاد پر جس کا ذکر . . کیا گیا ہے۔ ہم کسی رسالے کے عہد تصنیف کے بارے میں حکم لگا سکتے ہیں کہ وہ گیارہویں صدی سے پہلے کے زمانے سے تعلق نہیں رکھتا تو رسالہ **''معراج العاشقین''** کے زمانۂ تصنیف اور حضرت بندہ نوازؒ سے اس کے انتساب کے بارے میں کیا توجیہہ کی جائے۔

گھوم پھر کر موضوع **بندہ نوازؒ 'معراج العاشقین'** اور **انتساب** ہی ہے۔ حالانکہ حفیظ قتیل **''معراج العاشقین کا مصنف''** کتاب لکھ چکے تھے اس کا سنہ اشاعت ۱۹۶۸ء ہے اور حسینی شاہد کی کتاب **''سید شاہ امین الدین علی اعلیٰ** کا سنہ اشاعت ۱۹۷۳ء ہے۔ یعنی ۵-۶ سال تک یہ اطمینان نہیں ہوا کہ علمی و تحقیقی حلقوں میں ان کی بات مان لی گئی ہے۔

ایک بات کہو اور بار بار کہو کے طریقہ پر عمل پیرا رہتے ہوئے **''معراج العاشقین''** موضوع ... بنی رہی۔

حسینی شاہد کہتے ہیں

> **''معراج العاشقین''** کے مرتب مولوی عبدالحق کو بھی قطعیت کے ساتھ اس کا دعویٰ نہیں ہے۔ کہ یہ رسالہ بندہ نوازؒ ہی کی تصنیف ہے ڈاکٹر محمد قاسم کے نسخے کا ترقیمہ نقل کرنے کے باوجود (جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نسخہ ایک ایسے نسخے کی

نقل ہے جس کا سنہ کتابت ۹۰۶ھ ہے) مولوی صاحب نے لکھا ہے۔

اس سے مجھے کچھ اطمینان ہوا اور ایک حد تک اس بات کا یقین ہو گیا کہ یہ حضرت بندہ نوازؒ ہی کی تصنیف ہے۔ (مولوی عبدالحق ''معراج العاشقین'' ص ۷)

کہا گیا مولوی عبدالحق کو بھی قطعیت کے ساتھ دعویٰ نہیں ہے اور اس کے ثبوت کے لئے عبدالحق کی تحریر نقل کی گئی بہت کچھ اطمینان ہوا.....ایک حد تک اس بات کا یقین ہو گیا کہ یہ حضرت بندہ نواز ہی کی تصنیف ہے۔اب حسینی شاہد کی فہم کے لئے کیا کہا جائے وہ کہتے ہیں قطعیت کے ساتھ اس کا دعویٰ نہیں ہے تو پھر بہت کچھ اطمینان ہوا ایک حد تک اس بات کا یقین ہو گیا قطعیت کی راہ دکھاتے ہیں یا نہیں۔انداز محتاط اختیار کیا گیا ہے۔لیکن موافق ہے مخالف نہیں ضد کی ہے اور بات کہ ہر بات کو اپنی کہی گئی بات کی تائید خیال کیا جائے شاہد حسینی کو یہ اعتراف کرنے کے علاوہ کوئی صورت نظر نہیں آئی۔

''مولوی عبدالحق نے نسخہ ڈاکٹر محمد قاسم کا جو ترقیمہ نقل کیا ہے اس میں ۹۰۶ ہجری الفاظ میں بھی لکھا ہے یہ ایک ایسا قوی ثبوت ہے۔جس میں شبہ کرنا بظاہر مشکل ہے۔

واضح اور صاف کہنے کے باوجود ''ضد'' اپنی جگہ ہے کہتے ہیں۔

کسی قدیم رسالے کے انتساب زمانہ تصنیف پر حکم لگانے سے پہلے بعض اور پہلوؤں کا بھی جائزہ لینا ضروری ہے۔

بظاہر بات معقول ہے ضرور ایسا کرنا چاہئے۔وہ کہتے ہیں

۱۔ پانچ عناصر کا بیان بندہ نوازؒ کی کسی مستند تصنیف میں نہیں ملتا۔

ان کی نظر میں مستند تصنیف کی قید، بات کو ایک دائرہ میں لے آتی ہے اب مستند اور غیر مستند کی بحث چاہئے اور کیا ان کے علم میں ہے کہ ان کی نظر میں غیر مستند کتاب میں پانچ عناصر کا بیان ملتا ہے۔

ان کا کہنا ہے۔

لیکن ان کی چھوٹی بڑی کسی تصنیف میں ہوا یا خالی کا اتنا ذکر بھی نہیں ملتا۔جتنا کہ برہان الدین جانمؒ کے ہاں ہے:

جتنا ذکر، کہہ کر انھوں نے اقرار کر لیا کہ ذکر ملتا ہے۔مگر اتنا نہیں جتنا برہان الدین جانمؒ کے ہاں ہے۔

حسینی شاہد لکھتے ہیں:

ندہ نوازؒ کے طرز بیان کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ وہ مسائل کے بیان کرنے کے لئے مروجہ اور متداول اصطلاحیں بھی ناگزیر صورت میں استعمال کرتے ہیں۔

صاف نہ کہہ کر یہ کہہ دیا کہ کرتے ضرور ہیں مگر ناگزیر صورت میں اب یہ بحث ضروری ہے کہ [illegible] ان کے بقول کیا ہے۔اقرار انکار کی یہ گومگو صورت تحقیق کا انداز نہیں ہے۔

شاہد لکھتے ہیں:

۳۔ اگر یہ نظام سلوک اور یہ فلسفہ بندہ نوازؒ کا اجتہاد ہوتا تو ان کے سلسلے کے بزرگ بھی اس سلوک اور فلسفے کو ضرور بیان کرتے۔لیکن بندہ نوازؒ سے حضرت امینؒ تک کم و بیش ڈھائی تین سو سال کے عرصے میں بندہ نوازیؒ سلسلے کے کسی بزرگ نے نہ تو مراتب کا یہ بیان کیا ہے نہ یہ اصطلاحیں استعمال کی ہیں اور نہ پانچ عناصر کے گن کائے ہیں۔

اس بیان کے لئے یہ بتانا ضروری ہے کہ کم و بیش ڈھائی تین سو سال کے عرصے میں بندہ نوازؒ کے وہ بزرگ کون ہیں۔جنہوں نے قلم ہاتھ میں لیا اور وہ کیا موضوعات ہیں جن انھوں نے کچھ تحریر کیا ہے تب ''مراتب'' اور اصطلاحوں کی بات کی جا سکتی ہے۔

نی شاہد لکھتے ہیں:

۴۔ جانمؒ اور حضرت امینؒ کے ہاں مراتب وجود لوازم و شرائط کی ترتیب ہی میں فرق نہیں ملتا۔بلکہ جانمؒ کے برخلاف حضرت امینؒ ہر مرتبے کے ذکر کے ساتھ اس کے سگن اور نرگن کی تشریح بھی کرتے ہیں۔**معراج العاشقین** میں بھی جلی، قلبی، روحی اور سرّی کے سگن اور نرگن کا ذکر ملتا ہے۔جس سے صاف ظاہر ہے کہ اس رسالے کا مصنف براہ راست حضرت امینؒ سے تعلق رکھتا ہے۔

متذکرہ بیان کی باتیں اپنی جگہ مناسب، اور معلومات افزا ہیں اور جانمؒ کے برخلاف امین سے متعلق ہیں۔لیکن یہاں جانمؒ اور امینؒ کا فرق موضوع نہیں ہے۔''**معراج العاشقین**'' کے جلی، قلبی، روحی اور سرّی کے (بقول ان کے) سگن اور نرگن کی وضاحت اور صراحت ہونی چاہئے تب یہ فیصلہ ''مصنف براہ راست حضرت امینؒ سے تعلق رکھتا ہے'' قبول ہوگا۔

ینی شاہد کا کہنا ہے:

محض سرنامے یا ترقیمے میں کسی نام کا ہونا رسالے کو اس نام سے منسوب کرنے کا
کوئی قطعی ثبوت نہیں ہے۔

صحیح ہے۔ سو فیصدی سچ ہے۔ اس مختصر بات کو کہنے کے لئے انہوں نے کئی سطروں میں خامہ فرسائی کی ہے پھر اصل موضوع پر آتے ہیں اور کہتے ہیں۔

''نظم و نثر کے بعض رسالے بعض نظمیں اور غزلیں بندہ نوازؒ سے محض اس لئے منسوب کردی گئی ہیں۔ کہ ان کے مصنفوں کے ناموں میں صدر الدین شہباز سید محمد حسینی بندہ نواز گیسو درازؒ یا مخدوم کا جزو شامل ہے۔ ''**معراج العاشقین**'' کے بندہ نوازؒ سے انتساب میں بھی یہی ستم ظریفی ہوئی ہے۔

یہ یاد رکھنا چاہئے کہ بندہ نوازؒ نے خود اپنے اشعار میں تخلص کے لئے اپنے نام اور اپنے القاب بھی استعمال کئے ہیں۔ وہ تخلص کا معاملہ تھا۔ نثر میں تو یہ صورت ہے کہ آپ املا کراتے تھے کاتب آپ کا نام یا کوئی القاب از خود بھی لکھ سکتا تھا۔ آپ کے کسی رسالہ پر نام یا کسی لقب کا اندراج کوئی انہونی بات نہیں ہے۔

حسینی شاہد تمہید میں غیر ضروری باتیں کہہ کر ایک فضا بنا کر اصل موضوع پر آتے ہیں اور لکھتے ہیں:

''**معراج العاشقین**'' بندہ نوازؒ سے انتساب میں بھی یہی ستم ظریفی ہوئی ہے۔ اس رسالے کے مصنف سید شاہ مخدوم حسینیؒ بلکا نوری ہیں...... ان کے رسائل نظم و نثر کے نسخے کتاب خانوں میں محفوظ ہیں انھوں نے کم و بیش انہیں ہر تصنیف میں اپنے پیر کا ذکر کیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود نہ صرف کاتبوں نے بلکہ محققوں نے بھی ان کے رسالہ ''**تلاوت الوجود**'' کو بندہ نوازؒ سے منسوب کردیا ہے ستم بالائے ستم یہ کہ نمونے کے طور پر جو عبارت دی ہے اس میں وہ سطریں بھی نقل کی ہیں۔ جن میں مخدومؒ ہی کا نہیں۔ ان کے پیر کا نام بھی موجود ہے

(ملاحظہ ہو علی گڑھ تاریخ ادب اردو ص ۱۶۱)

حسینی شاہد نے سید شاہ مخدوم حسینیؒ کے تعارف کے لئے جو لکھا ہے۔ وہ میں نے تحریر نہیں کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کثیر التصانیف بزرگ ہیں۔ اور انھوں نے کم و بیش اپنی ہر تصنیف میں اپنے پیر کا ذکر کیا ہے'' اس کے باوجود نہ صرف کاتبوں بلکہ محققوں نے بھی ان کے رسالہ ''**تلاوت الوجود**'' کو بندہ نوازؒ سے منسوب کردیا ہے۔ ان سب باتوں کے بیان سے بہتر یہ

ضروری تھا کہ ان کی تصانیف سے ''**تلاوت الوجود**'' کا موازنہ کیا جاتا اور ثابت کیا جاتا کہ یہ ان کا انداز نگارش اور موضوع ہے۔ اور اندازہ ہوتا کہ ''**تلاوت الوجود**'' ان کے طرز تحریر۔ ان کے [illegible] اور طرز اظہار و فہم کی کتاب ہے۔

حسینی شاہد ''**معراج العاشقین**'' کے تفصیلی تعارف کے لئے لکھتے ہیں:

''معراج العاشقین'' آج سے (۱۹۷۳ء سے) کوئی ۴۸ سال پہلے شائع ہوئی تھی۔ اس عرصہ میں بیسیوں بار اساتذہ نے اسے پڑھا اور پڑھایا اور محققین نے سینکڑوں مرتبہ اس کا حوالہ دیا ہوگا، لیکن تعجب ہے کہ اس طویل مدت میں کسی نے اس کے متن پر توجہ دینے کی زحمت گوارہ نہیں کی۔ حالانکہ ایک ذرا غور کرنے سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ اس رسالے کی عبارتیں الجھی ہوئی جملے اکھڑے اکھڑے اور مطالب [illegible] اور مبہم بلکہ مہمل سے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مطبوعہ رسالہ نہ صرف ناقص الاول اور ناقص الآخر ہے بلکہ جملوں کے جگہ جگہ حذف ہونے سے متن بھی ادھورا ہے۔ محققین نے متن کی ان خامیوں کو ہمیشہ زبان کی قدامت پر محمول کیا اور مضامین و مطالب کو نظر انداز کرتے رہے۔ اس لئے وہ کبھی یہ سوچ بھی نہ سکے کہ اس رسالے کی زبان بندہ نوازؒ کے عہد کی نہیں بلکہ ان سے تین سو سال بعد کی ہے۔ اب جب کہ اصل متن ہمارے سامنے ہے نہ صرف زبان کی بنیاد پر بلکہ ان تعلیمات کے پیش نظر بھی جو اس رسالے میں بیان کی گئی ہیں ہم پورے اطمینان کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ یہ رسالہ **خانوادۂ امینیہ** کی دین ہے۔ بندہ نوازؒ اور ان کی تعلیمات سے اس کو کوئی علاقہ نہیں۔

یہاں سوال اٹھتا ہے کہ بندہ نوازؒ کے سلسلہ کے پیرو کیا ان کی تعلیمات سے منحرف تھے [illegible] کہ باطنی علم تصوف کیا ظاہری علم فقہ میں بھی کسی امام کی تقلید ضروری ہے۔ ایسے ہی تصوف (طریقت) میں کسی شیخ کی پیروی ضروری ہے تب ہی تو شناخت کے لئے کوئی چشتی کوئی قادری اور کوئی سہروردی اور نقشبندی ہوتا ہے۔ پوری بحث کے موضوع کے لئے دو محور ہیں۔ زبان اور تعلیم۔ زبان کے سلسلہ میں یہ جاننا ہوگا کہ بہمنیوں سے پہلے خلجیوں سے قبل اور ان کے زمانہ میں دکن کے عوام کی زبان کیا تھی؟ اس میں کب کب کیا کیا تبدیلی آئی؟ اس پر اکثر بات نہیں ہوتی [illegible] مسلمانوں کی آمد اور حاکم و محکوم کے رابطہ سے پیدا ہونے والی زبان پر بحث ہوتی ہے۔ بندہ نوازؒ اور ان کے عہد کی زبان پر بات کرتے ہوئے بھی کسی نے یہ روشنی نہیں ڈالی کہ قدیم

اردو (دکنی) کے ساتھ وہ کون سی بولی یا بولیاں تھی جو عوام بالخصوص دکنی (ہندو) بولتے تھے اور بولی
جانے والی زبان کے اطراف کی بولیاں کیا تھیں۔ آج بھی گلبرگہ کنڑی کا علاقہ ہے مگر مرہٹی اور
تیلگو سے گھرا ہوا ہے اور ان کے زیر اثر ہے۔ دکن آنے والے مسلمانوں کے اشتراک سے پیدا
ہونے والی زبان پر بات ہوتی ہے مگر دکن میں رہنے والے قدیم باشندوں کی زبان پر بات نہیں
ہوتی ہے۔

زبان کا عہد طے ہو جانے پر یہ سوچنا ہوگا کہ ترقیمہ کا سنہ کیا واقعی وہ ہے جو درج ہے اور
کتاب کی زبان اس عہد کی زبان ہے۔ ترقیمہ کے سنہ کو ایک قوی دلیل بھی قرار دیا گیا ہے اگر سنہ
کے مطابق اس عہد کی زبان میں کتاب ہے تو مسئلہ حل ہو گیا۔ معاملہ طے پایا گیا۔ اب تعلیمات کا
سوال رہتا ہے تو اس کے لئے ذمہ داری سے کہا جا سکتا ہے تعلیمات کو راقم نے اپنی ہی زبان
میں لکھا ہے جو ضروری ہے۔ راقم نے اس زبان میں لکھا ہے جو اس کی اور اس کے عہد کے لوگوں
کی تھی۔

''معراج العاشقین'' کے لئے حسینی شاہد نے صاف صاف کہا ہے:

''معراج العاشقین'' کوئی مستقل رسالہ نہیں ہے۔ ''تلاوت الوجود'' مصنفہ شاہ
مخدوم حسینیؒ کا خلاصہ ہے اور یہ تلخیص بھی سلیقہ سے نہیں کی گئی ہے۔

''معراج العاشقین'' . . . ''تلاوت الوجود'' کا خلاصہ اور وہ بھی سلیقہ سے نہیں
یعنی ہم جس کو موضوع بحث بنائے ہوئے ہیں وہ کوئی مستقل رسالہ نہیں ہے۔ ''تلاوت الوجود''
مصنف شاہ مخدوم حسینیؒ کا خلاصہ اور تلخیص ہے تو بات خلاصہ اور تلخیص کی اہمیت کی ہونی چاہئے اور
وہ تمام بحثیں جو خلاصہ پر کی گئی ہیں اصل کتاب پر ہونی چاہئیں۔
حسینی شاہد لکھتے ہیں

''غرض یہ اور اس طرح کے متعدد داخلی شواہد ایسے ملتے ہیں جن کی بنا پر سنہ کتابت
۹۰۶ھ کی اہمیت ختم ہوئی۔

اس فیصلہ سے پہلے ان متعدد داخلی شواہد کا ذکر ہونا تھا جو سنہ کتابت کی اہمیت ختم کرتے
ہیں۔ اگر سنہ کتابت کی اہمیت ختم ہو جاتی ہے تو بات تعلیمات کی رہ جاتی ہے زبان کی رہ جاتی
ہے اس سلسلے میں اس سے پہلے عرض کر چکا ہوں تاہم سوال یہ ہے کیا ان تعلیمات سے بندہ
نوازؒ آگاہ نہ تھے؟ اور کیا ہندو مذہب کے لوگ پانچ عناصر ۲۵ (پچیس) گن سے اپنے انداز میں

واقف نہ تھے۔ رہا مسئلہ زبان کا تو راقم نے اپنی زبان میں تعلیمات رقم کی ہیں۔ تحریر راقم کی
لے سے کتاب کا موضوع اور تعلیم اس کی نہیں ہوگی وہ جس کی تھی اس ہی کی رہے گی اور
وہ ہوگا جس نے بات کہی ہے۔
حسینی شاہد نے سنہ کتابت کے لئے اپنی کتاب کے صفحہ ۲۲۰ سے ۲۲۲ پر بات کی ہے اور
مشورہ دیا ہے۔

''صرف ایک نسخے میں ۹۰۶ھ کے حوالے پر تکیہ کر کے ''معراج العاشقین''
کو حضرت بندہ نوازؒ سے منسوب نہیں کیا جانا چاہئے۔

قوی ثبوت کہہ کر پھر دوٹوک انداز میں یہ فیصلہ دیا۔

''داخلی اور خارجی شواہد ایسے قوی ہیں جن سے اس سنہ کی صحت مشتبہ ہی نہیں غیر
اہم ہو جاتی ہے۔''

''معراج العاشقین'' پر زبان اور تعلیمات کی روشنی میں بحث ہوتی رہی ہے اور چلتی
رہے گی۔ بندہ نوازؒ کی ایک اہم اہلِ قلم کی جو حیثیت ہے اس پر کچھ اثر نہیں پڑے گا اور یہ نہیں کہا
جائے گا کہ وہ دکھنی یعنی قدیم اردو سے واقف نہ تھے یا انھیں اس زبان میں نظم و نثر کی تحریر پر
دسترس حاصل نہ تھی اور وہ اپنے عہد کے ہندو عقائد سے واقف نہ تھے۔

(۶)

سیدنا بندہ نواز خواجۂ گیسودرازؒ کے ذکر کے وقت ابنِ عربیؒ اور وحدت الوجود
بات آتی ہی ہے۔ ابنِ عربیؒ اور وحدت الوجود کے لئے ان کا اپنا ایک نظریہ تھا اور اس پر وہ
تاحیات قائم رہے کوئی بھی کسی طرح ان کے نظریہ میں کوئی تبدیلی نہ لاسکا۔

بقول خلیق احمد نظامی ''وحدت الوجود''۔۔۔۔ مختصراً اس کے معنی
یہ ہیں کہ خدا کے سوا کائنات میں کوئی چیز موجود نہیں یا یہ کہ جو کچھ موجود ہے سب
خدا ہی ہے اہلِ ظاہر کے نزدیک خدا سلسلہ کائنات سے بالکل الگ ایک جداگانہ
ذات ہے صوفیہ کے نزدیک خدا سلسلہ کائنات سے الگ نہیں ہے۔۔۔

"وحدت الوجود" سے اسلام کے بہترین دماغ متاثر ہوئے اور یہ نظریہ تصوف کی روح بن گیا۔۔۔۔ مسئلہ "وحدت الوجود" پر عوام میں گفتگو کو مشائخ بہت برا سمجھتے تھے۔۔۔ حقیقت میں یہ مسئلہ اس قدر نازک ہے کہ عوام اس کو صحیح طور پر نہیں سمجھ سکتے اور ایسی صورت میں بے راہ روی پیدا ہوجانا لازمی چیز ہے ۔۔۔۔

نظریۂ "وحدت الوجود" میں اعتقاد کا اثر عملی زندگی میں بڑا زبردست پڑتا ہے اس پر اعتقاد رکھنے والے کا مطمحِ نظر بلند، ہمدردیاں وسیع اور مقاصد اعلیٰ ہوتے ہیں وہ عملاً الخلق عیال اللّٰہ کا قائل ہوتا ہے۔ وہ ہر نظریہ کو ہمدردانہ سمجھنے کے لئے تیار رہتا ہے۔ اس لئے کہ اس کی نظر میں حقیقت تو ایک ہی ہے۔۔۔۔۔

"وحدت الوجود" پر ایمان لانے کے بعد انسان میں تنگ نظری اور تعصب کا تو وجود رہتا ہی نہیں۔ ہمارے مشائخ نے اس نظریے کے ذریعے دوسری قوموں کے مزاج کو پہچانا ان کے مذہبی اور سماجی حالت کو پرکھا اور پھر اسلام کے زرّیں اصولوں کو ان تک پہنچانے کی کوشش کی۔۔" (صفحات ۱۱۲ تا ۱۱۴ – تاریخ مشائخ چشت)

مشائخ چشت کا "وحدت الوجود" پر اتفاق تھا لیکن اس کی عام دعوت اور اس پر اظہار رائے کے لئے وہ احتیاط کو ضروری سمجھتے تھے۔ ان کا خیال تھا "وحدت الوجود" کی کل گفتگو اس قدر نازک ہے کہ عوام اس کو پوری طرح نہیں سمجھ سکتے ہیں اور گمراہی اور بے دینی کے پیدا ہوجانے کا خطرہ ہے۔

خلیق احمد نظامی نے "وحدت الوجود" پر گفتگو کے لئے یہ بات صاف صاف کہی ہے

"اسلامی تاریخ شاہد ہے کہ جب بھی عوام کو اس گفتگو میں شریک کیا گیا ہے الحاد و زندقہ کے دروازے کھل گئے ہیں چنانچہ اس سلسلے میں مشائخ نے ہمیشہ۔۔۔ احتیاط برتی ہے" (تاریخ مشائخ چشت صفحہ ۱۱۳)

ڈاکٹر خسرو حسینیؒ نے وضاحت کی ہے

"فیروز شاہ تغلق کی تخت نشینی تک نہ صرف ابن عربیؒ کی تصانیف ہندوستان پہنچ چکی تھیں بلکہ ان کے نظریات پر بحث و مباحثہ ہونے لگے تھے "ابنِ عربیؒ" کی تصانیف پر تشریحات کئے جانے لگے اور مکتوبات کے ذریعہ مسئلہ "وحدت الوجود" کی وضاحت ہونے لگی۔ لوگوں نے "انا الحق" کے نعرے لگائے جن پر "فیروز

شاہ تغلق" نے قتل کے فتویٰ صادر کئے۔"

جب "وحدت الوجود" کی گفتگو کے عام ہونے کے سبب گمراہی کے دروازے کھلنے لگے۔ سیدنا بندہ نواز خواجہ گیسو درازؒ نے جو صاحبِ علم و بصیرت تھے اور محتاط تھے گمراہی کے دروازے بند کرنے کے لئے اپنی زبان کھولی۔

شیخ عبدالرحمٰنؒ چشتی کا بیان ہے۔

"میر سید جہانگیر سمنانیؒ ایک خط میں لکھتے ہیں کہ دکن کی طرف میں جب پہلی مرتبہ گیا تو بندہ نواز سید محمد گیسو درازؒ کی زیارت ہوئی، میں نے ان کو بڑا عالیشان بزرگ پایا آپ نے بہت کتابیں لکھی ہیں۔ آپ نے اپنی آخری تصنیف میں صاحبِ فصوص الحکم (شیخ ابن عربیؒ) کے "وحدت وجود مطلق" کی طرف اشارہ کیا ہے اس فقیر نے اس کی بہت تاویل کی اور قسم قسم کے دلائل عقلی و نقلی پیش کئے۔ لیکن آپ کو اس کتاب کی ترمیم کے لئے آمادہ نہ کرسکا۔" (مراۃ الاسرار۔ صفحہ ۹۸۲)

سیدنا بندہ نواز خواجۂ گیسو درازؒ کی تصنیف کا نام نہیں لیا گیا ہے اب یہ دیکھنا ہوگا کہ آپ کی وہ آخری تصنیف کون سی ہے؟[1] جس میں "وحدت الوجود مطلق" کی طرف اشارہ کیا ہے؟ اور یہ طے کرنا ہوگا کہ اس کتاب کے بعد آپ کی کوئی اور کتاب ہے یا نہیں؟؟

اس "اشارہ" کا ذکر سید اشرف جہانگیر سمنانیؒ نے کیا ہے اسی "اشارہ" کی گفتگو سیدنا بندہ نواز گیسو درازؒ اور مولانا جمال الدین مغربیؒ کے درمیان بھی ہوئی تھی۔

ڈاکٹر سید وحید اشرف اشرفی کی تحریریں ذمہ دارانہ ہوتی ہیں۔ وہ اپنے مضمون "ابن عربی" **شیخ علاء الدولہ سمنانیؒ اور سید محمد گیسو درازؒ اور "وحدت الوجود"** میں بحث و دلائل کے ساتھ لکھتے ہیں:

حضرت گیسو دراز حضرت سید اشرف جہانگیرؒ کے معاصر تھے۔ حضرت گیسو درازؒ سے ملاقات بھی کی۔ دونوں میں ابن عربیؒ پر مباحثہ بھی ہوا لیکن حضرت گیسو درازؒ ابن عربیؒ کی مخالفت میں اپنی رائے پر قائم رہے۔ حضرت جہانگیرؒ نے اس واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے لیکن بحث کی تفصیلات نہیں پیش کی ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں

"سیر" اخیر التصنیفات حضرت میر است کہ در وحدت الوجود مطلق اند کی ایمائی بہ

[1] کیا وہ کتاب بقول سید اشرف جہانگیرؒ "سیر" ہے۔

نسبت حضرت صاحب 'فصوص' کردہ اند فقیر تغیر مزاج کردہ بانواعِ دلائلِ عقلی و نقلی خاطر نشاں حضرت میر نمودہ فرجہ نیافت کہ در ''سیر'' اصلاح کردہ آید

(مکتوباتِ اشرفی ۳۲)

ترجمہ

سیر (سیر النبی) آخری تصنیف حضرت میر (گیسو دراز) ہے کہ جس میں وحدت الوجود کے بارے میں صاحبِ ''فصوص'' کی طرف (معترضانہ) اشارہ کیا ہے فقیر نے آپ کے نظریہ میں تبدیلی کے لئے بہت سے عقلی اور نقلی دلائل پیش کئے لیکن آپ نے قبول نہیں کیا اور اس کتاب میں اصلاح نہیں کی۔

شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ اور ان کی کتابوں کے لئے ان کی رائے کیا تھی؟ اس کا بہت واضح اظہار ''جوامع الکلم'' میں ملتا ہے

''۔۔۔۔خواجہ احمد خادم نے پوچھا کہ آپ کا شیخ محی الدین ابن عربیؒ کی کتابوں کے بارے میں کیا خیال ہے تو میں نے تین مرتبہ جواب سے اجتناب کیا، مگر آخر کار جب وہ اصرار کرنے لگے تو میں نے کہا کہ میرا ان کے بارے میں جو اعتقاد ہے وہ تم سے کہتا ہوں کہ ان کی باتیں الٹیں اور وہ خود الٹے'' (مجلس ۲۸)

عقیدہ اپنی جگہ ہے لیکن سیدنا بندہ نواز خواجہ گیسو درازؒ نے 'ابنِ عربیؒ' کے ایک رسالہ کا ایک گفتگو کے دوران حوالہ دیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

''محی الدین ابنِ عربیؒ کے رسالہ میں پیرو مرید کے آداب کے بارے میں لکھا گیا ہے ''یَجِبُ عَلَی الشَّیْخِ اَنْ یُظْهِرَ عَلَی الْمُرِیْدِ مَا اَهیبُ هَیْئَتِهٖ وَ اَجْمَلَ صِفَتِهٖ''

شیخ پر لازم ہے کہ وہ مرید پر اپنی اچھی صورت بنا کر ظاہر ہو، اور عمدہ خصائل کے ساتھ پیش ہو، کیونکہ مرید شیخ کی طرف متوجہ رہتا ہے لہٰذا چاہئے کہ اس کے دل میں اس کی بہترین صفت جگہ بنالے تاکہ اس کی توجہ کے وقت دل کا میلان زیادہ ہو۔

(مجلس ۶۹)

اور ارشاد فرمایا کہ:

''مولانا محی الدین ابنِ عربیؒ پیرو مرشد کے آداب کے رسالہ کے آخری حصہ میں

یہ حکایت تحریر فرماتے ہیں۔ (مجلس ۸ رشوال ۸۰۳ھ)

بات قابلِ ذکر اور اہمیت کی حامل ہے۔ فرماتے ہیں

''میں نے اس رسالہ کے ترجمہ میں لکھا ہے'' (مجلس ۸ رشوال ۸۰۳ھ)

سیدنا بندہ نواز خواجہ گیسو درازؒ کا ''ابنِ عربیؒ'' کے لئے ایک طرف وہ 'عقیدہ' جس کا اظہار واضح اور صاف الفاظ میں کیا گیا ہے اور ایک طرف یہ صورتِ حال کہ آپ پیرو مرید کے آداب کے بارے میں نہ صرف ان کے قول کا حوالہ دیتے ہیں بلکہ ان کے جس رسالہ سے یہ قول لیا گیا ہے اس کا ترجمہ کرتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے جہاں ان کو ''ابنِ عربیؒ'' کی باتوں سے اختلاف تھا وہاں ان کی باتوں سے اتفاق بھی تھا اور ان کی بعض تحریروں کی آپ کی نظر میں یہ اہمیت تھی کہ ان کے ترجمہ کی طرف توجہ فرمائی۔

دراصل ابنِ عربیؒ کی کتب کا معاملہ یہ ہے۔

بقول خلیق احمد نظامی

'حضرت امام اکبرؒ کی تصانیف تصوف کے اعلیٰ خیالات سے روشناس کرانے کے لئے ضروری تھیں، لیکن ان کے درس میں بڑی احتیاط برتی جاتی تھی۔ بعض مشائخ تو اس کا درس دیتے وقت حجروں کو بند کرا دیتے تھے۔''

(تاریخ مشائخ چشت صفحہ ۲۷۷)

مشائخ چشت علیہم الرضوان کے یہاں ''وحدت الوجود'' کی تعلیم کا سلسلہ برقرار رہا لیکن شیخ کلیم اللہ جہان آبادیؒ کی اس تاکید کا ہمیشہ لحاظ رکھا گیا ہے۔ جس کا اظہار ان کے ایک مکتوب میں کیا گیا ہے۔ جسے وہ ''دستور العمل'' قرار دیتے ہیں۔

''مسئلہ ''وحدت الوجود'' کو ہر کس و ناکس کے سامنے نہ چھیڑا جائے بلکہ استعداد و اہلیت دیکھنے کے بعد حسبِ موقع اس پر بحث کی جائے۔''

(تاریخ مشائخ چشت صفحہ ۴۰۸)

مسئلہ ''وحدت وجود'' را شائع پیش ہر آشنا و بیگانہ نخواہید بر زبان آورد

(مکتوب صفحہ ۴۷)

ترجمہ: مسئلہ ''وحدت الوجود'' کو ہر آشنا و بیگانہ کے سامنے بیان نہیں کرنا

چاہیے۔"

شیخ کلیم اللہؒ کے شجرہ بیعت سے وابستہ ایک اہم چشتی بزرگ قبلۂ عالم خواجہ نور محمد مہارویؒ کا خیال تھا

"برامم ماضیہ حوادث واقع می شدند محض برائے اظہار "وحدتِ وجود"

(مناقب المحبوبین، صفحہ ۹۷)

(ترجمہ) پہلی امتوں پر جو حوادث نازل ہوئے وہ صرف اظہار "وحدتِ وجود" کی بنا پر تھے۔

بقول خلیق احمد نظامی

"شیخ اکبر کے اس نظریہ "وحدت الوجود" سے اسلام کے بہترین دماغ متاثر ہوئے ہیں اور یہ نظریہ تصوف کی رُوح بن گیا"

حقیقت میں یہ مسئلہ اس قدر نازک ہے کہ عوام اس کو صحیح طور پر نہیں سمجھ سکتے اور ایسی صورت میں بے راہ روی پیدا ہو جانا لازمی چیز ہے۔ اسلامی تاریخ شاہد ہے کہ جب بھی عوام کو اس گفتگو میں شریک کیا گیا ہے الحادو زندقہ کے دروازے کھل گئے ہیں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں مشائخ نے ہمیشہ یہ احتیاط برتی ہے کہ

(۱) مریدین کو اس پر گفتگو کرنے کی سخت ممانعت کی ہے۔

(۲) شیخ اکبرؒ کی کتابوں کو پڑھنے پڑھانے پر پابندیاں عائد کی ہیں

محمد غوثی۔ مصنف "گلزار ابرار" کے ایک بیان سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ "فصوص الحکم" کو پڑھانے کے لئے باقاعدہ سند حاصل کی جاتی تھی۔

(گلزار ابرار قلمی نسخہ)

(۳) فصوص الحکم کی زیادہ تر شرحیں عربی میں لکھی گئی ہیں تاکہ صرف اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقہ ہی ان سے استفادہ کر سکے۔۔۔۔۔۔ واضح رہے کہ یہ تمام احتیاطیں ان مشائخ نے برتی ہیں جن کا "وحدت الوجود" پر ایمان تھا۔

(تاریخ مشائخ چشت۔ ص ۱۱۳)

سیّدنا بندہ نواز خواجہ گیسو درازؒ نے عوام میں "وحدت الوجود" کے سبب پیدا ہونے والی بے راہ روی اور الحادو زندقہ سے وابستگی کے راستہ ہموار ہونے کے سبب "ابن عربیؒ" ان کی

کتب اور مسئلہ "وحدت الوجود" کے لئے اس بات کی کوشش کا ارادہ کیا کہ اس کی روک تھام ہو سکے تو یہ ان کی نیک نیتی اور ہوش مندی تھی اور ان کا اختلاف وقت اور حالات کے پیش نظر بہر حال جائز تھا اور اگر مشائخ چشت علیہم الرضوان کے ذی علم، باخبر اور ذمہ دار اہلِ نظر نے مسئلہ "وحدت الوجود" سے اپنی وابستگی برقرار رکھی اور اسکی تعلیم نہایت احتیاط سے اہل حضرات کو دیتے رہے تو وہ بھی حق بہ جانب رہے ہیں۔ اور اس کے لئے ان کی خدمات ناقابل فراموش ہیں جیسے سلسلۂ چشتیہ صابریہ کے مشہور بزرگ

"شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ صاحب علم وفضل بزرگ تھے۔ ان کی تصانیف سے ان کے مطالعہ کی وسعت اور نگاہ کی بلندی کا اندزہ ہوتا ہے"

(تاریخ مشائخ چشت صفحہ ۲۲۱)

انہوں نے "شیخ اکبر محی الدین ابن عربی" کی مشہور تصنیف "**فصوص الحکم**" پر حاشیہ تیار کیا تھا۔ (گلزار ابرار)

اور سلسلۂ چشتیہ صابریہ کے ہی ایک بزرگ

شیخ محب اللہ الہ آبادی (المتوفی ۱۰۵۸ھ) تھے شیخ اکبرؒ کی تصانیف پر بڑا عبور تھا۔ "**فصوص الحکم**" کی کئی شرحیں لکھی تھیں۔ (تاریخ مشائخ چشت۔ صفحہ ۲۲۵)

سلسلہ چشتیہ نظامیہ فخریہ کے ایک معروف بزرگ بانیِ سلسلۂ نیازیہ شاہ نیاز احمدؒ ہوئے ہیں۔ یہ بحیثیت ایک شاعر بھی اپنا خاص مقام رکھتے ہیں

شاہ نیاز احمد صاحبؒ کے دیوان کا اصل موضوع "وحدتِ وجود" ہے۔۔۔ انہوں نے اٹھارویں صدی میں اس نظریہ کی اشاعت میں نہایت سرگرمی سے حصہ لیا۔ ان کا سارا کلام اسی سے لبریز ہے۔" (تاریخ مشائخِ چشت صفحہ ۵۶۷)

شاہ نیاز احمد صاحبؒ۔۔۔۔ کے بعد ان کے خلفِ اکبر حضرت تاج الاولیا شاہ نظام الدین صاحبؒ سجادہ نشین ہوئے۔۔۔۔ ان کے مریدوں میں دو بزرگ خاص طور سے قابلِ ذکر ہیں مولانا عبدالسلام صاحب نیازی دہلویؒ۔۔۔۔ نہایت جیّد عالم ہیں فلسفہ، ریاضی اور الٰہیات پر خاص عبور ہے۔ "وحدتِ وجود" پر ان کی گفتگو دلچسپ اور عالمانہ ہوتی ہے۔" (تاریخِ مشائخِ چشت صفحہ ۵۷۳)

مولانا عبدالسلام صاحبؒ کا انتقال ہو چکا ہے۔ راقم الحروف کو بھی شرفِ نیاز حاصل ہوا تھا۔ ان کی گفتگو واقعی بیحد متاثر کن ہوتی تھی ملنے کے بعد کوئی بھی ان کا معترف ہوئے اور ان سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔

سلسلۂ چشتیہ نظامیہ نیازیہ کے ایک اور بزرگ

''مسکین شاہ صاحبؒ ۔۔ حضرت شاہ نیاز احمد صاحبؒ کے خلفاء میں ایک خاص مرتبہ کے مالک تھے۔۔۔۔ مسئلہ ''وحدتِ وجود'' پر کچھ اطمینان چاہتے تھے۔ بالآخر شاہ نیاز احمد صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان ہی کے ہو گئے۔''

(تاریخِ مشائخِ چشت صفحہ ۵۷۴)

سلسلۂ چشتیہ نظامیہ فخریہ سے وابستہ بزرگ نور محمد مہارویؒ سے شجرۂ بیعت رکھنے والے بزرگ مولوی گل حسنؒ

''قاضی محمد عاقلؒ کے مرید تھے۔ شاعرِ خوش گو تھے۔۔۔۔ ''وحدتِ وجود'' ان کا خاص موضوع تھا''

(تاریخِ مشائخِ چشت صفحہ ۵۹۷)

اور سلسلۂ چشتیہ نظامیہ فخریہ سے وابستہ بزرگ نور محمد مہارویؒ کے مشہورِ عالم خلیفہ خواجہ سلیمان تونسویؒ کے ایک اہلِ قلم خلیفہ حاجی نجم الدین صاحبؒ تھے۔

''وحدتِ وجود'' پر حاجی صاحب کا ایمان تھا اپنی نظموں میں جگہ جگہ اسی پر گفتگو کرتے ہیں۔۔۔۔ جب اسرارِ وحدت کہتے کہتے حد سے گذر جاتے ہیں تو گھبرا کر بے اختیار کہتے ہیں

چپ رہ نجما باورے چھپا، کھول مت بھید دیکھ پیا کو ہر جگہ گر ہے تجھ کو دید[1]

ان ہی کے ایک اہلِ قلم خلیفہ حکیم سید محمد حسن امروہویؒ تھے

''وحدتِ وجود'' کے قائل تھے اور حضرت امام اکبرؒ کے خیالات کی وضاحت اپنی تصانیف میں کی ہے۔''

(تاریخِ مشائخِ چشت صفحہ ۶۹۹)

حکیم صاحب کی ایک کتاب ہے۔

''تکمیلہ حکمت درشرح فصوص الحکم حضرت شیخ اکبرؒ (نولکشور لکھنؤ)

(تاریخِ مشائخِ چشت صفحہ ۶۹۹)

۱ غزلیات حاجی نجم الدین صاحبؒ

خواجہ نور محمد مہارویؒ کے شجرۂ بیعت سے وابستہ ایک بزرگ حضرت مہر علی شاہؒ ہوئے ہیں۔ خلیق احمد نظامی نے ان کے لئے لکھا ہے۔

''شیخ اکبر کے نظریۂ ''وحدت وجود'' پر جو عبور ان کو حاصل تھا اس کی اس صدی میں نظیر نہیں ملتی ''فصوص الحکم'' کا باقاعدہ درس دیتے تھے۔ اس کے اسرار و رموز کو خوب سمجھتے تھے۔ علامہ اقبال نے ایک مرتبہ شیخ اکبر کے فلسفہ کے متعلق ان کو ایک خط لکھا تھا۔''

(تاریخِ مشائخِ چشت صفحہ ۷۱۵)

صوفیاء اپنے اپنے نظریہ کی نمائندگی کرتے رہے ہیں۔

''حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ ۔۔۔۔ حضرت ابنِ عربیؒ کے معاصر تھے ایک روایت ہے کہ مکہ معظمہ میں اتفاقاً دونوں کی مڈبھیڑ ہوگئی۔ دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا، ایک لفظ زبان سے نہ نکالا اور دونوں رخصت ہو گئے شیخ سہروردیؒ حضرت جنید بغدادیؒ کے مکتبِ فکر کے لوگوں میں تھے۔ شیخ اکبرؒ، شیخ بایزید بسطامیؒ اور شیخ ابوالحسن خرقانیؒ کے نظریات سے متاثر تھے۔

(تاریخِ مشائخِ چشت صفحہ ۱۱۴)

نظریۂ ''وحدت الوجود'' نے موافق اور مخالف مکتبۂ خیال کا حلقہ بنایا اور یہ مسئلہ ہمیشہ موضوع بحث رہا ہے۔

خواجہ فرید الدین عطارؒ ''وحدت الوجود'' کے خاص مبلّغ اور داعی ہوئے ہیں۔ ''تاریخ مشائخِ چشت'' میں لکھا ہے۔

''وحدت الوجود'' کا مضمون خواجہ صاحبؒ کی خاص توجہ کا مرکز بنا انھوں نے اکثر اشعار اس مضمون کے لکھے۔ وہ نہایت جوش و خروش اور ادّعا سے اس کو بار بار کہتے ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ سیر نہیں ہوتے۔ ان کا فلسفہ یہ ہے کہ تمام اشیاء میں وہی جاری و ساری ہے اور اسی نے ہر چیز میں حسن پیدا کر دیا ہے وہ قد میں جلوہ زلف میں شکن ابرو میں وسمہ یاقوت میں آب مشک میں خوشبو ہے۔

تاب در زلف و وسمہ برابرو — سرمہ در چشم و غازہ بر رخسار
رنگ در آب و آب در یاقوت — بوئے در مشک در تاتار[1]

(تاریخِ مشائخِ چشت صفحہ ۷۱۵)

خلیق احمد نظامی کا کہنا ہے

مولانا عبید اللہ سندھی مرحوم کی بالغ نظر نے اسلامی تاریخ کے اس راز کو خوب سمجھ لیا تھا کہ اسلام کی ترویج واشاعت میں ''فلسفۂ وحدت الوجود'' کو بڑا دخل رہا ہے اور اسی بنا پر وہ ایسا محسوس کرنے لگے تھے کہ اسلام کا فکری انقلاب اسی راہ سے ہو کر گذرے گا۔

ان کا خیال صحیح تھا اور بالکل صحیح لیکن یہ حقیقت بھی اپنی جگہ ہے کہ ''وحدت الوجود'' کو عملی زندگی میں ایک انقلابی عنصر کی حیثیت سے استعمال کرنے کے لئے مجددانہ بالغ نظری اور بیدار مذہبی شعور کی ضرورت ہے ورنہ اس کی گمراہیاں کبھی ''دینِ الٰہی'' کی شکل اختیار کرتی ہیں اور کبھی فتنۂ ''نمود وانمود'' کی۔ (تاریخِ مشائخِ چشت صفحہ ۱۱۴)

مشائخِ چشت علیہم الرضوان کی زندگیاں ''الخلق عیال الله'' کی آئینہ دار رہی ہیں اور ان کے دائرۂ کار کا خاص میدان ملک ہندوستان رہا ہے اس لئے:

''ہندوستان میں چشتیہ سلسلہ کا ایک اہم اصول یہ رہا ہے کہ ہندوؤں کے ساتھ شگفتہ تعلقات رکھے جائیں۔''

''نافع السالکین'' میں لکھا ہے

''حضرت قبلہ من قدس سرۂ فرمودند کہ درطریق ماہست با مسلمان و ہندو صلح باید داشت وایں بیت شاہد آورندے''

حضرت قبلہ قدس سرۂ فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے سلسلہ کا یہ اصول ہے کہ مسلمان اور ہندوؤں دونوں سے صلح رکھنی چاہئے اور یہ بیت پڑھا کرتے تھے۔

حافظا گر وصل خواہی صلح کن با خاص وعام

با مسلمان اللہ اللہ با برہمن رام رام

(''نافع السالکین''، صفحہ ۱۷۶)

ان کے نزدیک یہ تقاضا سماج اور سیاست کا نہ تھا بلکہ اخلاق وانسانیت کا مطالبہ تھا۔ وہ عملاً ''الخلق عیال الله'' کے قائل تھے اور چاہتے تھے کہ عقائد ونظریات

کے اختلافات انسانی برادری کے رشتہ پر نظر انداز نہ ہوں۔ رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان

''وَکُونُوا عِبادَ اللّٰهِ اِخْوانًا''

اے خدا کے بندو! آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ۔ (بخاری)

ان کا ایمان تھا وہ مہر ومحبت، خلوص ومروت، ہمدردی ورواداری سے انسانی قلوب کو ایک رشتۂ الفت میں پرونے کی کوشش کرتے تھے۔

''ہندو مذہب کی طرف مشائخ چشت کا جو رویہ تھا اس کا اندازہ اس واقعہ سے لگایئے ایک دن صبح کے وقت شیخ نظام الدین اولیاءؒ امیر خسروؒ کے ساتھ اپنے جماعت خانہ کی چھت پر چہل قدمی فرما رہے تھے، دیکھا کہ پڑوس میں کچھ ہندو بتوں کی پوجا کر رہے ہیں۔ فرمایا:

''ہر قوم راست راہے دینے وقبلہ گاہے''

(انوار العیون قلمی) (تزکِ جہانگیری صفحہ)

[illegible] ان کے افکار کا مکمل ترجمان ہے چشتیہ سلسلہ کے اصولوں کا بہترین آئینہ دار ہے۔

مشائخِ چشت کی وسعتِ نظر اور رواداری کا یہ حال تھا کہ ہندوؤں کی کوئی بات پسند آئی تو اس کی بے تکلف تعریف کرتے۔

(تاریخِ مشائخِ چشت صفحات ۲۹۷-۲۹۸)

مشائخ چشت کی یہ حکمتِ عملی، طریقۂ رواداری، رشتۂ الفتِ باہمی، ہندوؤں کے [illegible] اور ان کے مخصوص افکار وعمل کا یہ انداز ان کی اسلامی اخلاق وتعلیم سے باخبری کے [illegible] ان کے ''وحدت الوجود'' کے مسلک کے پیرو ہونے کے سبب سے بھی تھا۔

[illegible] صاحب لکھتے ہیں

''وحدت الوجود'' خارجی دنیا کا منکر نہیں ہے۔ اس کا اعتراف کرتا ہے۔۔۔۔
''وحدت الوجود'' کا مسئلہ جدلیاتی مادیت کے منافی نہیں ہے۔ بلکہ اس کا ایک منطقی نتیجہ ہے۔ ''وحدت الوجود'' ایک ایسے شعورِ اعلیٰ کا تصور پیش کرتا ہے جس کے دو مظاہر انسان اور خارجی دنیا ہیں۔ انسان کی اخلاقی زندگی ہی شعورِ اعلیٰ سے ماخوذ ہے ۔۔۔۔ یہ سب اس ہی شعورِ اعلیٰ کی وجہ سے ہے جو انسان کی قدرت کو طاقت بخش کر اسے اس لائق بناتا ہے کہ وہ ہر چیز کو متغیر کر سکے اور اسے ترتیب دے دے۔''

''**وحدت الوجود**'' کی تعلیم سب سے پہلے اپنشدوں نے دی۔ مشرقی فلسفہ وافکار میں اس کی ایک امتیازی حیثیت ہے۔ قرونِ وسطیٰ کے صوفیہ اس کی نشرواشاعت میں اس لئے پس و پیش کرتے تھے کیونکہ حکمراں طبقہ سے متعلق ہوجانے کے بعد (سولہویں صدی تک پہنچتے پہنچتے) انھیں اس کی انقلابی نوعیت سے خوف محسوس ہونے لگا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ''**وحدت الوجود**'' ایک ایسا مانوس لفظ ہوگیا جو ہر شخص کی زبان پر رہنے لگا اور اس کے اظہار کی ہر شخص کو اجازت ہوگئی۔ کیونکہ اب یہ فکر و عمل کے کسی جذبہ کو متحرک نہیں کرسکتا تھا حکمراں طبقہ سے وابستگی کی یہ نوعیت اب ختم ہوچکی ہے حکمراں طبقہ اب فنا ہورہا ہے اور وقت کا تقاضہ یہ ہے کہ وحدت الوجود کے اساسی نقطۂ نظر کی طرف ایک بار پھر رجوع کیا جائے اور اس کے مطالب و مفہوم کی دوبارہ تشریح کی جائے۔''

(تاریخِ مشائخِ چشت صفحات ۳۱-۳۲)

میری رائے میں پروفیسر حبیب کے مشورہ پر ہوشمندی کے ساتھ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں غور وفکر کی ضرورت ہے اور موجودہ وقت اور حالات میں عصرِ حاضر کے تقاضوں کے پیشِ نظر ''**وحدت الوجود**'' کی عملی طور پر اہمیت ہے یا نہیں؟ اور صوفیہ کے نظریۂ ''وحدت الوجود'' کے اثرات کا تصوف کے سرمایہ کو سامنے رکھ کر جائزہ لیا جانا چاہئے۔

سیدنا بندہ نواز خواجہ گیسو درازؒ کے سلسلے میں یہ بات بھی پیشِ نظر رہنی چاہئے کہ ان کی مجالس میں ''ابنِ عربیؒ'' کا ذکر ہوتا تھا اور مسئلۂ ''**وحدت الوجود**'' کے علاوہ بھی ان کے تعلق سے اور ان کی بیان کردہ حکایت پر گفتگو ہوتی تھی اور بندہ نوازؒ اپنی رائے کا اظہار فرماتے تھے۔

۸رشوال ۸۰۳ھ کی مجلس میں تحریر ہے۔

کچھ گفتگو اس بارے میں تھی کہ جو واقعاتِ نادرہ بزرگوں سے ظاہر ہوتے ہیں ان کو قلمبند نہ کرنا چاہئے اگر ایسی افتاد آپڑے تو چاہئے کہ ان بزرگ کے نام کی صراحت کے ساتھ ذکر کیا جانا چاہئے تا کہ دوسروں کے بارے میں گمان پیدا نہ ہو۔ ارشاد فرمایا کہ مولانا محی الدین ابنِ اعرابیؒ (عربیؒ) پیر و مرید کے آداب

کے رسالہ میں آخری حصہ میں یہ حکایت تحریر فرماتے ہیں کہ ایک بزرگ کو ان کے مرید نے دیکھا کہ وہ ایک عورت سے گناہ میں مشغول ہیں پیر نے بھی یہ جان لیا کہ ان کے مرید نے ان کو اس کام میں دیکھ لیا ہے تو اپنے آپ میں کہنے لگے کہ اب یہ مرید اعتقاد سے پھر جائے گا مگر انھوں نے دیکھا کہ وہ اپنے اعتقاد پر مضبوطی سے قائم ہے تو آپ نے اس سے پوچھا کہ تم نے مجھے اس کام میں دیکھا پھر تم اعتقاد سے کیوں نہیں پھر گئے؟ مرید نے جواب دیا مجھے ان کاموں سے کیا تعلق میری غرض تو آپ سے ہے اور میں یہ جانتا ہوں کہ میری غرض آپ سے پوری ہوگی اس لئے میں آپ ہی کی طرف متوجہ رہتا ہوں آپ کا جو جی چاہے آپ کیجئے میری نظر ان چیزوں پر نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا میں نے اس رسالہ کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ تعجب ہوتا ہے کہ شیخ محی الدینؒ کتاب میں ایسی حکایت تحریر کرتے ہیں اور دوسرا تعجب یہ کہ تمام بزرگوں پر انھوں نے بدگمانی ثابت کردی چونکہ انھوں نے اس بزرگ کا نام نہیں لکھا آپ کو چاہئے تھا کہ اس مقام پر نام لکھ دیتے تو یہ معلوم ہوجاتا کہ وہ کس طرح کا شخص ہے۔ ایک شخص جو منصبِ ارشاد پر فائز ہو اور وہ زنا میں مبتلا ہو اللہ پناہ میں رکھے کہ یہ بات اہلِ اقتدا کے سزاوار ہرگز نہیں اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ کس قسم کے بزرگ تھے اہلِ تحقیق کی نظر میں ایسا شخص شیوخت کا سزاوار نہیں تا آنکہ اس کا ظاہر و باطن آراستہ نہ ہوجائے ایسے شخص کو شیوخت کی بزرگی پر بٹھانا محض حرام ہے۔

جو بات سیدنا بندہ نواز خواجہ گیسو درازؒ نے واقعہ کے تعلق سے کہی ہے وہ صحیح ہے۔ ''اور ابن عربیؒ کو اگر واقعہ بیان کرنا ہی تھا تو بزرگ کا نام لکھنا چاہئے تھا واقعی! ایسی صورت جو واقعہ میں ہے اور جسے ''اعتقادِ مرید'' کہا گیا ہے عام لوگوں کے لئے اس کا وجہ گمراہی ہونا ضروری ہے۔''

۸ محرم الحرام ۸۰۳ھ کی مجلس میں تحریر ہے۔

ایک سائل نے عرض کیا کہ خواجہ محی الدین ابن عربیؒ کی ایک حکایت بیان کی جاتی ہے کہ ایک روز شیخ کو پندرہ مقامات پر حاضر دیکھا گیا تو بھلا

ایک شخص ایک ہی وقت میں مختلف مقامات پر کس طرح حاضر رہ سکتا تھا؟ تو فرمایا کہ شخص واحد مکانِ واحد میں بوقتِ واحد ہے اور دوسرے مقامات پر اس کو دکھایا جارہا ہے اور یہ بعض حروف کی خصوصیت ہے اور شیخ محی الدینؒ ان حروف کا علم رکھتے تھے اور ان کا زور اور غلبہ عوام الناس پر اسی وجہ سے تھا اور وہ خود ان پندرہ مکانات میں سے کسی ایک مکان میں بھی نہیں تھے وہ خود اسی ایک جگہ پر موجود تھے جن کو دوسری جگہوں پر دکھایا جارہا تھا اور یہ نمائش ایسی نہ تھی کہ محض صورت کی ہو بلکہ کلام بھی ہوتا ہے کھانا بھی کھاتے ہیں ناچتے کودتے بھی ہیں اور جو جو افعالِ بشری ہوتے ہیں وہ سب سرزد ہوتے ہیں مگر وہ نہیں ہوتے۔

پہلی حکایت کے لئے بھی بندہ نوازؒ نے نہایت مناسب رائے کا اظہار فرمایا ہے اور مندرجہ بالا دوسری حکایت میں ”یہ بعض حروف کی خصوصیت ہے اور شیخ محی الدینؒ ان حروف کا علم رکھتے تھے“ کہہ کر ابنِ عربیؒ کی حیثیت کو واضح کیا ہے۔ دونوں حکایات کے سلسلے میں اظہارِ رائے میں غیر جانب داری اور دیانت داری ظاہر ہے۔

۲۱/ ماہ شعبان ۸۰۳ھ کی مجلس (۳۱) میں تحریر ہے۔

ارشاد فرمایا کہ محی الدین ابنِ عربیؒ یہ کہتے ہیں کہ ہوسکتا ہے کہ کسی ولی کو ایسا علم ہو جو نبی ﷺ کو نہ ہو اور اس کی دلیل اس مسئلہ سے لیتے ہیں کہ پہلے یہ طریقہ تھا کھجور کے درخت کو مادہ درخت سے چھواتے تھے اس کو رسول ﷺ نے منع فرمادیا اور اس سال میوہ کم ہوا صحابہؓ نے اس کیفیت کی حضرت رسول ﷺ کو اطلاع دی تو حضرت ﷺ نے فرمایا: ”انتم اعلم بامور دنیاکم“ ”تم دنیا کے کام خوب جانتے ہو بس جس طرح تم کیا کرتے تھے ویسا ہی کرو۔ ہر شخص اس مسئلہ کے متعلق باتیں کہتا ہے اور اس دلیل کی نظیر لیتا تھا۔ میں نے صحاح ستہ میں ایک دوسری دلیل بھی دیکھی ہے۔

حضرت رسول ﷺ نے فرمایا کوئی نبی ایسا نہیں ہے جس کی نظیر میری امت میں نہ ہو۔ اور ہر نبی کے ساتھ ایک علم مخصوص ہوتا ہے جو دوسرے نبی میں نہیں ہوتا جیسا کہ حضرت سیدنا ابراہیمؑ کا حال تھا اور اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام و موسیٰ علیہ

السلام وغیرہ کا ہے۔ ہر پیغمبر کی امّت میں اس نبی کی ایک نظیر ہوتی ہے چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نظیر ہے مثلاً ان میں جو علم ہے وہ موسیٰ علیہ السلام میں نہ تھا کیونکہ ابراہیم علیہ السلام ایک علم کے لئے مخصوص تھے جو علم موسیٰ علیہ السلام میں نہ تھا اور ایک علم جو ان کے ساتھ مخصوص تھا وہ ابراہیم علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام میں نہ تھا۔ اگر یہ نہ ہوتا تو ہر ایک ایک دوسرے کی نظیر نہ بن جائے۔

مندرجہ بالا عبارت میں بھی ابن عربیؒ کے قول اور دلیل کو رد نہ کرتے ہوئے۔ یہ کہتے [illegible] میں نے ”صحاح ستہ“ میں ایک دوسری دلیل دیکھی ہے اور ”صحاح ستہ“ کی بہرحال اہمیت [illegible] اور ابن عربیؒ کی رائے ”ہوسکتا ہے کہ کسی ولی کو ایسا علم ہو جو نبی ﷺ کو نہ ہو“ پر کوئی بحث نہ [illegible] تے ہوئے سیدنا بندہ نواز خواجہ گیسو درازؒ کہتے ہیں کہ حضرت رسول ﷺ نے فرمایا کوئی نبی ایسا [illegible] ہے جس کی نظیر میری امت میں نہ ہو اور اس فرمان کے حوالہ سے وضاحت فرماتے ہیں۔

سیدنا بندہ نواز خواجہ گیسو درازؒ کی ”مجالس“ میں ابن عربیؒ کا ذکر ہوا ہے اور ان کی [illegible] ال پر۔ انھوں نے اپنی رائے دی ہے اور ”مسئلہ وحدت الوجود“ کے علاوہ بھی ابن عربیؒ ان [illegible] ل نظر رہے ہیں۔

[illegible] ۸۰۲ھ کی مجلس (۱۱۳) میں تحریر ہے

کچھ گفتگو اس طائفہ کی جہالت سے متعلق آگئی۔ جس نے قیودِ شرع کو اس گمان کی بنا پر روند ڈالا ہے کہ سب کچھ وہی ہے یعنی ہمہ اوست تو آپ نے ارشاد فرمایا ہم تسلیم کرتے ہیں کہ سب کچھ وہی ہے یعنی وہی ہے جس نے اپنی رحمت سے بہشت کی صورت پیدا کی، اور وہی ہے جس نے اپنے قہر سے دوزخ کی صورت نمودار کی اور اس کو پیدا کیا نیکی اور بدی پیدا کی قہر کو قہر کی طرف لوٹا دیا کیونکہ اس کو اسی کی طرف نسبت دی جا سکتی تھی اور لطف کو لطف کی طرف پھیر دیا کیونکہ جنس اپنی جنس کی طرف میلان رکھتی ہے۔ جو صفت رضا ایک نیک صفت ہے جس کا منبع رحمت اور لطف ہے، اس کے برخلاف بری صفت غضب و غیض بدی میں شمار ہوئے جو اسکے [illegible] قہر پر مبنی ہے تو پھر اے مرد بے وقوف و جاہل، اور گرفتار خواہش نفس اتنا تو [illegible] کہ تجھ سے کیا سرزد ہو رہا ہے بدی یا نیکی اور جو کچھ تو ہے ویسا ہی رہا کرے تجھ کو

اس سے لوٹنا ہی پڑے گا اور تیرا ختم کار اسی کے مطابق ہوگا۔ کیونکہ جو شخص جس کام کے واسطے پیدا کیا گیا ہے۔ اس کو اسی کام میں سہولت دیجاتی ہے، قہر والے دوزخی قہر ہی کے کام میں آسانیاں پاتے ہیں، اور صاحبانِ لطف و بہشتی رحمت ولطف کے کاموں پر لگے رہتے ہیں باوجود سارے عرفان اور ساری دانشمندی جو تجھ کو اپنے خدائے تعالیٰ سے متعلق حاصل ہے وہ ان دونوں صفات سے باہر نہیں ہے۔ تیسری چیز جس کا کوئی وجود ہی نہیں ہے اس کا کوئی لحاظ نہیں کیا جاسکتا اور نیکی سوائے ہمارے پیغمبر کے اتباع کے اور کوئی چیز نہیں ہے جو کچھ اس کے خلاف ہے وہ بدی ہے اور بہشت سوائے نیکی کے حاصل نہیں ہوتی، کیوں کہ لطف سوائے لطف کے اور کسی سے نسبت نہیں رکھتا عارفانِ خدا میں سے بہت سارے ایسے ہوں گے جو دوزخ میں ڈال دیے جائیں گے، دوزخ کا عذاب چکھیں گے، رونے پیٹنے لگیں گے اس کے باوجود یہ جانیں گے کہ یہ وہی ہے جو ان پر عذاب کر رہا ہے اور حق تعالیٰ فرمائے گا کہ ہاں وہ میں ہی ہوں جو تم پر عذاب کر رہا ہوں۔ ایسا تو نہ ہوگا کہ جو مراد وہ بھی پس وہی ہے اور اسی سے پیش کرنے والی چیز ہے اور اسی طرح دوزخ کی بھی مثال ہے۔ جس کو اس کی طرف سے اور وہی خود سمجھ لیا جائے اور جلتے رہیں اور جو عذاب کافروں اور جاہلوں پر ہوگا، اس سے کچھ کم ان عارفوں پر نہ ہوگا عـرفـان جو آتشِ دوزخ سے خلاصی دینے والا ہے وہ سوائے اتباع نبی کریم ﷺ کے اور کچھ نہیں ہے جو ہم نے بیان کیا ہے وہ سب مسائل شرع ہیں جو امورِ آخرت، دعوت اور بعثتِ نبی ﷺ اور سارے معارف وحقائق کی رو سے ٹھیک بیٹھتے ہیں اور کوئی دشواری پیدا نہیں ہوتی۔ (مجلس ۱۱۳)

پوچھا گیا کہ **انا الحق** کے کیا معنیٰ ہیں تو ارشاد فرمایا کہ لوگ اس بات کے معنیٰ نہیں جانتے ہیں اور گمان کر لیتے ہیں کہ انہوں نے خلافِ شرع کوئی بات کہی ہے اللہ پناہ میں رکھے اس کے یہ معنیٰ نہیں ہیں تو پھر اس سخن سے کیا مراد ہے کہ حسین منصور اپنے خودی سے چھٹکارا پا چکے تھے اور ان کی کوئی چیز ان کے ساتھ نہ تھی حق ہی حق ان کا مظہر بن گیا تھا تو کہا **انا الحق** چنانچہ جب درخت

مظہر (تجلّی) بنا تو موسیٰ سے ارشاد ہوا ''**اِنَّنِي اَنَا اللّٰه لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا**'' اسی طرح حسین منصور کے مظہر میں بے کام ولسان ارشاد ہوا **انا الحق** اور اس کلمہ کو حروف کی صورت میں پیدا کیا اور لوگوں کو سنوایا۔ لوگ اس کلمہ کے بھید سے آگاہ نہ ہو کر جمع ہو گئے اور ان کو مار ڈالا درآں حالیکہ حسینؒ سے یا حسینؒ کے ہاتھ سے کوئی جرم سرزد نہ ہوا تھا۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ اپنے کلمات قدسی کو کلام حق قرار دیتے ہیں میں یہ کہتا ہوں کہ حق تعالیٰ مظہر نبی سے کلمات قدسی کے اسرار بیان کرواتا ہے اور جو کچھ مشائخوں سے ایسے کلمات سرزد ہوئے ہیں وہ غلبۂ حال کی صورت میں سرزد ہوئے ہیں جن کو اسی بات پر محمول کیا جاسکتا ہے، جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے کہ یہ منجانب اللہ ہوتے ہیں اور یہ معنیٰ صرف میں نے ہی بیان نہیں کئے ہیں۔ بلکہ **عوارف** میں بھی یہی لکھا ہے اور یہ ہی چیز امر واقعی اور ثابت ہے۔ بس یہی ہے اس کے سوا جو بھی معنیٰ بیان کئے جائیں وہ لوگوں کا محض خیال اور گمان ہے جو وہ مشائخوں کے بارے میں قائم کر لیتے ہیں۔ جسکی وجہ سے لوگ مشائخوں سے بدگمان ہو جاتے ہیں۔ ایسی خودساختہ باتوں سے مشائخ آپ ہی بیزار ہیں۔'' (مجلس ۱۱۳)

سیدنا بندہ نواز خواجہ گیسودرازؒ نے **ہمہ اوست** اور **انا الحق** کے مسئلہ پر ...ہوئے مگر واضح انداز میں گفتگو کی ہے یہ ان کے طرزِ فکر کی ترجمان ہے اور میرا مدعا یہ ... **مسئلہ وحدت الوجود** کے لئے ان کے اظہارِ رائے پر بات کرتے وقت ان کی ...مگر واضح گفتگو بھی سامنے رہے۔

۱۸ ... رمضان ۸۰۲ھ کی مجلس ۲۸ میں فرماتے ہیں۔

رمضان کا مہینہ تھا قاضی آدم و مولانا نصیر الدین تھانیسری و خواجہ احمد ...ری دہے میں معتکف تھے اتفاق سے میرا گذر اس طرف ہو گیا ملاقات ہوگئی ہم سب مل کر ایک جگہ بیٹھے تو قاضی آدم نے کہا کہ محی الدین ابنِ عربیؒ کا رسالہ

''فتوحاتِ مکیہ'' میرے پاس ہے آپ اسے دیکھئے تو میں نے کہا ان کا کیا مقصد ہے انھوں نے رسالہ میرے ہاتھ میں دے دیا میں نے لیا کھولا دیکھا پھر ان کے ہاتھ میں واپس دے دیا تو خواجہ احمد خادم نے پوچھا کہ آپ کا شیخ محی الدین ابنِ عربیؒ کی کتابوں کے بارے میں کیا خیال ہے تو میں نے تین مرتبہ جواب سے اجتناب کیا، مگر آخر کار جب وہ اصرار کرنے لگے تو میں نے کہا کہ میرا ان کے بارے میں جو اعتقاد ہے وہ تم سے کہتا ہوں کہ ان کی باتیں الٹیں اور وہ خود الٹے یہ بات ان کو پسند نہ آئی مگر ان کو میرے سامنے دم مارنے کی گنجائش نہ تھی، مولانا عمرؒ نے عرض کیا کہ ''فتوحاتِ مکی'' میں لکھا گیا ہے کہ ''مَنْ تَوَکَّلَ فَقَدْ اَثْبَتَ اُلُوْهِيَةَ الاَسْبَاب'' ترجمہ جس نے توکل کیا اس نے اسباب کی الوہیت کو ثابت کیا تو اس کلام کے کیا معنیٰ ہیں تو آپ نے فرمایا کہ توکل اسباب سے قطع تعلق اور اللہ پر اعتماد کا نام ہے جس چیز سے وہ قطع تعلق کرتے ہیں اور جس سے منھ پھیرتے ہیں پھر اس کو کوئی چیز تصور کرنا موجود سمجھنا پھر معدوم سے منھ پھیرنا کیا معنیٰ رکھتا ہے اور اس سے قطع تعلق کرنا کیوں کر سمجھا جائے گا مگر باتیں محققانہ کہتے ہیں اور درویشانہ اور صوفیانہ اور عارفانہ نہیں کہتے ہیں۔

''ابنِ عربیؒ'' سے اختلاف رائے کے باوجود یہ اعتراف کرنا ''باتیں محققانہ کہتے ہیں'' اور یہ وضاحت کرنا ''درویشانہ اور صوفیانہ اور عارفانہ نہیں کہتے'' سیدنا بندہ نواز خواجۂ گیسو درازؒ کا ابنِ عربیؒ کے سلسلہ میں واضح اور صاف بیان ہے ایسا بیان جس کی اہمیت ہے۔ اور ابن عربیؒ کے لئے ان کے اعتقاد ''ان کی باتیں الٹیں اور وہ خود الٹے'' کے ساتھ ساتھ اسے بھی ذہن میں رکھنا چاہئے

نظریہ ''**وحدت الوجود**'' محمد بن علی بن محمد ابن العربی الطامی الحاتمیؒ کی دین نہیں ہے ان سے بہت پہلے بہت سے صوفیہ کے یہاں کم و بیش اس کا تصور ملتا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ ابن عربیؒ نے اسے ایک منظم نظری فلسفہ کی شکل دی اور اس کی ایک حیثیت منوائی۔ اور یہ بھی صحیح ہے کہ بعض دیگر صوفیہ کی طرح سیدنا بندہ نواز خواجۂ گیسو درازؒ کو بھی ابن عربیؒ سے اختلاف رہا ہے۔ لیکن ان کی تحریروں سے واضح ہوتا ہے کہ ان کا اختلاف محض لفظی ہے اور یہ اس سبب سے ہے کہ ابن عربیؒ کی

تحریروں سے جو بے راہ روی ہوتی ہے اور جو مفہوم اخذ ہوتا ہے وہ ان کے لئے قابل قبول نہ تھا۔

(۷)

سیدنا بندہ نواز خواجۂ گیسو درازؒ کا خواجگانِ چشت علیہم الرضوان کے **ملفوظات** کے لئے ارشاد ہے۔

''مشائخ کے ملفوظ کا ذکر آ گیا تھا تو فرمایا کہ اکثر درست نہیں لکھا جاتا ہے ہر شخص اپنے لئے کچھ لکھ لیتا ہے شیخ نظام الدینؒ کے ملفوظ جو امیر حسن شاعر نے جمع کئے ہیں وہ معتبر ہیں اور دوسرے ملفوظ جو شیخ کے بارے میں لکھے گئے ہیں وہ سب ہوائی ہیں۔ شیخ فرید الدینؒ کا ایک ملفوظ جو میں نے اجودھن میں دیکھا ہے اور جس کو مولانا بدرالدین اسحاقؒ سے منسوب کیا جاتا ہے وہ . . . سراسر بہتان ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ مولانا بدرالدین اسحاقؒ کا جمع کیا ہوا نہیں ہے فرمایا کہ مولانا محمد نامی آپ کے ایک دوست تھے جن سے خواجہ نے کچھ زمانہ پیش امامی کرائی تھی اور کچھ انہیں تعلیم بھی دی تھی ایک ملفوظ ہمارے خواجہ سے متعلق جمع کیا تھا جب کہ شیخ جانب ٹھٹہ روانہ ہو گئے تو دوستوں میں یہ بات مشہور ہو گئی اور ایک بڑی جلد تیار ہو گئی جب ٹھٹہ سے واپس آئے اور وہ نسخہ شیخ کے سامنے پیش کیا تو آپ نے دیکھا مولانا زین العابدین (غالباً زین الدینؒ) کو بلایا اور کہا کہ ایک تغار لاؤ اور اس میں پانی بھر دو اور اس کتاب کو پارہ پارہ کر کے دھو ڈالو چنانچہ اپنے سامنے دھلوا دیا اور جو ملفوظ حمید قلندر نے جمع کئے تھے اندازاً دو جز تھے مولانا کمال الدینؒ شیخ کے بھانجہ شیخ کے پاس لے گئے۔ شیخ نے دیکھا اور کہا میں نے کچھ کہا تھا مولانا حمید الدینؒ نے کچھ اور ہی لکھا ہے۔ اس کو لے کر باہر پھینک دیا مولانا کمال الدینؒ نے کہا کہ حضرت شیخ نظام الدینؒ سے ملفوظ باقی ہیں اور خواجہ نے بھی کچھ فرمایا تھا تو ارشاد ہوا کہ اب کیا کیا جائے اتنی فرصت نہیں ہے کہ اس کی تصحیح کی جائے اور حضرت مخدومؒ فرماتے تھے کہ مولانا حمید الدینؒ کی مجلس میں چند خاص دوست تھے جیسے مولانا اور

خواجہ لد وشاہؒ مولانا شرف الدینؒ چند اور جو ایک ساتھ آتے اور میں کسی وقت ان کے ساتھ نہیں جاتا تھا اگر یہ بنگلہ پر رہتے تو میں ان کے نیچے آنے تک ٹھہرا رہتا اس لئے کہ میں دیکھتا تھا کہ ان کے ساتھ کوئی اس قسم کی باتیں جو اہل تصوف اور اہلِ عشق ومحبت کے ساتھ نسبت رکھتی ہوں نہیں ہونگی۔ (جوامع الکلم مجلس ۴۲)

بندہ نوازؒ کے مشہور و معروف ملفوظ ''جوامع الکلم'' سے سب ہی واقف ہیں اور دیگر ملفوظات کی اطلاعات بھی ملتی ہیں۔

بندہ نوازؒ کے ایک ملفوظ ''**انوار المجالس**'' کا ذکر پہلی مرتبہ ''اقبال الدین احمد'' نے اپنی کتاب ''**تذکرہ خواجۂ گیسو دراز**'' میں کیا ہے۔ یہ کتاب ۱۹۶۶ء میں کراچی پاکستان سے شائع ہوئی ہے۔ [ل]

اقبال الدین احمد لکھتے ہیں:

حضرت بندہ نواز گیسو درازؒ کے ملفوظات ۱۹ ربیع الاول ۷۷۴ھ سے آپ کے مرید وخلیفہ شیخ علاء الدین انصاری گوالیریؒ نے مرتب کرنا شروع کئے جن کے مجموعہ کا نام ''انوار المجالس'' ہے۔ (صفحہ ۷۲)

اس ملفوظ کے لئے میرے علم میں اقبال الدین احمد کے علاوہ اور ذریعہ نہیں ہے انہوں نے بھی اس کے لئے کوئی حوالہ نہیں دیا ہے لیکن جس تفصیل سے انہوں نے اس کے اندراجات کا ذکر کیا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے اس کا مطالعہ کیا تھا اور یہ ملفوظ موجود ہے مخطوطہ کہاں ہے اس کا ذکر نہیں کیا گیا ہے۔

اقبال الدین احمد نے بعنوان ''مزید ملفوظات بندہ نواز گیسو درازؒ'' کے ذیل میں لکھا ہے۔

''اب تک ہم نے ''خیر المجالس'، وغیرہ کے مرقومہ ملفوظات بیان کئے تھے'' جوامع الکلم'' کے ملفوظات . . لکھ رہے ہیں . . . نیز ان میں 'لمعات الاسرار' اور ''اخبار الاخیار'' کے مرقومہ ملفوظات بھی چندے شامل ہیں۔''

ضرورت ہے کہ ان کی کتاب کے ان ملفوظ کی نشاندہی کی جائے جو ''جوامع الکلم''

[ل] تفصیلی گفتگو اور تعارف بندہ نواز پر لکھی گئی کتاب ھذا میں آگے آئے گا۔

لے گئے ہیں اور ان کا تقابل ''جوامع الکلم'' سے کیا جائے اور ''لمعات الاسرار'' اور ''اخبار الاخیار'' کے مرقومہ ملفوظات علیحدہ کئے جائیں۔

اقبال الدین احمد نے لکھا ہے:

''**انوار المجالس**' میں سے چند بے انتہا مفید مختصر ملفوظات بعنوانات ضمنی درج ذیل ہیں۔ (ص ۷۳)

مزارات سے بیعت — بیعت در بیعت — زمین بوسی — خلافت کرامات
گفتگو — معاملہ اولیاء اللہ — صالحین — تلاوت قرآن کریم — فقیر کی شناخت
مراقبہ — نشست ذاکر — خلوص نیت — دعوت وضیافت — کم خواری کے فوائد
سماع وقوالی — لوازمات سماع — وجد وحال

یہ عنوانات غالباً مولف نے قائم کئے ہیں یہ وضاحت نہیں ہے کہ یہ ترجمہ ہے یا اصل عبارت کو مولف نے اپنے الفاظ میں تحریر کیا ہے۔

پہلے ذیلی عنوان ''مزارات سے بیعت'' اور دوسرے ذیلی عنوان ''بیعت در بیعت'' میں ''سید اشرف جہانگیر سمنانیؒ'' کی موجودگی کا ذکر ہے۔

معاملہ اولیاء اللہ کے ذیلی عنوان میں غوث الاعظم دستگیرؒ کے قول اولیائی تحت قبائی لا یعرفوھم غیری کے تحت قول سے ہٹ کر الگ بات کی گئی ہے۔

''جو لوگ فلسفہ وادب کی کتابیں پڑھنے کے بعد علماء حدیث سے احادیث ستہ نہ پڑھ لیں انھیں کوئی حق نہیں پہنچتا کہ وہ مقبولان خاص برگزیدگان حق کے اسرار و رموز کو سمجھ سکیں۔''

''صالحین'' کے ذیلی عنوان میں محبوب الٰہیؒ کا قول ''تلاوت قرآن کریم'' کے ذیلی عنوان میں چراغ دلیؒ کا ارشاد ''مراقبہ'' کے ذیلی عنوان میں قلندر تراب کے چراغ دلیؒ پر چاقو سے حملہ کا ذکر ''نشستِ ذکر'' کے ذیلی عنوان میں جوگیوں اور چراغ دلیؒ کا ذکر ''دعوت و ضیافت'' کے ذیلی عنوان میں بی بی فاطمہؒ سامؒ کا ذکر کم خواری کے ذیلی عنوان میں ''محبوب الٰہی'' اور چراغ دلیؒ کے اقوال کا ذکر سماع وقوالی کے ذیلی عنوان میں سماع کے (۱) حلال (۲) مباح (۳) مکروہ اور (۴) حرام کا ذکر۔ لوازمات سماع کے ذیلی عنوان میں (۱) فراغت و اطمینان (۲) وسیع و دل کشا مقام (۳) اہل مجلس کی ہم مشربی ہم جنسی (۴) خوشبو و عطریات کی

موجودگی (۵) حضار محفل اور سامعین کا لازمی طور پر باادب وسرنگوں رہنا تاکہ باہم [illegible]
اشارے کنایہ نہ کریں (۶) مکمل ہوش وگوش کے ساتھ سب کا حق کی جانب متوجہ رہنا [illegible]
کیفیت دلذّت پیدا ہو اس سے حظ حاصل کرنا (۷) سماع وقوالی میں وجد وحال کی کیفیت پیدا
ہونے دینے کو ضبط کرتے رہنا اور اگر بے اختیار وجد وحال کا غلبہ ہویدا ہو جائے تو مجبوری
اور اسی کیفیت مجبوری و بے اختیاری کو مباح کہا جاتا ہے (۸) موافقت سامعین یعنی اگر صاحب
وجد وحال ایستادہ ہو جائیں تو سامعین کے لئے بھی ضروری ہے کہ بہر تعظیم کھڑے ہوں۔

"وجد وحال" کے ذیلی عنوان میں اہلِ سماع پر تین کیفیتیں آتی ہیں (۱) انوار (۲)
احوال (۳) اور آثار

اگر عالم ملکوت سے روح پر فیضان ہو تو کیفیت "انوار" پیدا ہوتی ہے اور عالم
جبروت سے روح پر جو فیضان ہوتا ہے اسی کیفیت کا نام "احوال" ہے اور عالم نا
سوت سے اعضاء وجوارح پر جو اثرات مرتب ہوتے ہیں اسے "آثار" کہتے ہیں۔
(صفحات ۷۳ تا ۹۳)

اقبال الدین احمد کے تحریری سنین کے مطابق **"انوار المجالس"** کو **"جوامع الکلم"** پر ۱۸
سال کی سبقت ہے۔ یعنی یہ پہلا ملفوظ ہے اگر واقعی اس ملفوظ کا وجود ہے تو یہ اہم ہے لیکن اس
نام کے ملفوظ کا ذکر کہیں ہونا چاہئے مختلف تحریروں سے یہ علم ضرور ہوتا ہے کہ **"جوامع الکلم"**
کے علاوہ بھی ملفوظ تھے۔ لیکن **"انوار المجالس"** کا نام اقبال الدین احمد کے علاوہ کسی نے نہیں لیا
ہے۔

اقبال الدین احمد لکھتے ہیں:

"اس کے علاوہ آپ کے فرزند اکبر سید شاہ حسین محمد الحسنی والحسینی المعروف سید محمد
اکبر عرف بڑے میاںؒ نے ۱۸؍رجب ۸۰۲ھ سے آپ کے ملفوظات لکھنا شروع
کئے جن کے مجموعہ کا نام "جوامع الکلم" ہے۔

اور "جوامع الکلم کے لئے" حاشیہ" پر وہ یہ اطلاع بھی دیتے ہیں۔

"مؤلف نے بزمانہ قیام عثمان آباد **"جوامع الکلم"** کا ترجمہ کیا جو صوبیدار
صاحب گلبرگہ کی اعانت سے ۱۹۴۲ء میں طبع ہوا۔ (صفحہ ۷۲)

[illegible] مولف ان کا ترجمہ ۱۹۴۲ء میں طبع ہوا اور سید رحیم الدین حسینی کا ترجمہ ۱۹۷۴ء
[illegible] مولف کا ترجمہ ۳۲ سال پہلے طبع ہوا اس طرح وہ پہلا اردو ترجمہ تھا لیکن سید شاہ
[illegible] سجادہ نشین نے سید رحیم الدین حسینی کے ترجمہ کے پیش لفظ تحریری ۹-۱۲-۱۹۷۲ء میں
[illegible]

"اس کی ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ اس کا مکمل اردو ترجمہ شائع کیا جائے۔"

اور درج ذیل اظہار سے ظاہر ہے کہ سجادہ صاحب تیس سال تک مولف کے ترجمہ
[illegible] تھے ورنہ یہ نہیں لکھتے۔

"... ملفوظات کا یہ مجموعہ ... ۱۳۷ نشستوں پر مشتمل ہے۔ اب سے تقریباً
۲۱ سال قبل اس کے چند نسخوں سے مقابلہ کرکے شائع کیا گیا تھا چونکہ یہ فارسی
[illegible] تھا اس لئے اس سے کما حقہٗ استفادۂ عام ممکن نہ تھا اور ایک عرصہ تک اس کی
ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ اس کا مکمل اردو ترجمہ شائع کیا جائے۔ (پیش لفظ)

اقبال الدین احمد کا ترجمہ کیا ہوا **"جوامع الکلم"** کا نسخہ اب تک میری نظر سے نہیں گذرا ہے۔

سیدنا بندہ نواز خواجۂ گیسو درازؒ کے جس ملفوظ کو قبولیت حاصل ہے جس کی شہرت ہے وہ
"جوامع الکلم" ہے۔

ملفوظ **"جوامع الکلم"** کا علم کئی ذرائع سے ہوتا ہے اس کا ذکر اکثر کیا گیا ہے اور اس
[illegible] اہل قلم نے دیا ہے۔ اس پر بات کرتے وقت بعض نے اس میں الحاق کا تذکرہ بھی
[illegible] موضوع بحث بنایا ہے اور بیان کردہ بعض روایات پر بھی اعتراض کئے ہیں۔ غرض
[illegible] ملفوظ سب ہی کے علم میں ہے کئی مرتبہ طبع ہوا ہے اور کئی ایک اردو ترجمہ ملتے ہیں۔

صاحبزادہ شوکت علی خاں راشٹرپتی لاریٹ فاؤنڈر ڈائریکٹر اے۔ پی۔ آر۔ آئی
[illegible] کتاب "شوکت بیانی" مطبوعہ ۲۰۱۰ء میں اپنے مضمون "ٹونک کے کتب خانے اور ان
[illegible]" میں تحریر کرتے ہیں۔

۱۵- جوامع الکلم ملفوظات اور مواعظ خواجۂ گیسو درازؒ جس کو ان کے مرید خاص
[illegible] اکبر حسینی نے مرتب کیا تھا۔ اس کے نسخہ نادر ونایاب ہیں۔ یہ نسخہ شاہی کتب

خانوں میں رہ چکا ہے اس پر ان کی مہریں ثبت ہیں خواجۂ گیسودراز کی خانقاہ میں جو
نسخہ ہے وہ اسی نسخہ کی نقل ہے۔ (کتاب شوکت بیانی صفحہ ۱۳۳)

مرتب کو ''مرید خاص'' کہا گیا ہے جب کہ یہ ان کے فرزند اکبر بھی ہیں اور صاحب سجادہ روضۂ بزرگ کی تحریر کے مطابق جو نسخہ فارسی میں شائع کیا گیا تھا اسے چند نسخوں سے مقابلہ کر کے شائع کیا گیا تھا۔ اس لئے شوکت صاحب کا یہ کہنا ''خواجۂ گیسودرازؒ کی خانقاہ میں جو نسخہ ہے وہ اسی نسخہ کی نقل ہے غور طلب ہے۔ اگر شوکت صاحب متذکرہ نسخہ کا سنہ کتابت تحریر کردیتے تو بہتر تھا۔ ٹونک کے نسخہ کی اہمیت اس وجہ سے ہے کہ یہ نسخہ شاہی کتب خانوں میں رہ چکا ہے اس پر ان کی مہریں ثبت ہیں شوکت صاحب بہت ہی لائق و فائق ذمہ دار اہل قلم ہیں اور سے بخوبی واقف ہوں۔ ان سے گذارش کرونگا کہ متذکرہ نسخہ پر تفصیلی مضمون تحریر کریں۔ ٹونک کے نسخے کی اہمیت اس لئے ہے کہ ان کے بقول ''خواجۂ گیسودرازؒ کی خانقاہ میں جو نسخہ ہے وہ اسی نسخہ کی نقل ہے۔''

''اخبار الاخیار'' میں لکھا ہے

''میر الملفوظات است۔ مسمّی۔ بجوامع الکلم کہ بعضے از مریدان او کہ نیز محمد نام دارد وجمع کردہ (صفحہ ۲۲۲)

''بزم صوفیہ'' میں لکھا ہے

''تذکروں میں حضرت سید گیسودرازؒ '' کے ملفوظات کے چار مجموعوں کا ذکر آتا ہے۔ ''سیر محمدی'' میں ہے کہ حضرت سید گیسودرازؒ کے بڑے صاحبزادے حضرت سید محمد اکبرؒ نے دو مجموعے مرتب کئے تھے۔ ایک دہلی میں اور ایک سفر گجرات میں۔
(صفحہ ۵۸۶)

بنگال ایشاٹک سوسائٹی (ص ۵۸۷) انڈیا آفس (ص-۱۰۲۵) اور برٹش میوزیم ص ۳۴۷ کے فارسی مخطوطات کی فہرستوں میں ''جوامع الکلم'' کے مرتب کا نام محمد اکبر حسینیؒ بتایا گیا ہے۔ جو فہرست نگاروں کے رائے کے مطابق حضرت گیسودرازؒ کے مرید تھے لیکن ''جوامع الکلم'' کا جو مطبوعہ ایڈیشن حیدرآباد سے شائع ہوا ہے۔ اس میں حافظ محمد حامد صدیقی صاحب نے مرتب کا نام حضرت گیسودرازؒ کے بڑے صاحبزادے سید حسین المعروف سید محمد اکبر حسینیؒ لکھا ہے۔ ''جوامع الکلم'' کے اس

...ادہ ایڈیشن کے مقدمہ میں ایک جگہ لکھا ہے

''.... مولف آں جواہر ثمین و درخوش آب بندہ بندگان حضرت علیا محمد اکبر حسینیؒ۔''
(بزم صوفیہ ۵۸۷)

...ادی ملا حسین نے ''خاتمہ کے دیباچہ (ص ۱۸) میں لکھا ہے کہ

''حضرت گیسودرازؒ کے مرید قاضی علم الدین بہروچیؒ نے بھی گلبرگہ میں ۸۱۱ھ کے بعد ملفوظات کا ایک مجموعہ مرتب کیا تھا۔ (بزم صوفیہ۔ ۵۸۷)

...ولف ''جوامع الکلم'' لکھتے ہیں

''مخدوم جہانیاںؒ نے اپنے لطف بیکراں اور کرم عالی سے حرف بہ حرف کلمہ بہ کلمہ ... بعد جز ترتیب بعد ترتیب سیاقاً وسباقاً نظر مبارکہ سے ان کو مشرف فرمایا اور اگر بہ ...ب اقتضائے بشری کسی جگہ کوئی سہو واقع ہوا تھا تو آپ نے اپنے قلم مبارک سے اس کی اصلاح فرمادی تھی اور ہر جز کے آخر پر کئی بار دیکھ کر اور اس کی صحت پر صاد فرمادیا تھا اور اس ضعیف کو عنایت فرمادیا تھا کہ ان کے ملفوظ کا کام تحقیق و تدقیق سے انجام پایا ہے جیسے میں نے خود اپنی گفتار کو لکھ ہے اور خود ہی ان کے ملفوظ کو جمع کیا ہے۔ (جوامع الکلم صفحات ۶-۷)

...الفرض سے ''جوامع الکلم'' کی حیثیت کے لئے صحیح رائے قائم کی جاسکتی ہے۔

مولف ''جوامع الکلم'' عرض کرتا ہے کہ یہ کتاب جزأ بعد جزأ اول تاریخ سے اٹھارویں مجلس تک بندگی مخدومؒ کے ملاحظہ گرامی کا شرف حاصل کرچکی حضور نے ہر کلمہ ہر لفظ بلکہ ہر حرف کو بغور مطالعہ فرمایا اور اس کے معانی و ترکیب و ترتیب اور عبارت کے سیاق وسباق کو پوری طرح جائزہ سے مشرف فرماکر اس پر ''صح الجزء'' جز صحیح ہے کے ساتھ دستخط و توثیق کا شرف حاصل ہوتا ہے اس جز کے ملاحظہ گرامی کے بعد حضور نے ان کلمات سے بھی سرفراز فرمایا کہ ماشاءاللہ ملفوظات کا کام پوری تحقیق و تدقیق سے انجام پایا ہے میں کہہ سکتا ہوں گویا یہ میں نے خود لکھا ہے۔
(مجلس ۹۶)

آغاز ''جوامع الکلم'' سے پہلے کے صفحات میں ملفوظ کے لئے سیدنا بندہ نواز گیسودرازؒ

کے پہلے ارشاد کے بعد مجلس ۹۶ میں یہ ارشاد ہے۔ اور آخری مجلس (۱۳۸) روز پنجشنبہ ماہ ر[illegible] الثانی ۸۰۳ھ میں یہ لکھا ہے۔

''یہ وہ جواہر غیبی ہیں جن کو ایک سال کی حاضری کے بعد منظم کیا گیا اور ان کو چند بار بخدمت حضرت مخدوم جہانیاںؒ پیش کئے جا کر اس کی صحت و درستی کی کما حقہٗ سند حاصل کی۔ الحمد للّٰہ علی ذالک''

ان ارشادات سے ملفوظ کی حیثیت معلوم ہوتی ہے لیکن غور طلب بات یہ ہے ا[illegible] ملاحظہ کرنا سیدنا بندہ نواز خواجۂ گیسو درازؒ کی عام روش کے خلاف ہے۔ وہ اپنی کسی کتاب کو ا[illegible] کرانے کے بعد ملاحظہ نہیں کرتے تھے۔ چونکہ یہ ان کی کتاب نہیں ہے ملفوظ ہے شاید اس لئے دیکھا ہو کہ مختلف مجالس میں کہی گئی باتوں کو قلمبند کرتے وقت کاتب (مرتب) سے کوئی ''سہو'' ہوا ہو۔ ان کا ہی مجلس ۴۲ میں یہ ارشاد ہے۔

ایک مرتبہ ان کی مجلس میں ''مشائخ کے ملفوظ کا ذکر آ گیا۔۔۔۔ فرمایا کہ اکثر درست نہیں لکھا جاتا ہے۔ ہر شخص اپنے لئے کچھ لکھ لیتا ہے۔ (مجلس ۴۲)

''تبصرۃ الخوارقات'' میں لکھا ہے

''حضرت بندگی مخدومؒ کے بڑے صاحب زادے میاں بندگی حضرت سید اکبر حسینیؒ نے آپ کے قیام دہلی کے زمانے میں ایک (ملفوظ) مرتب فرمایا تھا۔ یہ ملفوظ اب نابید ہے اس کے بعد آپ نے حضرت بندگی مخدومؒ کے قیام گجرات کے دنوں میں ''جوامع الکلم'' کے نام سے ایک اور ملفوظ مرتب فرمایا۔ یہ ملفوظ دوشنبہ ۱۸ رجب ۸۰۲ھ سے شروع ہوتا ہے اور ربیع الثانی ۸۰۳ھ پر ختم ہو جاتا ہے اس ملفوظ کو نہایت درجہ اہم خصوصیت یہ ہے کہ حضرت بندگی مخدومؒ نے اسے ملاحظہ فرمایا ہے اس کے تعلق سے ارشاد ہوا ہے کہ اگر میں لکھتا تو ایسا ہی لکھتا۔ حضرت بندگی مخدومؒ کی تعلیمات اور آپ کے سوانح طیبہ کے تعلق سے اس کتاب کو غیر معمولی اہمیت حاصل ہے۔ جناب حامد صدیقی کے مقدمہ کے ساتھ یہ کتاب ۱۳۵۶ھ میں درگاہ شریف سے شائع ہوگئی ہے صفحات ۱۴-۱۵ (مقدمہ)

[illegible] حسین لکھتے ہیں۔

''حافظ قاری محمد حامد صدیقی صاحب ۔ ۔ ۔ نے ۔ ۔ ۔ ''جوامع الکلم'' کو طبع کرا کر شائع کیا۔'' (دیباچہ انیس العشاق)

''جوامع الکلم'' ایسا ملفوظ ہے جس کے کئی ایک قلمی نسخے ملتے ہیں اور جس کے کئی ایک [illegible] اردو میں ہوئے ہیں اور یہ کئی ایک بار طبع بھی ہوا ہے اور مترجم حضرات نے اس کے لئے اپنی [illegible] دی ہے۔

[illegible] محمد اقبال سلیم گاہندری - مترجم ''جوامع الکلم'' لکھتے ہیں۔

''جوامع الکلم'' حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو درازؒ کی ایک معتبر اور اہم ملفوظات کی کتاب ہے۔ (کتاب ملفوظات خواجہ بندہ نواز گیسو دراز ''جوامع الکلم'' صفحہ ۲۱)

میرے پیشِ نظر ''جوامع الکلم'' کا جو نسخہ ہے اسے سلسلۂ مطبوعات بندہ نواز ریسرچ انسٹی [illegible] گ۔ شمارہ (۵) کی حیثیت سے ۱۹۷۲ء/۱۳۹۲ھ میں شائع کیا گیا ہے۔ سرِ ورق پر یہ عبارت ہے

جوامع الکلم یعنی ملفوظاتِ بندگی مخدوم حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز صدر الملۃ والدین ولی الاکبر ابوالفتح سید محمد حسینی قدس سرّہٗ العزیز مرتبہ مخدوم زادہ بزرگ حضرت سید محمد اکبر حسینی قدس سرّہٗ العزیز اردو ترجمہ سید رحیم الدین حسینی بندہ نوازی۔

پیش لفظ میں ''سید شاہ محمد حسینی'' سجادہ نشین روضۂ منورہ بزرگ - گلبرگہ شریف تحریر [illegible] ہیں۔

''حضرت بندگی مخدوم سید محمد حسینی گیسو دراز بندہ نواز نور اللہ مرقدہٗ کے ملفوظات کا یہ مجموعہ حضرت بندگی مخدومؒ کے بڑے فرزند حضرت سید محمد اکبر حسینیؒ عرف ''میاں بڈھا'' کی تالیف ہے جس کو حضرت ممدوح نے حضرت بندگی مخدومؒ کو سنا کر اس کے ''ص'' کا پورا اہتمام کیا تھا۔ یہ ۱۳۷ نشستوں پر مشتمل ہے۔ اب سے تقریباً ۳۶ سال قبل اس کے چند نسخوں سے مقابلہ کر کے شائع کیا گیا تھا چونکہ یہ فارسی میں تھا اس لئے اس سے کما حقہٗ استفادہ عام ممکن نہ تھا۔ اور ایک عرصہ سے اس کی ضرورت محسوس کی جا رہی تھی کہ اس کا مکمل اردو ترجمہ شائع کیا جائے اور یہ کام آسان نہ تھا۔

خوشی کی بات ہے کہ اس کو بڑی محنت سے جناب سید رحیم الدین حسینی صاحب[1] نے جنھیں تصوف سے خاصہ لگاؤ ہے اردو ترجمہ کیا اور پروفیسر سید محمد صاحب[2] نے اس کی نظرِ ثانی فرمائی۔

یہ مجموعۂ ملفوظات ''تعلیماتِ بندہ نواز'' کا ایک بے نظیر خزانہ ہے۔ سینکڑوں مسائل اس میں زیرِ بحث آئے ہیں۔ اس کا مطالعہ انسان کی روحانی اور اخلاقی ارتقاء کے لئے نہایت کارآمد اور مفید ہے۔ اس کی ضخامت کے مدِنظر اس کو دو حصوں میں شائع کیا جارہا ہے۔ (پیش لفظ جوامع الکلم)

جس فارسی مطبوعہ نسخہ کا اردو ترجمہ شائع کیا گیا اس فارسی نسخہ کے سرِ ورق پر یہ عبارت ہے۔

جوامع الکلم یعنی ملفوظات وارشاداتِ گرامی غوث الکاملین، قطب الارشاد حضرت خواجہ بندہ نواز گیسودراز صدر الملۃ والدین ابوالفتح سید محمد حسینی قدس اللہ سرّہٗ العزیز مرتبہ مخدوم زادہ بزرگ سید حسین المعروف بہ سید محمد اکبر حسینی قدس سرّہٗ العزیز

بہ تصحیح وتحشیہ خاکسار ذرۂ بے مقدار حافظ محمد حامد صدیقی مولوی کامل منشی فاضل لکچرار دینیات عثمانیہ کالج گلبرگہ بفضلِ اللہ وکرمہ در مطبع انتظامی پریس واقع عثمان گنج مطبوع گردید

عرضِ حال کے عنوان سے محمد حامد صدیقی ۱۲ ربیع الاول ۱۳۵۶ھ کو تحریر کرتے ہیں۔

---

[1] سید رحیم الدین حسینی سے راقم الحروف بخوبی واقف رہا ہے وہ حیدرآباد کے ابوالعلائی سلسلہ کے بندہ صاحبؒ کے وابستگان کے ایک شخص تھے۔ انتقال سے قبل محکمۂ فینانس میں ایک اعلیٰ عہدیدار رہے۔ ان سے اور ان کے بزرگوں سے میرے جدِ محترم حضرت صاحبزادہ سید محمد حنیف صاحبؒ کے قدیم تعلقات تھے۔ اسی سبب سے وہ مجھ سے ٹوٹ کر ملتے تھے۔ ابوالعلائی ہونے کے باوجود انھوں نے صاحب سجادہ، روضۂ بزرگ حضرت سید شاہ محمد حسینیؒ سے بیعت کرلی تھی اور نسبتِ بندہ نوازؒ پر فخر کرتے تھے۔ وضع دار اور حیدرآباد کی تہذیب کے نمائندہ شخص تھے۔ مطالعہ کے شوقین اور بزرگانِ دین سے خاص عقیدت رکھتے تھے اجمیر شریف حاضر ہوتے تھے ہمارے مہمان رہتے تھے۔

[2] پروفیسر سید محمد صاحب بڑے ہی ذی علم اہلِ قلم تھے مجھ سے محبت رکھتے تھے ان کی کتاب ''اربابِ نثر اردو'' کی اہمیت تھی اور ان کے نام کا جز ہوگئی تھی۔ میں نے ان کی وفات پر ان پر ایک تاثراتی مضمون لکھا تھا جو مشہو ہفت روزہ ''ہماری زبان'' میں شائع ہوا ہے۔

''۔ ۔ ۔ ۔ اس کتاب کے بہت کم نسخے موجود ہیں اور جو جو نسخے جہاں جہاں موجود ہیں وہ تقریباً دو تین ہی نسخوں کی نقل ہیں اور اب امتدادِ زمانہ سے یہ بھی نیست نابود و کمیاب ہوتے جارہے ہیں۔ اس لئے اس کی تصحیح کرنا اور متعدد نسخوں کا جمع کرنا بہت ہی مشکل کام تھا۔ لیکن خداوندِ تعالیٰ کے فضل وکرم سے آہستہ آہستہ متعدد نسخے بھی جمع ہوگئے اور کتاب کی تصحیح کا کام بھی شروع ہوگیا۔''

اس تحریر سے یہ اہم بات علم میں آتی ہے ''جو جو نسخے جہاں جہاں موجود ہیں وہ تقریباً دو تین ہی نسخوں کی نقل ہیں۔'' یہ وضاحت ضروری تھی کہ وہ دو تین نسخے کون سے ہیں اور فیصلہ کی بنیاد کیا ہے۔ یعنی کیا تمام موجود نسخوں کا تقابل کیا گیا ہے اور ضروری یہ تھا کہ موجود نسخوں کا سنِ کتابت ہی کم از کم تحریر کیا جاتا تو یہ علم ہوتا کہ موجودہ نسخوں میں کس نسخہ کو تقدمِ زمانی حاصل ہے؟

''متعدد نسخے بھی جمع ہوگئے'' یہ بڑی خوشخبری ہے۔ لیکن ان کا کسی قدر تعارف ضروری تھا کہاں ہیں اور ہر ایک کا سنِ کتابت کیا ہے اور ان نسخوں کی تعداد کیا ہے؟ کیا حامد صدیقی کے پیشِ نظر ٹونک کا مخطوطہ بھی تھا اور انھیں کیا یہ علم تھا کہ بقول صاحبزادہ شوکت علی خاں ''خواجہ گیسو دراز'' کی خانقاہ میں جو نسخہ ہے وہ اسی نسخہ کی نقل ہے۔''

حامد صدیقی تحریر کرتے ہیں:

''مطالعہ سے معلوم ہوا کہ تمام نسخے بے شمار اور بے تعداد غلطیوں سے لبریز ہیں اور بعض مقامات پر بعض مضامین الحاقی بھی معلوم ہوتے تھے جن کی حقیقت تمام نسخوں کے مطابق نہ ہونے کی وجہ سے بے نقاب ہوئیں (ہوئی)۔''

اس تحریر سے یہ علم ہوتا ہے کہ جمع شدہ ''تمام نسخے بے شمار اور بے تعداد غلطیوں سے لبریز ہیں'' اس بات کا امکان ہے۔ یہ رائے صحیح ہوسکتی ہے لیکن یہ فیصلہ بعض مقامات پر بعض مضامین الحاقی بھی معلوم ہوتے ہیں'' اس وقت تک قابلِ قبول نہیں ہوسکتا جب تک تقابلی نسخوں کی حیثیت اور اہمیت واضح نہ ہو۔ ''اور کس نسخے کو کس وجہ سے صحیح سمجھا جائے'' معلوم ہوتا ہے اس تحریر کے بعد ''جوامع الکلم'' کے لئے الحاقی عبارتوں کی بات کہی جانے لگی۔ صرف یہ کہنا ''جن کی حقیقت تمام نسخوں کے مطابق نہ ہونے کی وجہ سے بے نقاب ہوئیں (ہوئی)۔ ایسی بات ہے جسے قبول کرنا غیر مناسب ہے۔'' نسخوں کے تقابل سے الحاق کا فیصلہ تو آسانی سے حامد صدیقی نے

کرالیا لیکن یہ خیال نہیں کیا کہ ''الحاق'' کے بجائے ''حذف'' کی بھی صورت ہوسکتی ہے۔ تقابل ''الحاق'' اور ''حذف'' دونوں کی راہ دکھاتا ہے۔ یہ فیصلہ آسان نہیں ہے کیا صحیح صورتِ حال ہے۔ اس کا اندازہ اس وقت تک نہیں ہوسکتا ہے جب تک بندہ نوازؒ کے عہد یا ان کے قریب العہد کا نسخہ طے نہ پاجائے ''الحاق'' کے لئے کسی بات کو اپنے حسبِ منشا نہ پانا اور رائے قائم کرنا غلط ہے اور ''الحاقی عبارت'' کو بندہ نوازؒ کی فکر و بصیرت کی کسوٹی پر بھی دیکھنا ہوگا اور ثبوت فراہم کرنا ہوگا۔

حامد صدیقی تحریر کرتے ہیں

''مسودہ کا حجم ۶۴۴ صفحات کا تھا۔ . . . نسخوں کی کمی اور کاتبین کی غلطیوں کی وجہ سے بعض مقامات تشنہ رہ گئے۔''

اس اعترافِ حقیقت سے واضح ہوگیا کہ حامد صدیقی کی ''تصحیح وتحشیہ'' باوجود طبع شدہ نسخہ کو مستند نہیں کہا جاسکتا ہے۔

حامد صدیقی تحریر کرتے ہیں:

''تصحیح میں کتبِ احادیث، ملفوظاتِ بزرگانِ خاندانِ چشتیہ رحمہم اللہ وتعالےٰ اور خود ''جوامع الکلم'' کے اقتباسات جو دوسری کتابوں میں پہلے سے مطبوعہ موجود تھے ان سے امداد لی گئی ہے۔''

تصحیح کے لئے اس عبارت سے یہ اطمینان بخش بات علم میں آتی ہے کہ احادیث او[ر] ملفوظاتِ چشتیہ کو پیشِ نظر رکھا گیا ہے اور ''خود جوامع الکلم'' کے اقتباسات جو دوسری کتابوں میں پہلے سے مطبوعہ موجود تھے ان سے امداد لی گئی ہے۔'' دوسری کتابوں کی صراحت ضروری تھی ا[ور] دوسری کتابوں کے بجائے خود بندہ نوازؒ ہی کی کتابوں سے مدد لی جاتی تو اور بہتر تھا اس کے لئے مطبوعہ کی شرط ضروری نہ تھی۔ ان کی غیر مطبوعہ کتب سے بھی مدد لی جاسکتی تھی۔ دراصل ''جوامع الکلم'' کے مستند نسخے کے لئے نہایت احتیاط اور ذمہ داری کی ضرورت ہے۔

حامد صدیقی تحریر کرتے ہیں۔

''جو کچھ تصحیح اس کتاب میں کی ہے اس میں اپنی طرف سے کسی لفظ کا ردوبدل نہیں کیا ہے بلکہ . . . چند نسخے اور مطبوعہ اقتباسات ''جوامع الکلم'' اور دیگر ملفوظات کی مطابقت سے تصحیح کی گئی ہے . . . . بہت سے مقامات اب بھی اس کتاب میں قابلِ تصحیح باقی رہ گئے ہیں۔''

حامد صدیقی ہی تحریر کرتے ہیں۔

قریب تھا کہ میں ان چند مقامات کی وجہ سے اس گوہر نایاب کی اشاعت سے ہی باز آجاتا مگر اہلِ علم اور بزرگانِ دین کی خطاپوشی و رحمتِ عامہ پر نظر کرکے نیز یہ خیال پیشِ نظر رکھ کر طبع کی جرأت ہوئی کہ اگر یہ کتاب ایک بار شائع ہوگئی اور کسی بزرگ نے اس کے غیر حل شدہ مقامات کو ملاحظہ فرما کر اس کی تصحیح فرمادی تو یہ طبع کرنا سببِ تصحیح مزید کا ہوجائے گا۔ ورنہ موجودہ حالت میں تو اس کی کمیابی اور پردۂ خفا میں رہنے سے شبہ تھا کہ کہیں یہ کتاب سرے سے مفقود ہی نہ ہوجائے۔''

حامد صدیقی نے بہت صاف اور واضح انداز اختیار کرکے طباعت کی بات کہی ہے وہ ایک کارآمد کام انجام دے گئے اور اس کے لئے یاد رکھے جائیں گے۔ آج ''جوامع الکلم'' [illegible]ب کی دسترس میں ہے اور حامد صدیقی کے کام کو آگے بڑھایا جاسکتا ہے۔ وہ دعوت دے چکے [illegible] تصحیح کا بہتر کام اور مستند نسخے کو ترتیب دینے کے لئے کوئی نہ کوئی اللہ کا بندہ سامنے آئے گا۔

حامد صدیقی نے چونکہ الحاق کی بات کہی ہے اس لئے یہ بات چل پڑی ہر ایک نے [illegible]سا کے مطابق کوئی فیصلہ صادر کردیا۔ کسی عبارت پر گرفت کی اور فتویٰ دے دیا۔

تمام معلوم شدہ نسخوں کے تقابل کے بعد ہی ایک مستند نسخہ سامنے آئے گا اور دیکھنا ہوگا [illegible] بات تو نہیں ہے جو بندہ نوازؒ کی فکر و عقیدہ کے برخلاف ہے نہ صرف بندہ نوازؒ بلکہ جملہ [illegible]کانِ چشت کے فکر اور عقیدہ کے برخلاف ہے۔ مہمل اعتراض اور کسی کج فہم صلاح کے سبب [illegible]ف بھی حذف نہیں کیا جاسکتا ہے۔

ان دنوں بازار میں ملفوظاتِ خواجہ بندہ نواز گیسو درازؒ ''جوامع الکلم'' پروفیسر معین [illegible] انی، ایم اے علیگ طبع اول ۱۴۲۱ھ مطابق ۲۰۰۰ء ناشر ادبی دنیا ۵۱۰، مٹیا محل دہلی ملتا [illegible] کے زیرِ مطالعہ رہتا ہے۔

اگر (۱) ترجمہ سید رحیم الدین حسینی (۲) ترجمہ چودھری محمد اقبال سلیم گاہندری [illegible] معین الدین دردائی کے تقابل کے بعد ایک ترجمہ طبع ہوجائے تو مناسب ہوگا۔

''الحاق'' کے سلسلے میں غیر علمی اور غیر سنجیدہ تحریری خرافات جو سامنے آئی ہیں ان پر

بات کرنا، وقت ضائع کرنا ہے۔ لیکن اظہارِ حقیقت کے لئے گمراہی سے آگاہی دینا ضروری ہے۔ فی الوقت یہ عرض کرنا ہے کہ ''الحاق'' کے نام پر قاضی محمد علی کی تحریری خرافات کے ذریعہ جو گمراہی پھیلائی گئی ہے اس کے لئے راہ دکھانا بھی ضروری ہے اور جو تحریریں مخالف اور موافق الحاق کے نام پر کہی گئی ہیں ان پر بحث کتاب ھٰذا کے ایک علیحدہ باب میں ہوگی۔ اس لئے کہ مخالف تحریروں میں بندہ نوازؒ کے لئے وہ کہا گیا جو اتہام اور بہتان سے آگے کی چیز ہے اور ان کا جواب سیدنا بندہ نواز خواجہ گیسو درازؒ پر لکھی جانے والی اس (کتاب) میں ضروری ہے۔

''جوامع الکلم'' کے علاوہ ایک منظوم ملفوظ ''مولودِ منظوم'' بھی تھا۔

مولودِ منظوم

''حضرت بندگی مخدوم کا ایک ملفوظ جو منظوم تھا۔ ملک زادہ مقبول خانوادہ برگزیدہ ملک عثمان جعفر نے مرتب کیا تھا۔ یہ ملک زادہ حضرت بندگی مخدوم کے مرید اور آپ کے اجازت یافتہ تھے۔ یہ ملفوظ اب ناپید ہے اور اس کا کوئی نسخہ ابھی تک کتب خانہ میں دریافت نہیں ہوا ہے۔ ''تبصرۃ الخوارقات'' ہی اب تک وہ تنہا کتاب ہے، جس میں اس ناپید کتاب کے کچھ اقتباسات محفوظ رہ گئے ہیں۔ (صفحہ ۱۵-مقدمہ)

(۸)

سیدنا بندہ نواز خواجہ گیسو درازؒ اپنی تمام تر مصروفیات کے باوجود ان کے نام آئے ہوئے **مکتوبات** کے جوابات دیتے تھے۔ وہ کبھی مختصر اور کبھی طویل ہوتے تھے۔ ان جوابات میں نصیحت، تعلیم، تلقین اور دعائیں اور ان کا ذکر بھی ہوتا تھا جن سے ان کا اور خط لکھنے والے کا کسی نہ کسی قسم کا تعلق تھا اس سے ان کی ذمہ داری، باخبری، شفقت، اور عنایت کا علم ہوتا ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ اپنے وابستگان سے یہ کیسا تعلق رکھتے تھے۔ ان کی مکتوب نگاری ایک ایسا موضوع ہے جس پر تفصیل سے گفتگو کی ضرورت ہے تین مکتوب ''جوامع الکلم'' میں ملتے ہیں۔

— پہلا خط یہ ہے

''جوامع الکلم'' کی مجلس (۵۹) میں ذکر ہے۔

شیخ سلیمان کا عریضہ پیش ہوا جو قصبہ ایرج کے کوتوال تھے اور، جب آپ ایرج میں تشریف فرما تھے تو تارک ہو کر مریدوں میں شامل ہو گئے تھے۔۔۔۔۔ ان کے نام یہ جواب لکھوایا گیا''

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میرے فرزند سلیمان شہاب تم محمد حسینی کی دعائیں مطالعہ کرو کون سی دولت بہتر ہے اور کون سی نعمت اس سے بزرگ تر ہو سکتی ہے کہ تم اپنے خدا کے ساتھ آنے جانے والے دوست اور دشمن اور بیگانہ کی مزاحمت کے بغیر بہ فراغت تمام مستغرق ہو اے بے چارہ تم فراغت کی قدر کیا جانتے ہو تم نے سنا ہوگا۔

بفراغ زمانی نظری بماہ روی — بہ ازانکہ چتر شاہی ہمہ عمر ہائی ہوئی

تم کو لوگوں کی صحبت سے کیا کام، تم کو پڑھنے پڑھانے سے کیا نسبت جو چیز دین کی لوازمات سے ہے یعنی وضو اور نماز جس کا ہر شخص محتاج ہے تم کو کافی ہے باقی وقت اللہ کی یاد میں ڈوبے رہو جس دن تمہارے ہاں کوئی نہ آئے اور تم کسی کی صورت نہ دیکھو اور کوئی تمہاری صورت نہ دیکھے تو سمجھ لو کہ تم کو معراج مل گئی جس پر حضرت احدیت کے ہم نشین اور بارگاہ صمدیت کے مقربین بھی حسرت کرتے رہیں۔

رباعی

دل در تنگ و پونشد نکو شد کہ نشد — جز بر تو فرو نشد نکو شد کہ نشد
گفتی کہ برنجم از نکو شد کارت — دیدی کہ نکو شد نکو شد کہ نشد

جو لوگ حمام میں بنی تصویر دیکھ کر حظ اٹھاتے ہیں تو ان سے توالد و تناسل کیسے ہو سکتا ہے یہ۔۔۔ زمین میں بیج بوتے ہیں اس سے ان کو کچھ حاصل نہ ہوگا یہ بہتے پانی پر معمے بناتے ہیں اور کبھی بھی اپنے مراد کو نہیں پہنچ سکتے یہ ایسے بدکاروں سے عشق کر رہے ہیں اور وفا کی امید رکھتے ہیں جو کبھی پوری نہ ہوگی افسوس صد افسوس

مثنوی

برگذرزیں سرائی غرچہ فریب   برشکن زیں رباط مردم خرار
کلبہ کاندر ونخواہی ماند   سال عمرت چہ وہ چہ صد چہ ہزار
رخت بردارازیں خرابہ کہ ہست   بامِ سوراخ ابرطوفاں بار
ہرکہ از چوب مرکبی سازد   مرکب آسودہ داں ومانده سوار
دولت آنرا مگو کہ دادندت   پیش انبار جنس استظہار
تا ترا دولت ایں یار نہ   دو جہاں خدائی دولت یار
چوں ترا ازتو پاک بستانند   دولت آں دولت ست کارآں کار

جس گھڑی تمہارے دل میں غیر خدا کا خطرہ پیدا ہوا اپنے کام کو مشرک اور بت پرست سمجھو   ملک تاج سلیمان خاں کو میری طرف سے دعا کہو   اور یہ کہو کہ میں نے سنا ہے کہ تم ایک ہفتہ تک گوشہ نشیں رہ کر جامع مسجد میں آتے ہو اور لوگوں کا ایک ہجوم تمہارے پیچھے رہتا ہے۔ یہ تمہیں مبارک ہو۔

بیت

نہ یک فسوس کہ ہردم ہزار بار فسوس
نہ یک دریغ کہ ہردم ہزار بار دریغ

اپنی والدہ کو میری طرف سے دعا پہنچاؤ اور کہو کہ ہم نے جو کچھ کہا ہے اس پر عمل کرے اور مداومت اختیار کرے   اپنے بیٹے کے حق میں دعا کرے کہ وہ خدائے تعالیٰ کے ساتھ مستغرق رہے اور اس کا دل غیر حق کے خطرے سے محفوظ رہے

۲ــــ   دوسرا خط یہ لکھوایا گیا۔

مولانا بدرالدین سلیمان کو محمد حسینی کی دعا پہنچے   اشراق، چاشت، تہجد، اوابین، نوافل فی الزوال کی پابندی کرو   اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال رہے گا۔

۳ــــ   تیسرا خط یہ ہے
مجلس ۹۰ میں ذکر ہے

''ایک شخص نے جلال الدین خاں ابن ظفر خاں کا عریضہ پیش کیا   جس کو جواب کا شرف عطا کیا گیا اور ان کو اس مضمون کا مکتوب لکھوایا گیا''

اے برادر دینی! خان اعظم خاقان معظم جلال خاں محمد حسینیؒ کی دعائیں   مطالعہ کرو ہم جو کچھ ہیں وہ ہیں اور جس طرح رہتے ہیں ویسے رہتے ہیں اور جہاں کہیں رہتے ہیں رہتے ہیں مگر یہ لازمی ہے کہ پاک نفسی کے ساتھ خدا کی یاد میں رہیں اگر یہ چیز ہمارے ساتھ ہے تو پھر تمام سعادتوں کا سرمایہ ہمارے دامن میں بندھا ہوا ہے خدا اند تعالیٰ اس خوش نصیبی کو جس کا مبداء ملتہایوں ہو   ہمیں بھی نصیب کرے۔

اے برادرِ عزیز!   ہمارے خان اعظم سے بھی ہماری یہی آرزو ہے اور ہم کو اسی کا انتظار ہے کہ انشاء اللہ الکریم وہ اسی میں رہیں گے اور ہم کو اپنی دعاؤں میں بھی یاد رکھیں گے۔ والسلام

''بزم صوفیہ'' میں لکھا ہے

حضرت سید گیسو درازؒ کے مکتوبات کا ایک مجموعہ بھی بنگال ایشاٹک سوسائٹی میں ہے   جس میں ان کے ۱۶ مکتوبات ہیں ان کے خلیفہ شیخ ابوالفتح علاء الدینؒ نے اس کو مرتب کیا ہے۔   (صفحہ ۵۸۶)

''تاریخ حبیبی'' میں ہے۔

(نواب معشوق یار جنگ نے)۔۔ ہی مکتوبات حضرت خواجہ رحمۃ اللہ کا ترجمہ فرمایا ہے۔ فوائد کے نام سے کتاب روضتین سے شائع ہو چکی   ہے   (صفحہ ۶۳)

مسلم یونیورسٹی علی گڈھ میں کچھ قلمی مکتوب ہیں۔ میں نے ان کی زیراکس حاصل کر کے ڈاکٹر خسرو حسینی صاحب کو دی ہیں۔

تمام مکتوبات یکجا ہو جائیں تو ان کی روشنی میں بندہ نوازؒ کے اندازِ نگارش، اسلوب، موضوع، فکر و نظر اور افہام و تفہیم پر بات کی جا سکتی ہے۔ ان کے مکاتیب ان کی ہمہ جہت شخصیت کا ایک تعارف ہیں۔

(۹)

''تاریخ حبیبی'' ہی میں لکھا ہے

''حضرت قطبیؒ'' نے ہر وقت اور ہر زمانے کے مشاہدات وحالات پر نظر کر کے نیز بعض مقربین بارگاہ کی کوششوں اور عرض و معروض پر کہ طریقہ کی اشاعت کی اجازت ہو چند کو **خلافت نامے** اور اجازت نامے لکھوادئے اور چند کو بلا کوئی خاص خلافت نامہ تحریر کرائے ان کے مجاہدوں، تزکیہ نفس توجہ تام کو محسوس فرما کر اور ان کے بڑے لوگوں کے سیر وسلوک کا معائنہ فرما کر شرفِ **خلافت** واجازت سے مشرف فرمایا۔ (صفحہ ۶۳)

''تاریخ حبیبیؒ'' ہی میں لکھا ہے

حضرت قطبیؒ نے ان اسرار ربوبیت کے حاملوں، تجلیات صمدیت کے مستوں، جمالِ یار کے دیوانوں، جلال یار کے وارفتوں، معارف حق کے ڈوبے ہوؤں اور حقائق مطلق کے مدہوشوں کو بھی دہلی میں اپنی خلافت واجازت کی خلعت سے سرفراز فرمایا۔ (صفحہ ۶۴)

''تاریخ حبیبیؒ'' ہی میں لکھا ہے

''حضرت خواجہ بہاؤالدینؒ سے منقول ہے کہ جب حضرت قطبیؒ دہلی میں تھے اور مسند شیوخت پر اجلاس فرمانے کا ابتدائی زمانہ تھا اور حضرت کا مزاج ناساز تھا کہ آپ نے فرمایا یہ چار اشخاص بھی میرے بعد لوگوں سے بیعت لیا کریں۔'' (صفحہ ۶۵)

''تاریخ حبیبیؒ'' ہی میں لکھا ہے

''تیسری مرتبہ آپ نے برکت والے شہر احسن آباد (گلبرگہ) میں ایک روز چودہ اشخاص کو خلافت واجازت عطا فرمائی اور مفصل اجازت نامہ لکھوایا اور فرمایا کہ جو خلافت نامہ میں نے دہلی میں لکھوایا یعنی تصنیف کیا تھا اسی میں ان چودہ اشخاص کے نام بھی درج کردیں۔ چنانچہ اس کی تعمیل کر کے حضرت کی خدمت میں عرض کر دیا گیا **خلافت نامہ** یہ ہے۔

شروع اللہ کے نام سے جو رحمٰن ورحیم ہے اللہ کے لئے سب تعریفیں ہیں شکر اس بات کا ادا کرتا ہوں کہ میں نے اس کے فضل سے اپنی عبادت اور بندگی کی مقدور بھر الوہیت کے پوشیدہ امور پر مطلع اور ربوبیت کے اسرار پر آگاہی ہوا اور درود اللہ

کے رسول پر ہو جو صاحب لواء حمد ہیں اور لطائف شرعی کے ساتھ ساتھ مالک مقام وسیلہ بھی ہیں اور آپ کی آل واولاد پر بھی جو پسندیدہ اور اعلیٰ اخلاق سے آراستہ ہیں اور آپ کے اصحاب پر جو انوارِ قدسیہ کے متصف اور سبوحی صفا و پاکیزگی سے معمور ہیں پس حمد ونعت اے اللہ تعالیٰ کے بندوں اس کی طرف اس کے سوا اور کوئی راستہ نہیں کہ ایک وسیلہ ڈھونڈھا جائے اور اخلاقی ربانی سے اتصاف حاصل کیا جائے یہ صفات اس وقت حاصل ہوتی ہیں کہ پہلے گناہوں کو مٹانے اور رذیل (رذیل) خصلتوں کو دور کرنے کے لئے قدم اٹھایا جائے اور ایسے شیخ (سے) تلقین حاصل کی جائے جو مرشد کامل ومہذب وشائستہ خصال ہو اس بارگاہ عالی تک پہنچنے کے لئے مختلف راستوں سے واقف ہو تلقین ذکر ایک ایسے شخص کی رائے پر منحصر ہونی چاہئے جو عالم ہو علوم دینیہ سے پورا واقف ہو یہ وہ دروازہ ہے (جس کے اندر آتے ہیں) اس کے بعد عالمِ غیب سے عالم شہادت میں جو کچھ ظاہر ہوتا ہے وہ پہلے طرح طرح کے رنگ ہیں مثلاً زرد، سرخ، سبز، نیلا، سفید، اور سیاہ پھر نور کی لڑیاں پھر ایسے نور جن میں کوئی رنگ شکل اور جہت نہیں جہت خواہ قبلہ نما سے معلوم کی جائے یا زمین پر سے کچھ محسوس نہیں ہوتی۔ اس کے بعد ''ہواتف'' یعنی غیبی آوازیں ہیں پھر ایسی آوازیں جو معلوم ہوتا ہے کہ مخارج آواز، دانت اور حلق کے کوے سے تیز حرفوں کے ساتھ نکل رہی ہیں۔ جن میں پوری بات تعلیمات اور ارشادات ہوتے ہیں مگر ان میں بڑے بڑے لوگوں کے سانسوں کی ہوا کے سوا اور کوئی شیئے ''معلوم'' نہیں پڑتی پھر ''کشفِ ارواح'' اور ''کشفِ قبور'' ہے نجاسیت دوام توجہ ولزوم حضور پھر وہ صورتیں ہیں جو طبائع بشریٰ کے مناسب وموافق ہیں حتیٰ کہ گمان کرنے والوں (والے) اس صنوبری گوشت کے لوتھڑے (یعنی قلب) کی سمجھ کے مطابق طرح طرح کے گمان کرنے لگتے ہیں پھر ''لوائح'' (صاف اور روشن چیزیں) ہیں اس کے بعد ''طوائع'' (بلند ہونے والے انوار) ہیں پھر ''بوارق'' (بجلیاں) پھر ''حقائق'' (حقیقتیں) پھر ''معارف'' پھر ''صناعیاں'' (یعنی کردار) پھر ''کرامات'' پھر ''مناہات'' پھر ''بوادی'' پھر ''علوات'' (یعنی اوپر کی طرف ترقیاں) پھر''

مشاہدات'' پھر'' معالی'' پھر'' مکاشفات'' پھر'' مناجات'' پھر'' منازعات'' پھر'' محاضرات'' (حضوریاں) پھر'' عاتبات'' (دقتیں) پھر'' منازل'' پھر'' مراہلات'' پھر'' مواصلات'' پھر'' مجاذبات'' (باہمی کشش و جذبات) پھر'' مسامرات'' (آپس کی کہانیاں قصے) پھر'' نذاخلات'' (حاشیہ پر) ''عشرت'' (رہنا سہنا اور عشرتِ اٹھوا کر کھانا اور تاثر) پھر'' معاودات'' پھر'' اجمالات'' پھر'' تفصیلات'' پھر ''اطلاقات'' پھر'' مراجعات'' پھر'' حیرت'' پھر'' عشرت'' (ٹھوکر کھانا) پھر'' جرأت'' ہے اس سے زاید نہیں فی الحقیقت کوئی حیرت نہیں ہے کیونکہ حیرت وہی نفس شئے ہے جس میں حیرت ہو۔ یہ سب ولایتوں کی بعض قسمیں ہیں پھر کہا جاتا ہے کہ بہ لحاظ ''عین ذات'' کے وہ (سمجھ میں آنا) محال ہے نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی بشر کے دل میں خیال آیا یعنی آنکھ آنکھ نہیں جب کہ وہ نہ دیکھے اور نہ کان کان ہے تاوقتیکہ وہ سنے (سنے) اور نہ قلب قلب نہیں جب تک اس میں خطرات نہ آئیں (پھر یہ حواس کیسے اس کا احاطہ کر سکتے ہیں) وہ نہ آدمی ہے اور نہ جن اور نہ فرشتہ اور نہ نبی اور نہ سنن (یعنی قانون قدرت) پھر'' حقائق صمدیت'' سے شیطانی قوت کا (امتیاز) ظاہر ہوتا ہے اس مقام پر گم ہونا اور نہ ملنا نہ ''قرب'' ہے اور نہ ''بعد'' نہ ''فصل'' ہے اور نہ ''وصل'' جہاں ''عبدیت'' متحقق ہو گئی پھر'' انیتہ'' (میں پنا) ظاہر ہوا اور ''دوئی'' متحقق ہوئی رب راضی ہو گیا اور بندہ (تنزل میں آ کر) ''کامل'' ہو گیا جو کوئی باقی رہا تھا اس کے بعد فنا ہو گیا اور جو کچھ فنا ہوا تھا اس کے بعد باقی رہا فنا ہوا جو کچھ کہ فنا ہوا اور باقی رہا جو کچھ کہ باقی رہا اسی کو ''وصل فاصل'' اور'' عالم تاہل'' کہتے ہیں یہ ربانی عالم متشابہات سے آگاہی اور پوشیدہ باتوں پر پختگی کے ساتھ علم رکھنے والا اور کیفیت سرِ تخلیق و تکوین کا عارف ہوتا ہے وہ اس طرح صورت بناتا ہے جیسے کہ مصوّر اپنے ہاتھ سے بناتا ہے۔ لیکن بغیر ساتھ رہے اور ایک دوسرے سے ملے جلے اور اگر ایسا کچھ دیکھتا بھی بائے (جائے) تو یہ سمجھنا چاہئے کہ وہ شئے تشکلات و تمثلات کی صفات و نوع میں سے ہے اور وہ بھی اس مناسبت سے جو دیکھنے والے اور جس شئے کو دیکھتا ہے اس کی شکل و صورت کے ساتھ ہے کہ اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ نسبت

و اضافات سے پاک ہے لیکن جسے اللہ جل شانہ انبیاء کے درجوں پر ترقی دے چکا ہے پاک ترین لوگوں کا اسے سردار بنانا چاہئے اور حق کی طرف بلانے کے لئے اسے ...وث کرے اور مجلس صدق میں اسے جگہ دے۔

(حاشیہ پر قادر مطلق کے مقرب ہوں گے۔ آخر آیت سورہ قمر پارہ ۲۷) اور آنکھ کا نور وہ سمجھا جائے تو وہ ایسی ذات ہو جاتا ہے جس کا ''عین'' یعنی نمونہ نہ ہو کوئی آنکھ اس کی طرف اشارہ کر سکتی ہو اور نہ کوئی خرابی یا برائی آ لیتی ہو پس وہ اپنے فرائض کی انجام دہی کے لئے ایک ماہر و لائق ہستی اور ایک ایسے بعد میں آنے والی ذات ہوگا جس کا وجود سب سے پہلے ظہور میں آیا اسکے بعد ظاہری نشانیاں اور مشاہدہ کے معاملات ہیں کہ وہ دنیا اور اہل دنیا کی طرف نہ جھکے اور امارت و اسباب دنیوی کی طرف بالکل تعلق خاطر نہ رکھے اور نہ اہل دنیا کے ساتھ گھل مل کر رہتا ہو اور نہ ان کے یہاں آمد و رفت رکھتا ہو بلکہ اپنی پسند بھی نہ کرتا ہو اور امور شریعت میں بہت ہوں یا تھوڑے حقیر ہوں فِی مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيكٍ مُقْتَدِرٍ (سچی عزت کی جگہ بادشاہِ دو جہاں) یا بزرگ ایسا ثابت قدم رہے جیسا کہ حق ہے اور ایسا ان امورِ شرعی سے متعلق رہے جیسا کہ تعلق کا حق ہے حتیٰ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں میں سے کوئی سنت اور آپ کی خصلت و سیرت میں سے کوئی سیرت و خصلت ایسی ضرورت کے سوا ترک نہ ہوئی ہو جس کی فقہا نے اجازت دی اور علماء نے اس پر عمل کیا ہو

یعنی وہ ان لوگوں میں سے ہو جو اگلوں کی سیرت و خصلت اور نبی خاتم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر تھے پس محمد حسینی جسے گیسو دراز لقب دیتے ہیں سید یوسف حسینیؒ کا فرزند یہ جو کہتا ہے تو اپنی تحقیقِ حقیقی اور علم یقینی سے کہتا ہے اے میرے اللہ جو کوئی میرے شاگردوں اور تربیت یافتوں میں سے ان صفات سے متصف ہو اور میری سیرت و خیالات پر چلنے والا ہو وہی میری جگہ اور ساز و سامان کا مالک ہوگا اور وہی میرا فرزند ہوگا جو میرے بھیدوں سے پیدا ہوا ہو اور ایسا لڑکا ہوگا جو میری روحانی شادی سے ظہور میں آیا۔ وہی میرا قرب رکھنے والا میرا رشتہ دار اور میرا جانشین ہوگا اور

ایسا نہ ہو تو میں اور خدائے بزرگ و برتر اور میرے شیخ سب اس سے بری ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی اہلِ ملت پر میرا جانشین ہے۔ (کرے گا) (صفحات ۶۶ تا ۷۰)

خلافت ناموں کی تحریر سے بندہ نوازؒ کی تعلیم و تلقین اور ارشاد و ہدایت کا واضح علم ہوتا ہے۔ ان خلافت ناموں کی روشنی میں اُن باتوں پر تفصیل سے بات کی جاسکتی ہے۔ جو بیان کی گئی ہیں۔ اس کے لئے تصوف آشنا اور مشرب و مسلکِ چشتیہ سے واقف اہلِ دل، اہلِ قلم اور اہلِ فکر و نظر کو قلم اٹھانے کی ضرورت ہے۔ بندہ نوازؒ نے اپنی تحریر سے کوزے میں دریا کو سمیٹ لیا ہے۔

(۱۰)

سیدنا بندہ نواز خواجۂ گیسو درازؒ اپنے پیرانِ سلسلہ کی روش پر کاربند اور اپنے خواجگان کے معمولات کے پابند تھے۔ ان کا ہر عمل سلسلۂ چشتیہ کی تعلیمات کے عین مطابق تھا اور وہ چاہتے تھے کہ ان کے دامن گرفتگان بھی ان کی راہ پر چلیں۔

میں نے عرض کیا آج کی رات معراج کی رات ہے تو فرمایا کہ اس وقت بارہ رکعتیں ایک سلام کے ساتھ پڑھنی چاہیۓ۔

پہلی رجب میں جمعہ کی شب تھی نمازِ لیلۃ الرغائب ادا کی تھی۔ اگرچہ روزہ نہ تھے۔

فرمایا کہ بہ زمانۂ بندگی خواجہؒ ایسا ہی اتفاق ہوا تھا کہ آپ نے ایسا ہی کیا تھا اور فرمایا تھا کہ ''احیاء'' کا مقصد اول شب جمعہ رجب ہے اور روزہ نماز ذیل میں آیا ہے اور شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کے اوراد میں جس کے مختلف نسخے ہیں ان سب میں وہ

صحیح نسخہ جو بندگی مخدومؒ کے سامنے ہے اس میں روزہ کا ذکر نہیں ہے۔ (مجلس ۷)

ایک شخص نے بیعت کی درخواست کی جس کو قبولیت کا شرف بخشا گیا۔ بیعت کی صورت یہ تھی کہ آپ نے اپنا سیدھا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھا اور اپنے پنجے سے اس کے پنجے کو پکڑ لیا۔ بندگی مخدومؒ کا ہاتھ اوپر تھا اور اس کا ہاتھ نیچے اور فرمایا کہ کیا تم نے عہد کیا اس ضعیف کے ساتھ اور اس ضعیف خواجہ کے ساتھ اور خواجہ کے خواجہ کے ساتھ۔ اس سلسلے کے مشائخین رضوان اللہ اجمعین کے ساتھ کہ تم آنکھ کی حفاظت کروگے اور زبان کی حفاظت کروگے اور شریعت کے راستہ پر رہو گے اور کیا تم نے اس کو قبول کیا؟ اس نے کہا جی ہاں قبول کیا۔ آپ نے فرمایا الحمد للّٰہ رب العالمین آپ نے قینچی اٹھائی، تکبیر کہی اور کچھ بال سیدھی اور بائیں کنپٹی سے کتر دیئے پھر تکبیر کہی چہار ترکی ٹوپی اس کے سر پر رکھ دی اور فرمایا جاؤ دوگانہ ادا کرو۔ وہ دوگانہ ادا کرنے چلا گیا تو فرمایا اس مرد نے اگر صدق دل سے توبہ کی ہے تو اس کا نام تائبون کے دفتر میں اللہ کے پاس لکھ دیا جائے گا اور کل ان کا حشر انھیں کے ساتھ ہوگا۔ اور ان ہی کی جزا اس کو بھی ملے گی۔ اس بارے میں کوئی شک نہیں ہے۔ جب اس نے دوگانہ ادا کرلیا تو پہلی ھدایت یہ کی گئی کہ پانچ وقت کی نماز جماعت سے پڑھو اور جمعہ اور غسلِ جمعہ کسی وجہ سے بھی بجز عذرِ شرعی کے فوت نہ کیا جائے اور شام کی ہر نماز کے بعد چھ رکعت نماز تین سلام کے ساتھ پڑھو اور ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد اخلاص تین مرتبہ پڑھو اس کے علاوہ ایک دوگانہ حفاظتِ ایمان کے لئے پڑھا جائے جس کی ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد اخلاص سات مرتبہ اور قل اعوذ برب الفلق ایک مرتبہ اور قل اعوذ برب الناس ایک بار پڑھا جائے اور جب سلام پھیر لیا جائے تو سر سجدہ میں رکھ کر تین بار یہ پڑھو۔ یا حیّ یا قیّوم

ثبتنی علٰی الایمان اور عشاء کی نماز کے بعد ایک دوگانہ پڑھنا چاہیے
جس کی ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد دس بار اخلاص پڑھا جائے اور سلام کے بعد ستر
(۷۰) مرتبہ یا وَھَابُ یا وَھَاب یا وَھَاب پڑھا جائے اور ہر مہینہ کی تیرہ
چودہ اور پندرہ کو روزہ رکھو۔ (مجلس ۱۰)

ایک دوگانہ شکرانہ استعازہ واستخارہ بھی پڑھ لیا کرو۔ . . . .
اشراق پڑھتے ہو . . . . . چاشت کی چار رکعتیں ملا لیا کرو۔ . . . .
میں نے عرض کیا کہ رجب میں روزہ دار رہتا ہوں۔ فرمایا۔ . . . . شعبان میں بھی
. . . . . عرض کی نو روزہ . . . . فرمایا اگر اکیس (۲۱) اور روزہ رکھ لو تو
تین مہینے پورے ہو جائیں گے۔ (مجلس ۱۱)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے ہر کوئی ایک رات میں ایک تہائی قرآن
پڑھنے سے عاجز ہے تو صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہر رات ایک ثلث قرآن
کس طرح پڑھا جا سکتا ہے تو آپ نے فرمایا کہ قل ھو اللہ احد ایک تہائی
قرآن کے برابر ہے۔ پھر فرمایا کہ قرآن میں تین چیزیں ہیں توحید ، احکام
اور قصّے - قل ھو اللّٰہ -توحید ہے۔ اس طرح ایک تہائی قرآن ہوا
ہمارے مشائخوں کا ارشاد ہے کہ جو کوئی ہم میں شامل ہوتا ہے وہ صوفی ہو جاتا ہے
تو اس کو پہلے ایک ہزار بار سورۂ اخلاص پڑھنے کے لئے کہا جاتا ہے کہ بے ناغہ
پڑھا کرے۔ حضرت شیخ قطب الدینؒ ہر رات چار ہزار بار درود اور چار
ہزار بار اخلاص پڑھا کرے۔ (مجلس ۲۰)

برأت کے مہینے کی پندرہویں شب کے نوافل کے بارے میں ذکر آیا تو فرمایا کہ
''قوت القلوب'' میں لکھا ہے کہ حرمین میں یعنی حرم مکہ اور حرم مدینہ (میں) چار
پانچ سو لوگ جمع ہو جاتے ہیں اور شب برأت کی سو رکعت نمازیں گزارتے ہیں۔
صاحب قوت کے نزدیک نفل نماز جماعت کے ساتھ مکروہ نہیں ہے۔ وہ کہتے ہیں

(لااکراہ النفل بالجماعۃ) مگر بعض فقہاء کے نزدیک مکروہ
بعض روایتوں میں اس رات میں سورۂ یٰسین پڑھنا بھی آیا ہے۔ لیکن شیخ
شہاب الدین سہروردیؒ کے ''اوراد'' کی کتاب میں اس سے بھی کم پڑھنا نظر سے
گذرا ہے۔ (مجلس ۲۵)

شیخ جلال الدین تبریزیؒ بازار کا ایک چکر لگا لیتے۔ پوچھا گیا کہ آپ بازار کا
یوں چکر لگاتے ہیں تو فرمایا مجھ تک یہ بات پہنچی ہے کہ پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا
کہ جو کوئی بازار میں یہ دعا پڑھے تو اس کے نامۂ اعمال میں خدائے تعالیٰ دس ہزار
نیکیاں لکھوا دیں گے اور اس کے نامۂ اعمال سے دس ہزار گناہ میٹ دیئے جائیں گے
اور اسی کے لئے بہشت میں گھر بنایا جائے گا میں اس نیت سے بازار جاتا ہوں اور
چند بار کلمۂ سُبْحَانَ اللّٰہِ پڑھتا ہوں۔ (مجلس ۴۲)

سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَ سَلَامٌ عَلَی
الْمُرْسَلِیْنَ وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کی فضیلت کے بارے میں ذکر
ہوا تو فرمایا کہ جو شخص کہ مجلس ختم ہونے پر اٹھنا چاہے تو اس کو پڑھ لے جو کچھ اس مجلس
میں کوئی جھوٹ یا خطا یا کوئی فحش لفظ یا لغو بات صادر ہوئی ہو وہ اس سے بری ہو جاتا
ہے اور وہ سب معاف ہو جائیں گے۔ (مجلس ۵۴)

بیعت کے بعد اس شخص کو بندگی مخدومؒ نے فرمایا کہ شام کی نماز کے بعد چھ
رکعت تین سلام سے ادا کرو اور ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد تین مرتبہ سورۂ اخلاص
پڑھو اس کو صوفیا صلوٰۃ الاوّابین کہتے ہیں اور یہ صوفیوں کا مقولہ ہے کہ توبہ پر
استقامت کے لئے جو شخص اس نماز کی مداومت کرے تو امید ہے کہ اس کی توبہ
مضبوط رہے گی۔ اس کے بعد ایک دوسرا دوگانہ بتلایا اور فرمایا کہ یہ حفاظتِ ایمان
کے لئے ہے ایمان کی حفاظت کی نیت کرتے ہیں اور وہ دوگانہ یہ ہے۔ ہر رکعت
میں سورۂ فاتحہ کے بعد سات بار قل ھو اللہ اور ایک دفعہ معوذتین پڑھیں سلام کے بعد

سرسجدہ میں رکھیں اور تین بار یاحیی یا قیوم ثبتنی علی الایمان
پڑھیں اور فرمایا کہ عشاء کی نماز کے بعد ایک دوگانہ اور پڑھو اور ہر رکعت میں فاتحہ
کے بعد دس بار سورۂ اخلاص پڑھیں اور سلام کے بعد ستر بار یا وَھابُ یا
وَھابُ کہو جس طرح کہ میں کہتا ہوں ہر کلمہ کی زد دل پر پڑتی ہے اور وہ دل کی
قوت سے باہر نکلتا ہے۔ پھر فرمایا کہ سنو کہ یہ تعلیم اول ہے جس طرح کہ استاد بچوں
سے ا، ب، ت، کی پہلی تختی لکھواتا ہے ان شاء اللہ تعالیٰ جب اس پر استقامت
ہو جائے گی تو اور زیادہ بتلایا جائے گا اور اگر کوئی شخص اس توبہ پر جو اس نے ہمارے
سامنے کی ہے اور جو کچھ کہ ہم نے بتلایا ہے اس پر استقامت پکڑے تو یہ اس کے لئے
کافی ہے کل قیامت کے دن ہم پر اس کا کوئی بوجھ نہ ہوگا وہ سبک بار ہے اپنا بوجھ
خود آپ اٹھائے ہوئے ہے کسی کا محتاج نہیں ہے۔ (مجلس ۵۸)

بیعت اور طریقۂ بیعت کا ذکر مجلس ۱۰ میں بھی ہوا ہے اور اب مجلس ۵۸ میں بھی
ہوا ہے۔ مجلس ۱۰ اور ۵۸ سے کہی گئی باتوں کی تصدیق اور توثیق کے ساتھ تفصیل سے صراحت کا
علم ہوتا ہے۔

جب شیخ الاسلام حضرت نصیر الدینؒ کی زیارت کے لئے جائے تو جاتے وقت
ایک بار، تین بار اور سات بار کلمہ سُبْحَانَ اللّٰہ تا آخر کہے، کچھ خوردہ درگاہ کے
سامنے رکھے اور اس کے بعد سورۂ فاتحہ ایک بار آیۃ الکرسی تین بار
سورۂ الھکم التکاثر سات بار اور سورۂ قل ھو اللہ احد دس بار پڑھے،
پھر بیٹھ جائے اور قرآن مجید سے جو بھی آیات چاہے پڑھے، پھر کھڑے ہو کر سات
بار تربت کا طواف کرے اور پھر سر زمین پر رکھ کر جو عرض کرنا ہے کرے اور کہے آپ
کا بندہ ہوں، پھر بندگی مخدومؒ کا نام لے۔ . . .

زیـــارت کے وقت اور اپنے آنے اور جانے کے وقت دیکھے کہ حظیرے
میں اس وقت کون شخص آیا ہے، کون اندر ہے اور وہ کیا کرتا ہے، کون شخص دائیں
بائیں یا آگے پیچھے کی طرف سے باہر جاتا ہے، ان لوگوں نے کیا کہا اور کیا آواز سنائی
دی، کچھ خوردہ شیخ کی روح پُرفتوح کے نام پر مزار کے پاس رکھے، پھر وہ خوردہ

اٹھالے اور بندگی مخدوم کے پاس لے آئے۔ اس طریقے پر پانچوں پیرانِ طریقت[1]
کی زیارت کرے، اگر وہ مرید جس شہر میں رہتا ہو وہاں ان بزرگوں کے مزار نہ ہوں
تو چاہئے کہ ایک خط کھینچ کر اس کو ان بزرگ کے مزار کے نام سے منسوب کرے اور
اس کی زیارت اس طرح پر کرے۔ اس طرح پانچوں بزرگوں کی زیارت کی جائے۔
اس کے علاوہ حضرت بی بی فاطمہ سام رحمۃ اللہ علیھا کی زیارت بھی کی
جائے۔ اس کے بعد بندگی مخدومؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر تمام کیفیت بیان کرے
اور خوردہ پیش کرے اور پھر فرمایا کہ چوتھی شرط یہ ہے کہ تلقینِ ذکر کے روز روزہ رکھے
اور ہو سکے تو طے کے روزے رکھے۔ تلقین ذکر کے دن کھچڑی، گھی، دہی اور
جلانے کی لکڑی اور نمک الگ الگ سر پر لے کر حضرت بی بی فاطمہ سام رحمۃ
اللہ علیھا کی نیاز کے لئے آئے، اس کے بعد غسل کرے اور کسی سے بات نہ
کرے اور یہ شبِ جمعہ ہو تو بہتر ہے۔ بعد نمازِ ظہر تلقین کرے اس طرح آپ جس کو
تلقین ذکر کریں گے وہ اپنے مقصد کو پالے گا اور اگر اس کا مقصد حاصل نہ ہو تو کل
قیامت کے دن میرا دامن اور اس کا ہاتھ ہوگا۔ (مجلس ۵۹)

صبح کے وقت سورۂ اَرَأیتَ الَّذِی یُکَذِّبُ پڑھا جاتا ہے تو اس کا کیا
منشا ہوتا ہے۔ (اس سے کیا مراد ہوتی ہے) خصوصاً مرد صوفی کے لئے جس کا کام
سوائے غیب سے تغافل کرنے کے اور کچھ نہیں ہوتا۔ قرآن کی حد تک تو یہ چاہئے کہ
صبح کے وقت آیت الکرسی پڑھی جائے یا سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ
(الاعلیٰ) الَّذِی یا سورۂ انعام کا پڑھنا مقدم ہوگا یا سورۂ حشر کا آخری
حصہ۔ پھر ارشاد فرمایا کہ صاحبِ ''قوت'' تو اس کی بڑی رعایت ملحوظ رکھتے ہیں اور
کہتے ہیں کہ فجر میں سنّت کی پہلی رکعت میں قل یا ایھا الکفرون پڑھو
کیونکہ اس میں توحید کی تجرید ہے اور دوسری رکعت میں قُلْ ھُوَاللّٰہ اَحَد پڑھو
کیوں کہ اس میں توحید کا اثبات ہے اور اسی طرح ہر نماز میں نمازی کے لئے قرأت

[1] …اسلام نصیر الدین، شیخ الاسلام نظام الدین شیخ الاسلام فرید الدین، شیخ الاسلام قطب الدین بختیار کاکی اوشی اور شیخ
الاسلام معین الدین سنجری قدس اللہ ارواحھم العزیز

معین کرتے ہیں اور اس کو مناسب اور ایک سبب کی بنا پر درست گردانتے ہیں۔

(مجلس ۶۴)

ایک سائل نے شبِ قدر کے تعین سے متعلق پوچھا تو فرمایا کہ اصل بات تو یہ ہے کہ تمام سال یہ گھومتی رہتی ہے مگر اعتبارِ غالب کی رو سے رمضان کے آخری دہے میں شبِ قدر کا تعین کیا جاتا ہے مگر ہر رات میں ایک گھڑی ایسی ہے جو شخص وہ گھڑی پالے اس کو چاہئے کہ دعا اور نماز سے اس وقت کو معمور رکھے اور وہ جو بھی خداوند تعالیٰ سے مانگے وہ پالے۔ فرمایا کہ سب سے پہلی وحی ماہِ مبارک رمضان کی سترہ کو نازل ہوئی۔ اسی ماہِ مبارک میں وہی قدر کی رات ہے۔ اِنَّا اَنزَلنٰاہ فی لَیلَةِ القَدر ..... شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰن کے یہی معنی ہیں۔ مگر رمضان میں شبِ قدر کا تعین نہیں آیا ہے کیونکہ کوئی خاص لفظ قرآن میں ایسا نہیں ملتا جس سے یہ معلوم ہو کہ شبِ قدر دوسری شب میں نہیں ہوتی سوائے اس رات کے، مگر نظم اور ضبط یہ ہے کہ قرآن کا نزول شبِ قدر میں ہوا ماہِ رمضان میں ہوا اور وہ سترہ ماہِ رمضان تھی پس شبِ قدر وہی رات ہے۔ اس آیت کی بنا پر سائل نے پھر پوچھا کہ اس شب کی علامت یہ بیان کی جاتی ہے کہ اس رات کے بعد کی صبح زیادہ روشن نہیں ہوا کرتی تو فرمایا کہ یعنی جس کو شبِ قدر کے انوار مشاہدہ میں آتے ہیں تو اس کو جمالِ آفتاب اس رات کے جمال کے آگے ماند معلوم ہوتا ہے۔ اس کی آنکھوں میں جمالِ آفتاب دھندلہ اور باریک دکھائی دیتا ہے، جس کا یہ مطلب نہیں کہ آفتاب فی الحقیقت نورانی نہیں ہوتا بلکہ اس کی نظر میں اس طرح دکھائی دیتا ہے۔ اس کے بعد پھر پوچھا کہ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس رات بارش ہوتی ہے اور ہلکا سا ابر چھا جاتا ہے تو ارشاد فرمایا کہ بارش کا ہر شب قدر میں ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ رحمت کی بارش اس پر پڑتی ہے۔

(مجلس ۴۷)

مندرجہ بالا عبارت میں سیدنا بندہ نواز خواجہ گیسو درازؒ کی تمام گفتگو سے ان کے انداز تفہیم کے ساتھ ان کی اعلیٰ لیاقتِ اظہار کا علم ہوتا ہے۔ بات صاف اور واضح انداز میں کی گئی

ہے اور اس میں کسی قسم کا غلو یا خلافِ عقل کوئی بات نہیں ہے "خاص طور پر کوئی خاص لفظ قرآن میں ایسا نہیں ملتا" "نظم وضبط یہ ہے جمالِ آفتاب اس رات کے جمال کے آگے ماند معلوم ہوتا ہے" یہ مطلب نہیں کہ آفتاب فی الحقیقت نورانی نہیں ہوتا "بارش کا ہر شب قدر میں ہونا ضروری نہیں ہے۔" ان باتوں سے اس اندھے عقیدہ کی تردید ہوتی ہے جو عام طور پر رہا ہے۔

ایک صوفی نے پوچھا کہ کیا بندگی خواجہ شیخ الاسلام نصیرالدینؒ امام کے پیچھے فاتحہ پڑھتے تھے تو آپ نے فرمایا ہاں پڑھتے تھے پھر پوچھا ختم سورہ پر بسم اللہ پڑھتے تھے یا نہیں تو فرمایا میں نے شیخ سے نہیں سنا ہے تو پوچھا کیا آپ ایسا کرتے ہیں تو آپ نے فرمایا نہیں میں نہیں کرتا تو کہا بس یہی کافی ہے۔ پھر پوچھا کیا بعد سلام فریضہ متصلاً سنت پڑھتے تھے یا کسی وظیفے میں مشغول ہو جاتے تھے تو فرمایا کہ آیۃ الکرسی پڑھتے ہوئے کھڑے ہوتے تھے۔ تمام کرنے کے ساتھ ہی سنت کے لئے تکبیریں کہتے تھے مگر بندگی شیخ الاسلام نظام الدینؒ کے سامنے فرائض کے بعد جو دعا مشہور ہے کہ اللھم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذالجد منک الجد ولا رآدّ لِمَا قَضَیْتَ . . .الخ سلام کے بعد امام پڑھتا اور مقتدی بیٹھے ہوئے پڑھتے تھے اس کے بعد کھڑے ہو جاتے تھے۔ مگر ہمارے خواجہ کے سامنے متصل سلام امام اور مقتدی سرزمین پر ٹیکتے تھے اور باہر آ جاتے تھے۔

پھر اس نے پوچھا کہ بندگی مخدومؒ دوگانہ حفظ ایمان میں سات بار قل ھو اللہ پڑھنے کو فرماتے ہیں حدیث میں چھ بار آیا ہے اور ہر رکعت میں معوذتین بھی پڑھنے کے لئے فرماتے ہیں۔ مگر "فوائد الفواد" میں ایک ہی بار معوذتین آیا ہے ہر رکعت میں تو فرمایا کہ یہ بات بندگی خواجہ کے زمانے کی تھی فرمایا کہ ایک جگہ "فوائد الفواد" میں سات مرتبہ اور ایک جگہ چھ مرتبہ آیا ہے لیکن صحیح تو یہی سات بار ہے اور حدیث میں معوذتین ہر دو رکعت میں آئے ہیں تو فرمایا ہم اسی پر چلتے ہیں۔

(مجلس ۹۷)

مندرجہ بالا عبارت سے یہ بات صاف ہوتی ہے کہ ہر ایک خواجہ کا اپنا طریقہ تھا۔ معلوم ہوتا ہے فرض وسنت کی پابندی کے بعد عبادت کے طریقہ میں آزادی ہے اور کسی خاص روش کی پابندی اہلِ سلسلہ کے لئے ضروری نہیں ہے۔

ایک شخص نے تعویذ کی درخواست کی تو خادم کو حکم ہوا کہ قرآن لاؤ۔ قرآن لایا گیا اور اس ضعیف کے ہاتھ میں دے دیا گیا تو فرمایا دیکھو میں نے تعویذ لکھا تھا اگر۔ ہے تو وہ دیکھو اور لے آؤ میں نے ڈھونڈا مگر نہ پایا تو فرمایا دوات قلم کاغذ لے آؤ تو مولانا شیخ جلال الدین سرستی اور وہ خادم (اللہ ان کو اعلیٰ مدارج عطا کرے) قلم وکاغذ لائے تو آپ نے تین لفظ الله الله الله اس طرح لکھے اور اس کے بعد فرمایا کہ فقیروں کا تعویذ ان کا اپنا نشان ہے اور یہ حکایت بیان فرمائی کہ حضرت شیخ الاسلام نظام الدینؒ کی خانقاہ کے پاس جو کنواں کھودا گیا تو نہایت کھارا پانی برآمد ہوا تو خواجہ اقبال نے حضرت سے درخواست کی حضور پانی بہت کھارا ہے اگر میٹھا ہوتا تو لوگوں کو بہت آرام نصیب ہوتا تو آپ نے فرمایا کہ جب میں سماع میں رہوں تو مجھ سے کہنا ایک روز سماع تھا خواجہ اقبال نے اثنائے سماع کان میں کہا کہ حضرت کنویں کا پانی کھارا ہے تو حضرت نے فرمایا دوات قلم وکاغذ لاؤ آپ نے تعویذ لکھا اور کہا اسے لے جاؤ اور اس پانی میں اس کو دھوڈالو۔ وہ گئے دھودیا تو پانی میٹھا ہوگیا یہاں تک کہ سب لوگ پینے لگے۔ مقصود یہ تھا کہ شیخ نے بصورتِ تعویذ اپنا نشان بھیجا تو کمترین بندگان وخدمتگاران ان حروف کے لکھنے والے نے عرض کیا کہ اکثر لوگ ہر نیت وحاجت مصلحت اور غرض کے واسطے تعویذ کی بندگی مخدومؒ سے درخواست کرتے ہیں جو کوئی بھی ہو بادشاہ امراء علماء مشائخ عامۃ الناس سب ہی کو یہی تعویذ جو لکھا گیا ہے اور جس کو بندگی شیخ الاسلام نصیر الدینؒ اسی نوعیت کا تعویذ دیتے تھے آپ بھی دیا کرتے ہیں۔

(مجلس ۱۰۲)

اس عبارت سے معلوم ہوا خواجگانِ چشت علیہم الرضوان تعویذ لکھتے اور دیتے تھے

اور ان کا نشان ہوتا تھا۔ سماع مقبولیت کا وقت ہے اس وقت تعویذ لکھنا قبولیت کا باعث ہے۔ تعویذ اثر رکھتا تھا جیسا کہ کھارے پانی کے میٹھا ہونے سے علم ہوتا ہے۔ ہر نیت، حاجت، مصلحت اور غرض کے واسطے ایک ہی نوعیت کا تعویذ تھا جو تحریر کیا گیا ہے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ چراغ دہلیؒ اور بندہ نوازؒ تعویذ دیتے تھے۔

اہلِ دل حضرات کی زیارت کے بارے میں ذکر تھا تو فرمایا کہ ایک روز ایک بزرگ قبرستان سے گذرے تو اہلِ قبور میں ایک شور پایا تو پوچھا کہ تمہارے درمیان یہ کیا شور مچا ہوا ہے تو انھوں نے کہا کہ ایک ہفتہ ہوا کہ حبیب عجمیؒ ہمارے پاس سے گذرے تھے اور انھوں نے ہمارے ایصالِ ثواب کے لئے ایک فاتحہ پڑھی تھی جس سے ہم کو جو ثواب اور اجر حاصل ہوا ہے، وہ ہم میں تقسیم کیا جارہا ہے اور ابھی ختم نہیں ہوا۔ یہ اسی کا شور ہے۔ پھر ارشاد فرمایا کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ دو قبروں پر سے گذرے تو فرمایا کہ ان دونوں قبر والوں پر عذاب ہو رہا ہے جو کسی گناہ کی سختی کی وجہ سے نہیں ہے کیوں کہ انھوں نے کوئی ایسا گناہ نہیں کیا ہے جس کے ترک کرنے میں نفس کو کوئی دشواری ہوتی ان میں سے ایک پیشاب کرنے کے بعد استنجا نہیں کیا کرتا تھا اور دوسرا لوگوں کی نکتہ چینی کیا کرتا تھا تو آپ نے ایک تازہ شاخ توڑی اور ان دونوں قبروں پر رکھ دی اور فرمایا کہ جب تک یہ شاخ تر رہے گی تو ان پر عذاب ہلکا ہوگا۔ بعض علما کہتے ہیں کہ وہ گھاس جو تر ہوتی ہے تسبیح کرتی ہے اور جس کی برکت سے ان پر عذاب ہلکا ہو جاتا ہے۔ پھر ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ وتقدس ارشاد فرماتے ہیں وَاِنْ مِنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ کی حمد وتسبیح نہ بیان کرتی ہو۔ شئے میں خشک وتر دونوں شامل ہیں تو پھر تخصیص کس طرح کی جاسکتی ہے۔ درحقیقت ان پر عذاب کے تخفیف کی وجہ نبی کریم ﷺ کا معجزہ ہے کہ آپ نے حضرت حق سے یہ چاہا کہ تا آنکہ یہ دونوں شاخیں تر رہیں ان کے عذاب میں تخفیف ہو تو کمترین بندگان نے عرض کیا کہ شارح مصابیح توایش میں (جس کا میسرہ نام ہے) وہ بھی بالکل یہی بیان کرتا ہے۔ کتاب ''میسرہ'' میں تحریر ہے کہ ان دونوں اہلِ قبور پر عذاب کی کمی کی وجہ

یہ تھی کہ آنحضرت ﷺ نے حق تعالیٰ سے دعا فرمائی تھی کہ جب تک یہ دونوں شاخیں
ہری رہیں اس وقت تک عذاب میں کمی رہے اور جو اس کی تعبیر اس طرح کرے کہ
ہر شاخِ تر تسبیح کرتی ہے تو یہ غیر معتبر بات ہے اہلِ علم اس کو قبول نہیں کرتے۔
(مجلس ۱۰۶)

اس عبارت سے اور سیدنا بندہ نواز گیسو درازؒ کی تفصیلی گفتگو سے عذاب میں تخفیف کی
وجہ دعا ہے اور وہ بھی آنحضرت ﷺ کی دعا نہ کہ شاخ کا تر ہونا اور رہنا۔ اور جو لوگ اس واقعہ کی
غلط تعبیر کرتے ہیں وہ غیر معتبر ہے اس واقعہ کے بیان میں ان کا علم اور اظہار اس دعا کی
تصدیق کرتا ہے جو اہلِ علم صوفیہ کا عمل تھا۔

شبِ ماہِ محرم عشاء کی نماز کے وقت کمترین خدمتگاران چاند کی مبارکباد عرض
کرنے حاضر ہوا سر زمین پر ٹیک دیا تو ارشاد ہوا کہ آج کی رات چھ رکعت نماز پڑھنی
چاہئے، ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد ایک بار آیۃ الکرسی اور ۱۱
(گیارہ) بار سورۂ اخلاص اور ہر رکعت کے آخر میں سبحان اللّٰہ
الملک القدوس تا آخر تین بار پڑھنا چاہئے۔ پس جاؤ ادا کرو اور ہر ایک
سے کہو کہ ادا کرے۔ (مجلس ۱۱۰)

فرستادہ ہیبت خاں . . . . نے لڑکے کی خواہش کی جو ہیبت خاں نے پیش
کی تھی کہ میرے گھر میں لڑکے نہیں ہوتے ہیں تو آپ نے اس کی مراد کے لئے
فاتحہ پڑھی۔ (مجلس ۱۱۲)

اس عبارت سے علم ہوا کہ کسی کی مراد کے لئے سیدنا بندہ نواز خواجۂ گیسو درازؒ فاتحہ
پڑھتے تھے۔ یعنی طلب گاروں کی طلب کا خیال رکھتے تھے۔

اپنے اورادِ ظاہر کو کبھی ترک نہ کرو میری سنت کو کبھی ترک نہ کرو۔ (مجلس ۱۱۵)

ایک شخص نے اپنی بیٹی کو . . . . بیعت میں لینے کی درخواست کی بندگی
مخدومؒ نے خود اپنا رومال مبارک جو تقریباً دو ڈھائی گز لمبا تھا عطا فرمایا اور اسی شخص کو

اپنا وکیل بنادیا۔ پھر فرمایا ایک کوزہ پانی کا لے آؤ۔ خادم کوزہ بھر کر لے آیا اور بیچ
میں رکھ دیا تو آپ نے فرمایا کہ مولانا سنو، آپ کی زبان میری زبان کی نائب ہے
اور آپ کا ہاتھ میرے ہاتھ کا نائب ہے۔ آپ اپنی بیٹی سے کہئے کہ وضو بنا کر آئے
اور دور ہی سے احکام بجالائے جیسا کہ پیر کے سامنے کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد اس
سے کہئے کہ اپنی انگشتِ شہادت کو اپنے آستین سے ڈھانک لے اور بمقدار ایک درم
اپنی انگلی کپڑے سے باہر رکھے اور اس کو اس پانی میں ڈبو دے اور آپ بھی اپنی
شہادت کی انگلی کو اپنی آستین سے ڈھانکے ہوئے اور بمقدار ایک درم انگلی کو کپڑے
سے باہر کرتے ہوئے اسی پانی میں ڈبو دیں اور کہیں کیا تم نے عہد کیا اس ضعیف کے
ساتھ اور اس ضعیف کے خواجہ کو اپنی مراد بناتے ہوئے اپنے خواجہ اور اس ضعیف کے
خواجہ اور مشائخ طبقات رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو اپنی مراد بناتے ہو اور عہد
کرتے ہو کہ اپنی آنکھ کی حفاظت کرو گے اور زبان کی حفاظت کرو گے اور جادۂ
شریعت پر گامزن رہو گے اور کیا تم نے اس کو قبول کیا تو وہ کہے کہ جی ہاں میں نے
قبول کیا تو آپ کہئے الحمد للہ اس کے بعد تکبیر کہئے اور اس رومال کو اس کے سر پر
ڈال دیجئے اور کہئے کہ ایک دوگانہ ادا کرے اور آئے۔ اس کے بعد کہئے کہ پانچوں
وقت کی نماز کبھی ناغہ نہ کرے اور ہر روز مغرب کی نماز کے بعد چھ رکعت نماز تین سلام
کے ساتھ ادا کرے اور ہر رکعت میں بعد فاتحہ دو مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھے
اور سلام کے بعد ستر بار یا وَھَّابُ یا وَھَّاب یا وَھَّاب پڑھا کرے اور ہر
مہینہ تین روزے رکھے۔ تیرہ چودہ اور پندرہ اور زیادہ تر یا وھاب یا وھاب
اور استغفار پڑھا کرے۔ زبان کو فحش اور بے حیائی کی باتوں سے محفوظ رکھے
اور بجائے بے شرمی و بے حیائی کی باتوں کے یہی تسبیح پڑھا کرے اور تمہارے
سامنے کچھ خوردہ پیش کرے تو تم اس کو خوردہ کو راہِ خدا میں خرچ کر دینا تو کمترین
بندگان و خدمتگاران نے عرض کیا کہ راہِ خدا میں اس وقت خرچ کر دینا چاہئے جبکہ پیر
کی جناب میں پیش نہیں کیا جاسکتا تو آپ نے فرمایا یہ شخص متعلم ہے اور اس کے لئے
یہی مناسب ہے کہ راہِ خدا میں خرچ کر دے۔ عورت سے بیعت کی یہی صورت
ہوا کرتی تھی جو لکھی گئی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے حج وداع میں ان

عورتوں کو جو بیعت کے لئے حاضر ہوئی تھیں یہی طریقہ اختیار فرمایا تھا، پانی میں ہاتھ رکھا تھا اور ہاتھ نہیں پکڑا تھا۔ (مجلس ۱۱۶)

مجلس ۱۱۰ اور مجلس ۵۸ میں مرد کے طریقۂ بیعت کا ذکر ہوا اور مجلس ۱۱۶ میں عورت کے طریقۂ بیعت کا ذکر ہوا۔ اس سے مرد اور عورت کے طریقۂ بیعت کے فرق کا علم ہوتا ہے۔

کاتب ''جوامع الکلم'' اور اپنے خدمت گار کو ارشاد ہوا کہ آج تعویذ حرز لکھتے ہیں، اس کا ایک نسخہ لکھ لو جو نہایت مجرب چیز ہے۔ دہلی میں اس کے بہت سارے نسخے تھے جو تلف ہو گئے ایک بچے کے گلے سے دستیاب ہوا تھا جس کے بعض حروف مٹ گئے تھے آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ نے ہر ایک لفظ کی تصحیح فرمائی اس کے بعد لکھنے کا ارشاد فرمایا اور وہ نسخہ یہ ہے۔

دعا

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ اَللّٰهُمَّ اِنِّىۡ اَسۡئَلُكَ الۡاَمَانَ وَالۡاِيۡمَانَ يَكۡفِىۡ بِكَ غيثنا اَللّٰهُمَّ اَعۡطِنِىۡ صَلَاحَ الدُّنۡيَا وَالۡآخِرَةِ وَاقۡضِ دِيۡنِى مِنۡ خَزَانَتِكَ يَا اَجۡوَدُ الۡاَجۡوَدِيۡنَ بِرَحۡمَتِكَ يَا اَرۡحَمَ الرَّاحِمِيۡنَ يَا مجلى عَظَايَمَ الۡاُمُوۡرِ يَا حَيُّ يَا قَيُّوۡمُ يَا حَيِّىۡ حِيۡنَ لَا حَيى يَا شَفِيۡقُ وَ يَا رَفِيۡقُ اَنۡت رَبِّىۡ عَلَى التَّحۡقِيۡقِ خَلِّصۡنِىۡ عَنۡ كُلِّ مُضِيۡقٍ هم وَ مِنۡ ولا ايا حَيُّ يَا قَيُّوۡمُ يَا حَكِيۡمُ يَا جَلِيۡلُ بِرَحۡمَتِكَ يَا اَرۡحَمَ الرَّاحِمِيۡنَ وَ سَلَّمۡ تَسۡلِيۡماً كَثِيۡراً بِرَحۡمَتِكَ يَا اَرۡحَمَ الرَّاحِمِيۡنَ

اَللّٰه اَللّٰه اَللّٰه	اَللّٰه اَللّٰه اَللّٰه اَللّٰه	اَللّٰه اَللّٰه اَللّٰه	اَللّٰه اَللّٰه اَللّٰه اَللّٰه	اَللّٰه اَللّٰه اَللّٰه اَللّٰه	اَللّٰه اَللّٰه اَللّٰه اَللّٰه	اَللّٰه اَللّٰه اَللّٰه اَللّٰه
اَللّٰه اَللّٰه	اَللّٰه اَللّٰه	اَللّٰه اَللّٰه اَللّٰه اَللّٰه	اَللّٰه اَللّٰه	اَللّٰه اَللّٰه	اَللّٰه اَللّٰه	اَللّٰه اَللّٰه
اَللّٰه اَللّٰه اَللّٰه	اَللّٰه اَللّٰه اَللّٰه	اَللّٰه اَللّٰه اَللّٰه	اَللّٰه اَللّٰه اَللّٰه	اَللّٰه اَللّٰه	اَللّٰه اَللّٰه	اَللّٰه اَللّٰه
اَللّٰه اَللّٰه	اَللّٰه اَللّٰه	اَللّٰه اَللّٰه	اَللّٰه اَللّٰه	اَللّٰه اَللّٰه اَللّٰه اَللّٰه	اَللّٰه اَللّٰه	اَللّٰه اَللّٰه
اَللّٰه اَللّٰه	اَللّٰه اَللّٰه	اَللّٰه اَللّٰه	اَللّٰه اَللّٰه	اَللّٰه اَللّٰه اَللّٰه	اَللّٰه اَللّٰه اَللّٰه	اَللّٰه اَللّٰه اَللّٰه اَللّٰه
اَللّٰه اَللّٰه	اَللّٰه اَللّٰه	اَللّٰه اَللّٰه	اَللّٰه اَللّٰه	اَللّٰه اَللّٰه اَللّٰه	اَللّٰه اَللّٰه	اَللّٰه اَللّٰه

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ يا حيى يا قيوم يا حكيم يا جليل بِرَحۡمَتِكَ يَا اَرۡحَمَ الرَّاحِمِيۡنَ

تعویذ سرخ بادہ درج ذیل ہے

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ قلنا يا نارُ كونى برداً وَّسلاماً على ابراهيم

لکھ کر خدمت میں لے گیا تو حکم ہوا کہ میرے مصحف میں رکھ دو، مصحف میں تعویذ رکھنا بڑا بھاری اثر رکھتا ہے اور تعویذ کو مصحف میں رکھنا ہی چاہئے۔ بندگی مخدومؒ کی یہی عادت تھی کہ آپ تعویذ لکھ کر مصحف میں رکھ دیا کرتے تھے اور جب کوئی حاجتمند آتا تو آپ اس میں سے نکال کر عطا فرماتے جس کا بہت اثر ہوتا ہے۔
(مجلس ۱۲۷)

تعویذ کے لئے ایک روایت محبوب الٰہیؒ سے یہ ہے کہ

جب شیخ الاسلام فریدالدین باباگنجشکرؒ نے قطب

الاقطاب خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ سے عرض کیا کہ لوگ
مجھ سے تعویذ مانگتے ہیں آپ اس بارے میں کیا فرماتے ہیں کیا لکھ کر دوں یا
نہیں؟ قطب صاحبؒ نے فرمایا کہ یہ کام نہ میرے ہاتھ میں ہے نہ تیرے ہاتھ
میں ہے۔ تعویذ اللہ تعالیٰ کا نام اور اس کا کلام ہے۔ لکھو اور دو۔

(فوائد الفواد مجلس ۵۱)

مندرجہ بالا ہر تحریر کا ماخذ صرف اور صرف ''**جوامع الکلم**'' ہے۔ بندہ نوازؒ کی کسی اور کتاب
سے کوئی عبارت نہیں لی گئی ''جوامع الکلم'' سید محمد حسینی کا ملفوظ ہے اور اس کے مرتب سید اکبر
حسینیؒ ہیں۔

(۱۱)

سیدنا بندہ نواز خواجۂ گیسو دراز جیسی با اثر شخصیت کے خلفاء کا تعین نہیں کیا جا سکا
لیکن یہ بات طے شدہ ہے کہ ان کے خلفاء اور خلفاء کے خلفاء کے ذریعہ جنوبی ہند (دکن) میں
سلسلۂ چشتیہ نے بے حد فروغ حاصل کیا جو بفضلہٖ تعالیٰ آج تک جاری ہے۔
''تاریخ مشائخ چشت'' میں لکھا ہے:

''جن مریدوں کو مشائخ خرقۂ ولایت دینا چاہتے تھے ان کی اصلاح و تربیت کی
طرف خاص طور سے توجہ فرماتے تھے۔''

''مصباح الہدایت'' میں اس کی وضاحت اس طرح گئی کی ہے۔

''چوں شیخ در مرید آثارِ ولایت و علامت وصول بدرجۂ تکمیل و تربیت مشاہدہ کند و
خواہد کہ او را ابنیابت و خلافت خود نصب کردہ بطرفے فرستد و او را در تصرف و تربیت
خلق ماذون گرداند دے را خلعتِ ولایت و تشریف عنایت خود پوشاند تا مدد نفاذ امراؤ
و موجب سرعت مطاوعت خلق گردد'' (مطبوعہ ایران۔ ص ۱۵۰)

... خلفاء پر سلسلہ کی آئندہ ترقی کا انحصار ہوتا تھا اس بناء پر ان کی شخصیت کی تعمیر
میں بڑی محنت کی جاتی تھی اور ان کی ظاہری اور باطنی زندگی کے ہر ہر گوشہ کو پرکھا جاتا
تھا۔ شیخ کی یہ اصلاحی جدوجہد اس وقت تک جاری رہتی تھی جب تک اس کو یقین نہ ہو

جائے کہ اب خلیفہ میں سلسلہ کے نظام کو سنبھالنے کی اصلاحیت پیدا ہوگئی ہے۔
ایک مرتبہ کچھ لوگوں نے حضرت محبوب الٰہیؒ سے دریافت کیا کہ خلافت کے لئے
ان اوصاف کی ضرورت ہے تو شیخ نے فرمایا۔

''اوصاف ایں کار بسیار است فامادر آں ایام کہ خواجہ من مرا بدولت خلافت خود
رسانید روزے مراگفت باری تعالیٰ ترا علم و عقل و عشق دادہ است و ہر کہ بدیں سہ
صفت موصوف باشد از و خلافت مشائخ نیکو آید۔

اس کام کے لئے بہت سے اوصاف درکار ہیں لیکن جس زمانہ میں کہ خواجہ نے مجھے
دولت خلافت عنایت فرمائی تھی ایک دن مجھ سے یوں فرمایا تھا کہ خداوند تعالیٰ نے
تجھے علم، عشق، عقل تینوں چیزیں عنایت فرمائی ہیں اور جو شخص ان تینوں چیزوں کے
ساتھ موصوف ہوا اسے مشائخ کی خلافت سزادار ہے۔ (سیر الاولیا ص ۳۴۵)

مشائخ کرام خلیفہ کی .... تین صلاحیتوں .... علم، عقل، عشق ....
کو صیقل کرنے کی کوشش فرمایا کرتے ہیں۔ ... خلیفہ کے لئے صرف یہ ہی
ضروری نہ تھا کہ اس میں ذاتی کردار کی خوبیاں بدرجۂ اتم موجود ہوں بلکہ یہ بھی
ناگزیر تھا کہ وہ دوسروں کو پوری طرح پر متاثر کرنے کی قوت رکھتا ہو۔ ... چشتیہ
سلسلہ کے مشائخ کا یہ ایک محکم اصول تھا کہ وہ کبھی ایسے شخص کو خلافت نہ دیتے تھے
جس نے علوم ظاہری کی تکمیل نہ کرلی ہو۔

بابا فرید اور حضرت محبوب الٰہی نے کسی ایسے شخص کو خلافت نہیں دی جو صاحب علم
نہ ہو۔ (ملاحظہ ہو سیر الاولیاء) ''اخی سراج'' ''محبوب الٰہیؒ'' کے عزیز ترین مریدین
میں تھے لیکن شیخ نے ان کو اس وقت تک خلافت عطا نہ فرمائی جب تک انھوں
نے علوم ظاہری کی تکمیل نہ کرلی۔ .... تکمیل تعلیم کے بعد شیخ کا سب سے اہم کام
یہ ہوتا تھا کہ وہ اپنے خلیفہ کے دل کو مادّی آلائشوں سے پاک صاف کردے ...

ترکِ دنیا کا مفہوم جوان کے ذہن میں تھا اس کی وضاحت بھی ضروری ہے
حضرت محبوب الٰہیؒ نے جب مولانا حسام الدین ملتانیؒ کو خلافت عطا فرمائی تو شہادت
کی انگلی اٹھا کر دو مرتبہ فرمایا دنیا کو ترک کر دنیا کو ترک کر مولانا نے عرض کیا اگر
حکم ہو تو شہر میں نہ رہوں فرمایا نہیں شہر ہی میں رہو اور اس طرح رہو جیسے اور لوگ

رہتے ہیں۔ (سیر الاولیا)

ایک دن فرمایا

ترکِ دنیا کا یہ مطلب نہیں کہ انسان اپنے آپ کو ننگا کرلے اور لنگوٹہ باندھ کر بیٹھ جائے بلکہ ترک دنیا یہ ہے کہ لباس بھی پہنے اور کھانا بھی کھائے لیکن جو کچھ اسے ملے اس کی طرف راغب نہ ہو اور اس سے دل نہ لگائے۔ (فوائد الفواد)

ترکِ دنیا کے سلسلے میں خلفاء سے چار چیزوں کا مطالبہ کیا جاتا تھا۔

۱- فتوح کو جمع کر کے نہ رکھیں گے فتوح سے مراد وہ روپیہ یا تحائف تھے جو عقیدت مند شیخ کی خدمت میں بلا طلب پیش کرتے تھے۔ ''سیر الاولیاء'' میں اس کی نوعیت پر تفصیلی بحث کی گئی ہے۔ (ملاحظہ ہو باب دوم)

۲- امراء وسلاطین کی صحبت سے پرہیز کریں گے۔ ۳- وظائف . . . قبول نہ کریں گے۔ ۴- ملازمتِ شاہی سے بچیں گے۔

فتوح کے قبول کرنے اور صرف کرنے کے باقاعدہ اصول تھے۔

(ملاحظہ ہو سیر الاولیاء، فوائد الفواد، احسن الاقوال وغیرہ)

خلیفہ کے لئے لازمی تھا کہ وہ اگر ایک ہاتھ سے قبول کرے، تو دوسرے ہاتھ سے حاجت مندوں میں تقسیم کردے۔

قاضی محی الدین کاشانیؒ کو علاؤ الدین خلجی نے اودھ کی قضا دینی چاہی. . . . دہلی تشریف لائے شیخ سے عرض کیا. . . . حضرت محبوب الٰہیؒ نے کبیدہ خاطر ہو کر فرمایا پہلے یہ خطرہ تمہارے دل میں گذرا ہوگا پھر کہیں یہ حکم صادر ہوا ہوگا اس کے بعد انھوں نے خلافت نامہ واپس لے لیا اور سال بھر تک ان کی طرف التفات نہ فرمایا۔ (سیر الاولیاء)

. . . خلفاء کو اجازت نہ تھی کہ وہ کسی طرح کا وظیفہ یا جاگیر قبول کریں درویش دیہہ دار دین کی توہین تھی۔

شیخ نظام الدین اولیاءؒ خلافت نامہ دیتے وقت ہدایت فرمایا کرتے تھے۔

''می باید کہ تارک دنیا باشی بسوئے دنیا وارباب دنیا مائل نشوی و دیہہ قبول نہ کنی وصلہ بادشاہاں نگیری۔

چاہئے کہ تارک دنیا ہو جاؤ دنیا اور اہلِ دنیا کی طرف میلان نہ رکھو اور گاؤں جاگیر قبول نہ کرو اور بادشاہوں سے صلہ نہ لو۔ (سیر الاولیاء)

مشائخ اپنے خلفاء میں مکارم اخلاق پیدا کرنے کی بڑی کوشش فرماتے تھے وہ چاہتے تھے کہ ان کے خلفاء مہر ومحبت، عجز وانکسار، ہمدردی وخلوص کی جیتی جاگتی تصویریں ہوں۔ (فوائد الفواد)

مشائخ اپنے خلفاء سے پابندی اوقات کا مطالبہ کرتے تھے . . . .

شاہ کلیمؒ ایک مکتوب میں فرماتے ہیں

ضبط اوقات آنکہ ندارد خسر الدنیا والآخرۃ است

جو اوقات کی پابندی نہیں کرتا وہ دنیا اور آخرت دونوں میں نقصان میں رہتا ہے۔ (مکتوبات کلیمی)

'مصباح الہدایت' میں شیخ کے فرائض کا ایک اہم جزیہ بتایا گیا ہے کہ وہ مرید سے اوقات کی پابندی کرائے (مصباح الہدایت مطبوعہ ایران صفحات ۲۳۳-۲۳۲)

مشائخ اس بات کا خاص طور سے خیال رکھتے تھے کہ ان کے خلفاء میں اظہار کرامت کا جذبہ نہ پیدا ہو ان کا کہنا تھا کہ کشف وکرامات ''حجاب راہ'' ہیں۔

(فوائد الفواد)

ایک دن مولانا حسام الدینؒ نے (محبوب الٰہیؒ سے) عرض کیا ''مخدوم، خلق طالب کرامت ہے فرمایا کرامت کے طالب نہ بنو تم اپنے کام میں ثابت قدم رہو استقامت کرامت ہے۔ (سیر الاولیاء)

مشائخ چشت اپنے خلفاء کو ہدایت فرماتے تھے کہ وہ قرض لینے سے بچیں اور کسی کی امانت نہ رکھیں ''شیخ برہان الدینؒ کا قول ہے۔

درویش را امانت کسے قبول نباید کرد ضماں کسے نباشد وگواہی خود در قبالہ بناید نوشت (احسن الاقوال قلمی ص ۱۲)

بابا فریدؒ تو یہاں تک کہتے تھے کہ جس نے امانت قبول کی وہ میرا مرید نہیں رہا۔

مذکورہ بالا طریقہ پر خلفاء کی تربیت کرنے کے بعد شیخ انہیں خرقۂ ولایت پہنا تا۔

(تاریخ مشائخ چشت صفحات ۲۷۳ تا ۲۸۶)

راقم الحروف نے ''تذکرہ خواجگانِ چشت گجرات حضرت کمال الدینؒ علامہ اور اولادِ امجادؒ'' میں لکھا ہے۔

''غیر منقسم ہندوستان میں اسلامی تصوف کے سلسلۂ چشتیہ کو خاص اہمیت اور مقبولیت رہی ہے اس سلسلے کو واقف کرانے والے یہاں اس سلسلے کے بانی مشہور عالم بزرگ خواجہ معین الدین چشتی سجزی اجمیریؒ . . . . ان کے خلیفہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی چشتی اوشی دہلویؒ ان کے خلیفہ خواجہ فریدالدین مسعود گنج شکر چشتی اجودھنیؒ ان کے خلیفہ سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین محمد چشتی بدایونی دہلوی محبوب الٰہیؒ ان کے بعد ان کے خلیفہ خواجہ نصیرالدین محمود چشتی اودھی دہلوی چراغ دہلیؒ کے ذریعہ اور ان کے بعد ان کے دو اہم خلفاء ۱- خواجہ کمال الدین چشتی دہلویؒ علامہ . . . کی اولاد اور خلفاء کے ذریعہ اور ۲- ابوالفتح خواجہ صدرالدین سید محمد حسینی چشتی گیسودراز بندہ نوازؒ دہلوی رگلبرگہ کے ذریعہ اور ان کی اولاد اور خلفاء کے ذریعہ سلسلۂ چشتیہ کو ایسی اہمیت اور مقبولیت ملی جو آج تک برقرار ہے۔ . . .''

ان متذکرہ بزرگوں کے ساتھ ساتھ خواجہ غریب نوازؒ کے ایک اور خلیفہ سلطان التارکین خواجہ حمیدالدین صوفی چشتی سوالی ناگوریؒ کے ذریعہ اور ان کی اولاد و خلفاء کے ذریعہ اور بابا گنج شکرؒ کی اولاد اور ان کے خواہرزادے مخدوم خواجہ احمد علاءالدین صابری چشتی کلیریؒ کے ذریعہ اور ان کے سلسلۂ چشتی صابریہ کے خلفاء کے ذریعہ . . سلسلۂ چشتیہ کی اشاعت میں اضافہ ہوتا رہا۔ اہمیت اور مقبولیت بڑھتی رہی اور اثر ونفوذ قائم ہوتا رہا ہے۔

کسی بھی سلسلۂ تصوف میں یہ صورتِ حال نہیں رہی ہے کہ بیک وقت اور یکے بعد دیگرے ایسے افراد ہوتے رہے ہوں جیسے سلسلۂ چشتیہ کو میسر آتے رہے ہیں۔

محبوب الٰہیؒ کی بااثر شخصیت کے باعث سلسلۂ چشتیہ نظامیہ کو بیحد فروغ حاصل ہوا **''گلزارِ ابرار''** میں لکھا ہے

''آپ کی بارگاہِ خلافت سے وقتاً فوقتاً جو نئے نئے خلیفہ روانہ ہوتے تھے ان کی فیض پاشی سے ہند کا ہر مکان اور ہر ذرہ زمینِ ہدایت آباد تھا۔

محبوبِ الٰہیؒ کا ہر ایک خلیفہ اپنی انفرادیت کے اعتبار سے ایک ممتاز حیثیت رکھتا ہے۔ خواجہ برہان الدینؒ چشتی غریب دہلوی/دولت آبادیؒ خواجہ نصیرالدین محمود چشتی اودھی دہلویؒ (چراغ دلی) خواجہ قطب الدین منور چشتی ہانسویؒ اور مولانا خواجہ سراج عثمان چشتیؒ (اخی سراج آئینۂ ہند) ایسے خلفا ہیں جو اپنے اپنے خلفاء کی اور خلفاء کے خلفاء کی خدمتِ سلسلہ اور توسیعِ سلسلہ کے لئے نمایاں ہیں۔

خواجہ برہان الدین غریبؒ کے خلیفہ خواجہ زین الدین غریبؒ چشتی شیرازیؒ/دولت آبادی اور خواجہ نصیرالدین چراغ دلیؒ کے خلفاء خواجہ کمال الدین علامہ دہلویؒ اور ان کے خلف وخلیفہ خواجہ سراج الدین چشتیؒ دہلوی/نہروالا (سراج الاولیا) جنھیں چراغ دلیؒ سے بھی خلافت ملی تھی اور ابوالفتح خواجہ صدرالدین چشتی سید محمد حسینی گیسودراز بندہ نوازؒ دہلوی رگلبرگہ اور بابا گنج شکرؒ کے محبوب خلیفہ خواجہ جمال الدین ہانسویؒ کے نبیرہ خواجہ قطب الدین منور چشتیؒ ہانسوی کے خلفاء اور محبوب الٰہی کے خلیفہ مولانا خواجہ اخی سراج عثمانؒ (آئینۂ ہند) کے خلیفہ خواجہ علاء الحق والدین چشتی پنڈویؒ . . . کے خلف اور خلیفہ نور قطب عالم چشتیؒ اور خلیفہ میر سید اشرف جہانگیر سمنانی کچھوچھویؒ ایسے خواجگانِ سلسلۂ چشتیہ ہیں جن کے دامن گرفتگانِ سلسلہ سے آج ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش اور دوسرے ممالک کی خانقاہیں آباد ہیں۔
(صفحات ۱ تا ۴)

'' . . . دلی کے روشن چراغ سے روشن گلبرگہ کے چراغ کی روشنی جلد ہی بیدر اور بیجاپور میں جگمگانے لگی۔''
(صفحہ ۶)

محبوب الٰہیؒ کا ہر ایک خلیفہ اپنی شانِ انفرادیت رکھتا ہے اور دعوتِ فکر دیتا ہے۔ چشتیہ سلسلے کی خدمات کے لئے ہر ایک کی اپنی حیثیت ہے تاریخ مشائخ چشت میں ہر ایک کی اپنی الگ اہمیت ہے۔ لیکن چراغ دلیؒ ---- کی بات ہی کچھ اور ہے۔

صاحب ''سیر الاولیاء'' نے اعتراف کیا ہے

''جو خوشبو سلطانؒ المشائخ کی مجلس میں آتی تھی، ویسی ہی خوشبو شیخ نصیرالدین محمودؒ کی مجلس سے کاتب الحروف کے مشامِ جان تک پہنچی ہے۔ (صفحات ۲۵-۲۶)

''بندہ نوازؒ چراغِ دلیؒ کے بڑے ہی اہم خلیفہ ہیں۔''
(صفحہ ۲۶)

. . قطب شاہی بادشاہ قلی قطب شاہ کا کہنا ہے۔

حضرت سید محمد، خواجہ گیسو دراز

بندۂ حق، بندہ پرور، بندہ گر بندہ نواز

مغل شہنشاہ اورنگ زیب نے کہا ہے

نیست کعبہ دردکن جز درگہہ گیسودرازؒ

بادشاہِ دین ودنیا تاابد بندہ نواز

دکن میں بندہ نواز'' ان کی اولاد اور خلفاء کو جو مقبولیت حاصل ہوئی وہ آپ اپنی مثال ہے۔ (صفحات ۲۷-۲۸)

سلسلہ کو قائم رکھنے اس کو فروغ دینے اور سلسلہ کی تعلیم و روایت کو عام کرنے اور برقرار رکھنے کے لئے خلیفہ کی ضرورت ہوتی ہے جو شیخ کی نیابت کا حق ادا کرے سیدنا بندہ نواز خواجۂ گیسودرازؒ ایک شیخ طریقت ہونے کے ساتھ غیر معمولی صاحب علم وبصیرت تھے انہوں نے مریدوں کو خلافت دی لیکن اس کے لئے احتیاط رکھی اور چند باتوں کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھا اپنی ایک مجلس روز دوشنبہ ۲۳ ماہِ رمضان المبارک ۸۰۲ھ میں شیخ اور خلیفہ کے سلسلے میں فرماتے ہیں۔

پھر گفتگو شیخ کی اصلیت کے بارے میں آگئی۔تو فرمایا کہ جو ہوا پر اڑے پانی پر چلے جو کچھ وہ دیکھے وہ ہوجائے مردانِ غیب سے ملاقات کرے جو کچھ اس کو نظر آئے اللہ کی طرف سے ویسا ہی ہوجائے اور جو کچھ اس کے دل میں گذرے وہ پورا ہو نہ وہ کھانا کھائے نہ پانی پئے سیر وطیر بھی کرے اس کے باوجود وہ شیخ نہیں ہوتا شیخی کے لائق نہیں بنتا شیخ تو وہ ہے جس کو کشف ارواح حاصل ہو کشفِ قبور میسّر ہو انبیاء کی ارواح سے ملاقات ہو افعال وصفات کی تجلی اور ذاتِ اقدس کا ظہور نصیب ہو فنا و بقا کی کٹھن وادیوں سے گذرا ہو اور ان سب معنیٰ کی سمجھ بوجھ اس کی نقدِ وقت ہوجائے تب وہ شیخ ہوگا اور جس کو خلیفہ بنایا جائے اس کو ان اوصاف سے متصف ہونا لازمی ہے ورنہ اس کو خلیفہ نہ بنایا جائے تا آنکہ شاگرد استاد کی طرح نہ ہوجائے اس کو اپنا خلیفہ نہ بنایا جائے اور اس کو اپنی جگہ نہ بٹھایا

جائے اسے کسی مکتب میں پڑھانے کے لئے نہ چھوڑنا ورنہ اس سے کوئی کام پورا نہ ہوگا۔ (مجلس ۵۸ جوامع الکلم)

سیدنا بندہ نواز خواجۂ گیسودرازؒ نے اپنے پیشرو حضرات کی طرح وقتاً فوقتاً خلفا نامزد کئے پہلی مرتبہ قیام دہلی کے وقت حسبِ صراحت ''تاریخی حبیبی''

''حضرت قطبی'' نے ہر وقت اور ہر زمانے کے مشاہدات وحالات پر نظر کر کے نیز بعض مقربین بارگاہ کی کوششوں اور عرض ومعروض پر کہ طریقہ کی اشاعت کی اجازت ہو چند کو خلافت نامے اور اجازت نامے لکھوادیئے اور چند کو بلا کوئی خاص خلافت نامہ تحریر کرائے۔ان کے مجاہدوں تزکیہ نفس، توجہ تام کو محسوس فرما کر اور بڑے لوگوں کے سیر وسلوک کو معائنہ فرما کر شرف خلافت واجازت سے مشرف فرمایا۔ (ص۶۳)

اس کے بعد دوبارہ قیام دہلی ہی کے وقت ''تاریخ حبیبی'' کی اطلاع کے مطابق

''حضرت قطبی نے ان اسرارِ ربوبیت کے حاملوں تجلیاتِ صمدیت کے مستوں جمالِ یار کے دیوانوں جلالِ یار کے وارفتوں معارفِ حق کے ڈوبے ہوؤں اور حقائقِ مطلق کے مدہوشوں کو بھی دہلی میں اپنی خلافت واجازت کی خلعت سے سرفراز فرمایا'' (صفحہ ۶۴)

اس کے بعد تیسری مرتبہ قیام دہلی ہی کے وقت مزید چار حضرات کی قسمت کا ستارہ چمکا ان کو اہل اللہ اور انہیں خلافت سے سرفراز فرمایا۔

''تاریخ حبیبی'' ہی سے معلوم ہوتا ہے

حضرت خواجہ بہاؤالدینؒ سے منقول ہے کہ جب ''حضرت قطبی'' دہلی میں تھے اور مسند شیخوخت پر اجلاس فرمانے کا ابتدائی زمانہ تھا اور حضرت کا مزاج ناساز تھا کہ آپ نے فرمایا یہ چار اشخاص بھی میرے بعد لوگوں سے بیعت لیا کریں (صفحہ ۶۵)

مندرجہ بالا عبارت سے یہ بات علم میں آتی ہے کہ آپ نے اپنی مشیخت کے ابتدائی زمانہ ہی میں قیام دہلی کے وقت تین مرتبہ مستحق دامن گرفتگان کو دست بیعت دراز کر کے داخل

سلسلہ کرنے کی اجازت دی تھی۔

''تاریخ حبیبی'' ہی کی تحریر کے مطابق آخری مرتبہ جسے انہوں نے تیسری ہے۔ جب کہ چوتھی مرتبہ ہونا چاہئے چودہ اشخاص کو خلافت دی اور یہ گلبرگہ میں دی گئی۔

''تاریخ حبیبی''، میں لکھا ہے۔

تیسری مرتبہ آپ نے برکت والے شہر احسن آباد (گلبرگہ) میں ایک روز چودہ اشخاص کو خلافت واجازت عطا فرمائی اور ایک مفصّل اجازت نامہ لکھوایا اور فرمایا کہ جو خلافت نامہ کہ میں نے دہلی لکھوایا یعنی تصنیف کیا تھا اس میں ان چودہ اشخاص کے بھی نام درج کردیں چنانچہ اس کی تعمیل کر کے حضرت کی خدمت میں عرض کر دیا گیا۔ (صفحہ ۶۶)

مقدمہ ''تبصرۃ الخوارقات'' میں ایک بڑی اہم اور کا آمد اطلاع یہ تحریر ہے۔

''بندگی مخدومؒ'' کے خلفاء کی جو فہرست ''سیر محمدی'' یا ''تاریخ حبیبی'' میں درج ہے اس سے زیادہ مکمل فہرست ہمیں ''تبصرۃ الخوارقات'' میں ملتی ہے اس فہرست میں کچھ نام ایسے ہیں جو اس سے پہلے لکھی ہوئی مذکورہ صدر کتابوں میں نہیں ملتے

(صفحہ ۱۸)

''تبصرۃ الخوارقات''، ہی میں حضرت خواجگان چشت علیھم الرضوان کی روش اور طر... کے سلسلہ میں بالکل صحیح اور نہایت خاص اور اہم بات یہ لکھی ہے

''ہر خواجہ نے اپنے خواجہ سے خلافت حاصل کی ہے دوسروں سے نہیں یہاں تک کہ اگر کسی خواجہ کے خواجہ نے خود خلافت دینے چاہی تو نہ لی ہے چنانچہ حضرت خواجہ فرید الدینؒ اور حضرت خواجہ معین الدینؒ کی حکایت آپ نے بھی سنی ہوگی۔ بندگی خواجہ معین الدینؒ نے بندگی خواجہ فرید الدینؒ کو خلافت دینی چاہیں (چاہی) حضرت خواجہ فرید الدینؒ نے فرمایا کہ خواجہ قطبؒ کو دیجئے۔ میں ان سے لے لوں گا۔

(تبصرۃ الخوارقات صفحہ ۴۷)

صاحب (تبصرۃ الخوارقات) کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہے معلوم نہیں کس حکایت کا ... مقصود ہے؟ یہ صحیح ہے کہ ایک مرتبہ حضرت خواجہ فرید الدینؒ حضرت خواجہ قطب الدینؒ ...

... معین الدینؒ ایک جا ہوئے تھے تینوں کی بیک وقت ملاقات ہوئی ہے اور کہا جاتا ہے ... خواجہ معین الدینؒ نے حضرت خواجہ قطب الدینؒ کو اور حضرت خواجہ فرید الدینؒ کو ... سے سرفراز کرنے کا حکم دیا تھا اور اس کی تعمیل کے بعد حضرت خواجہ معین الدینؒ نے بھی ... خواجہ فرید الدینؒ کو سرفراز فرمایا تھا۔ لیکن یہ کہنا کہ بندگی خواجہ معین الدینؒ نے بندگی ... الدینؒ کو خلافت دینی چاہی۔ حضرت خواجہ فرید الدینؒ نے فرمایا کہ خواجہ قطبؒ کو دیجئے ... ہے خواجہ قطب الدینؒ خواجہ فرید الدینؒ کی ملاقات خواجہ معین الدینؒ سے بہت ... ت خواجہ معین الدینؒ سے خلافت پا چکے تھے۔

''ہر خواجہ نے اپنے خواجہ سے خلافت حاصل کی ہے۔ دوسروں سے نہیں۔''

اس کا اطلاق صرف ''سیدنا بندہ نواز خواجہ گیسو دراز'' کے بعد ہونے والے اس سلسلہ ... سجادہ نشین حضرات ہی پر ہوتا ہے صرف اور صرف یہ ہی اس طریقہ کے حامل رہے ہیں۔ اور ... یہاں صرف سلسلہ چشتیہ کی اجازت دی جاتی ہے اور یہ ایک امتیاز کی بات ہے مگر ... بندہ نوازؒ سے وابستہ دیگر حضرات بھی اس طریقہ پر قائم نہیں رہے انہوں نے نہ صرف ... سے خلافت لی بلکہ دیگر سلاسل کے بھی اجازت یافتہ ہو کر شجرۂ بیعت جاری کیا۔

سیدنا بندہ نواز خواجہ گیسو درازؒ کے خلفاء کی تعداد اچھی خاصی ہے ہر ایک کی اپنی حیثیت ... خدمت ہے۔ کسی کسی کو شہرت وعظمت ملی اور کسی کسی کے حالات اور خدمات اب تک پردۂ خفاء ... ان کے خلفاء پر کام کی ضرورت ہے۔ تا کہ ان سے متعلق ضروری تفصیلات کا علم ہو سکے۔ ... ت معلومات کے مطابق خلفاء حسب ذیل ہیں۔

''سیرِ محمدی'' میں دیگر حوالے جات کے ساتھ جن خلفاء کا ذکر ہے وہ حسبِ ذیل ہیں

۱ ــــــــــ مولانا علاء الدین گوالیاریؒ

سیدنا بندہ نواز خواجہ گیسو درازؒ کے بڑے اہم اور پہلے خلیفہ ہیں ان کے لئے ''سیر محمدی'' میں لکھا ہے۔

''مولانا علاء الدین گوالیریؒ''..... مرید صادق، مشغول تارک الدنیا، عالم باعمل تھے اور تقریباً دس برس تک...... دہلی میں حضرت مخدومؒ کی خدمت میں حاضر رہ کر ارشاد و تلقین حاصل کی تھی۔ (صفحہ ۳۳)

''علاء الدین گوالیریؒ'' سے تعلق خاطر کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ دہلی سے بعد ان کو بہادر پور سے بقول صاحب ''سیر محمدی'' گوالیر فرمان بھیجا اور یہ تحریر فرمایا۔

''فرزند دینی مولانا علاء الدین گوالیریؒ محمد حسینیؒ الحسنی کی دعا مطالعہ کرو۔ تقدیر سے اتفاق ایسا پیش آیا کہ ہم شہر (دہلی) سے حادثہ کی وجہ سے باہر نکلے ہیں۔ وہ حادثہ تحریر و تقریر سے باہر ہے۔ صرف دیکھ کر ہی جان سکتے ہو چارا قصدِ گوالیر آنے کا ہے میرے فرزند تم ایسا کرو کہ فرید خاں کو اپنے ساتھ لے کر فلاں مقام کی حد تک فلاں جگہ ہمارے لینے کو آجاؤ شرف الح سے بھی میرے آنے کا حال کہہ دینا اگر ان کو بھی موقع ملے تو وہ بھی ارادہ آنے کا کریں۔

سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِیْم عجب زمانہ ہے کہ میں لوگوں سے احسان چاہتا ہوں کہ میں تمہارے پاس آتا ہوں میری امداد کرو یَفْعَلُ اللّٰهُ مَا یَشَاءُ (پیٹھ کو پیٹ کی طرف اور پیٹ کو پیٹھ کی طرف الٹا پلٹتا رہتا ہے) اس کے بعد اہتمام کیا جائے گا اب موقع دیر کرنے اور سوچنے کا نہیں ہے علیک بالعجل العجل تم پر عجلت لازم۔

دریاب گر تو عاقل بشتاب اگر صاحب دلے
باشد کہ نتواں یافتن دیگر چنیں ایام را

انتہیٰ کلام (صفحات ۳۳-۳۴)

قیام گوالیار کا حال صاحب ''سیر محمدی'' بیان کرتے ہیں۔

''گوالیر پہنچے مولانا علاء الدینؒ نے اپنے مکان کو خالی کر رکھا تھا۔ وہاں آپ جلوہ افروز ہوئے۔ مولانا علاء الدینؒ نے فاتحہ کندوری ملازمت و قدم بوسی حاصل ہونے کی خوشی میں کی۔ دوسرے دن فہرست بنائی جس میں اپنا نام اپنے فرزندوں کا نام اپنے اہل خانہ کا نام لکھ کر پیش کش کیا کہ ہم سب غلام ہیں۔ علاوہ تمام لونڈی غلام، گھوڑے، گائے، بیل جس قدر گھر میں غلہ تھا وہ سب اور نقد روپیہ اور کتابیں

سب پیش کر دیں منجملہ ان اشیاء پیش شدہ کے نقد و غلہ اور گھوڑے اور کچھ کتابیں آپ نے قبول فرمائیں اور مولانا علاء الدینؒ پر بہت توجہ فرمائی اور بغل گیر ہوئے اور سینہ سے لگایا اور اپنا سینہ ان کے سینہ سے ملایا اور ارشاد فرمایا تمہاری اولاد میری اولاد ہے...... مولانا علاء الدینؒ کو جامۂ خلافت عطا فرمایا اور مولانا حمید الدینؒ مفتی دہلی نے جو حضرت مخدومؒ کے مریدوں میں سے تھے اور ساتھ ہی ہم رکاب رہے خلافت نامہ لکھوایا۔ مولانا حمیدؒ نے گذارش کی کہ اس وقت تک آپ نے کسی کو خلافت عطا نہیں فرمائی سب سے پہلے مولانا علاء الدینؒ کو کیوں خلافت عطا ہو رہی ہے ارشاد فرمایا کہ مولانا حمیدؒ کیا میں خود خلافت دیتا ہوں مجھ سے کہا گیا ہے کہ مولانا علاء الدینؒ کو خلافت دو اس وقت میں خلافت دے رہا ہوں اگر دل کی خواہش سے خلافت دیتا تو پہلے اپنے لڑکوں کو دیتا اس کے بعد مولانا حمیدؒ نے خلافت نامہ لکھا حضرت مخدومؒ بولتے جاتے تھے۔ (صفحہ ۳۵-۳۶-۳۷)

مندرجہ بالا بیان سے مولانا علاء الدینؒ کی عقیدت، مقام اور مرتبہ کا اندازہ ہوتا ہے ان کا سب کچھ نذر کر دینا اور سیدنا بندہ نواز خواجہ گیسو درازؒ کا شفقت فرمانا سینہ سے سینہ ملانا ''تمہاری اولاد میری اولاد ہے'' فرمانا اور خلافت دینا اور یہ کہنا کیا میں خود خلافت دیتا ہوں مجھ سے کہا گیا ہے کہ مولانا علاء الدینؒ کو خلافت دو خاص تعلق کو ظاہر کرتا ہے اور اس وقت تک آپ نے کسی کو خلافت عطا نہیں فرمائی تھی مولانا علاء الدینؒ پہلے خلیفہ ہیں۔

''سیر محمدی'' ہی میں لکھا ہے

''ایک مرتبہ مولانا علاء الدین گوالیریؒ حضرت مخدومؒ کی قدم بوسی کے لئے گلبرگہ آئے تھے ۸۰۶ھ[1] میں ''تمہیدات'' قاضی عین القضاۃ اور ''فصوص'' حضرت مخدومؒ کے حضور میں انہوں نے پڑھی۔ پھر ''سوانح'' پڑھنا چاہا تو حضرت مخدومؒ نے یہ حکایت ارشاد فرمائی کہ میں نے دہلی میں ''سوانح'' کا سبق پڑھانا شروع کیا تھا کہ خواجہ احمد غزالیؒ کو میں نے عالم واقعہ میں دیکھا کہ مجھ سے فرما رہے ہیں کہ اب تک میری کتاب اچھوتی (بکر) تھی اب تم چاہتے ہو کہ سبق پڑھاؤ حضرت مخدومؒ نے

[1] علم ہوتا ہے کہ بندہ نوازؒ ۸۰۶ھ میں گلبرگہ میں تھے۔

عرض کیا کہ شیخ تم مردوں کے سامنے اچھوتی (بکر) کا نام لیتے ہو۔ مرد پھر اس سے کیسے گزر سکتے ہیں امام غزالیؒ نے فرمایا اچھا نہ گزریں۔مگر شفقت بھی دیکھیں گے اس کے بعد ہی حضرت مخدومؒ کو چھ مہینے برابر بخار آتا رہا اس کے بعد پھر خواجہ احمد غزالیؒ کو عالم واقعہ میں آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ کھڑے ہوئے ہنس رہے ہیں اور یہ فرماتے ہیں کہ تم نے شفقت دیکھی حضرت مخدومؒ نے سکوت اختیار کیا کچھ جواب نہیں دیا شیخ نے فرمایا کہ اب سبق پڑھاؤ۔اس واقعہ کے بعد آپ نے مولانا علاء الدینؒ سے ارشاد فرمایا کہ شیخ احمد غزالیؒ سے اجازت حاصل کرلوں تو اس کے بعد تم کو پڑھاؤں دوسرے دن آپ نے ارشاد فرمایا کہ مولانا علاء الدینؒ ''شیخ غزالیؒ'' سے میں نے تمہارے پڑھانے کی اجازت چاہی تھی۔انہوں نے اجازت دے دی کہ مولانا علاء الدینؒ کو ''سوانح'' کا سبق پڑھا دیا کرو۔اب آؤ پڑھو مولانا علاء الدین گوالیریؒ اور دونوں مخدوم زادے قدس اللہ سرہٗ ہم ساتھ ساتھ پڑھتے تھے اور 'سوانح' کی ایک 'شرح' بڑے صاحبزادے نے اور ایک 'شرح' مولانا علاء الدین گوالیریؒ نے لکھی اور حضرت مخدومؒ کی خدمت میں پیش کی آپ نے دونوں ''شرحیں'' پسند فرمائیں۔مولانا علاء الدینؒ سے یہ ارشاد فرمایا کہ اس ''شرح'' کو جب تک شیخ احمد غزالیؒ سے اجازت نہ لے لینا لوگوں پر ظاہر نہ کرنا۔

(صفحہ ۵۷-۵۸-۵۹)

اس تحریر سے علم ہوتا ہے کہ جو کتاب سیدنا بندہ نواز خواجہ گیسو درازؒ نے اجازت لے کر خود پڑھی وہ ہی کتاب مولانا علاء الدینؒ گوالیاری کو پڑھائی اور جس کی ''شرح'' علاء الدینؒ گوالیری نے لکھی پسند فرمائی اور تاکید کی کہ جب تک صاحب کتاب سے اجازت نہ لو اسے عام نہ کرنا اور اس تحریر سے یہ بھی علم ہوتا ہے کہ خلافت کے بعد بھی علاء الدینؒ گوالیار سے گلبرگہ اپنے پیر کی خدمت میں آتے اور استفادہ کرتے رہتے تھے۔

''سیر محمدی'' ہی میں لکھا ہے

حضرت مخدومؒ دہلی سے چل کر گوالیر میں جلوہ افروز تھے تو قیام مولانا علاء الدینؒ گوالیری کے گھر پر تھا اور مولانا نے اپنے گھر کے لوگوں کو اپنے عزیزوں کے یہاں لے جاکر رکھا تھا۔وہاں پر مولانا علاء الدینؒ کے بھائی کو جن کا نام مولانا شمس الدینؒ

تھا ایک بیماری بہت سخت لاحق ہوئی۔ حضرت مخدومؒ وہیں جلوہ افروز تھے مولانا علاء الدینؒ نے حضرت مخدومؒ کی بارگاہ میں پیش کر دیا کہ مخدومؒ ان کے حق میں دعا فرمائیں تاکہ مولانا شمس الدین کو صحت ہو جائے آپ نے فرمایا کل آؤ دوسرے دن مولانا علاء الدینؒ حاضر ہوئے تو حضرت مخدومؒ نے ارشاد فرمایا کہ مولانا آپ کے بھائی کے لئے میں نے دعا کی تھی حکم ہوا کہ ان کی عمر پوری ہو چکی ہے صرف دس دن اور باقی ہیں مولانا علاء الدینؒ نے عرض کیا کہ سلامتی ایمان کی دعا فرمائیے آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس کی بھی دعا میں نے کی خدا کی شان دسویں دن آخر شب ان کا انتقال ہو گیا۔حضرت مخدومؒ اور مخدوم زادگان و مریدین ان کی قبر تک پیادہ پا تشریف لے گئے نماز جنازہ حضرت نے خود پڑھائی۔جنازہ کو کاندھا دیا ہاتھ لگایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ یا رسول اللہ ﷺ ان کو آپ کے سپرد کیا اور پھر واپس تشریف لائے سیوم کے بعد مولانا علاء الدینؒ مشغول بحق تھے کہ عالم واقعہ میں اپنے بھائی کو دیکھا ان سے پوچھا تمہارا حال کیا گذرا انہوں نے کہا میری حالت دشوار تھی اگر حضرت مخدومؒ نے حضرت رسالت پناہ ﷺ کے سپرد نہ فرمایا ہوتا۔

مولانا علاء الدینؒ سے کیا تعلق تھا اس کا اظہار بھی اس سے ہوتا ہے کہ ان کے بھائی کی وفات پر سیدنا بندہ نواز خواجہ گیسو درازؒ اپنے صاحبزادوں اور مریدوں کے ساتھ قبر تک پا پیادہ گئے۔جنازہ کو کاندھا دیا۔نماز جنازہ پڑھائی دعاء مغفرت فرمائی اور اس دعا کا اثر ہوا۔

''سیر محمدی'' میں مولانا علاء الدینؒ کے بھائی کی بیماری کی سلسلہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ اب مولانا علاء الدینؒ کے لڑکے مولانا ابوالفتح سیدنا بندہ نواز خواجہ گیسو درازؒ کی قدم بوسی کے لئے گلبرگہ آئے تو ان سے آپ نے فرمایا تھا۔

ارشاد فرمایا کہ جب میں گوالیر آیا تھا تو تمہارے والد کے بھائی بیمار ہو گئے تھے تمہارے والد دعائے صحت کے لئے میرے پاس آئے ان سے میں نے کہا ان کی عمر پوری ہو چکی ہے مگر محمد اکبرؒ نے مجھ سے کہا کہ مجھ کو معلوم ہوا ہے اگر یہ مریض تم کو یعنی محمد اکبرؒ کو دوسوتنکہ دے تو ہم اس کی عمر دس برس اور بڑھا دیں گے۔میں نے ان سے کہا کہ یہ بات مولانا علاء الدینؒ سے کہو تو اس کا جواب یہ دیا کہ اگر ان کا بھائی اچھا ہو جائے گا تو ان کو یہ گمان و خیال ہوگا کہ یہ لوگ بے یار و مددگار دہلی سے

آئے ہیں لہٰذا طمع کی راہ سے ایسی بات کہتے ہیں اور مریض کو تو صحت حسن اتفاق سے ہوگئی ہے۔ (صفحہ ۷۲-۷۳)

اس عبارت میں جہاں "تم کو یعنی محمد اکبر کو ہے وہاں مجھ کو یعنی محمد اکبر کو ہونا چاہئے سیدنا بندہ نواز خواجہ گیسودرازؒ نے مولانا علاء الدینؒ تک بات پہنچانے کے لئے کہا مگر حضرت اکبرؒ نے مصلحتاً ایسا نہیں کیا۔ اس کفیت سے یہ علم ہوتا ہے کہ باوجود اس قریبی تعلق کے جو مولانا علاء الدینؒ سے تھا احتیاط برتی گئی یہ احتیاط ضروری تھی۔ ہر شخص اپنی فہم کے مطابق رائے رکھتا ہے اس احتیاط سے صاحبزادۂ بزرگ بندہ نوازؒ کی خودداری اور مزاج کا اندازہ ہوتا ہے۔

"**سیرِ محمدی**" ہی میں لکھا ہے:

"خلافت نامہ" جو خاص حضرت مولانا علاء الدینؒ گوالیری کے لئے لکھوایا تھا ...."**سیر محمدی**" کا لکھنے والا......گوالیر میں حضرت مخدومؒ کے ہم رکاب تھا اسی نے خلافت نامہ کی نقل کر کے حضرت مولانا علاء الدینؒ کو دیا تھا۔ (صفحہ ۱۱۵-۱۱۶)

پہلے ذکر ہوا ہے "مولانا علاء الدینؒ کو جامۂ خلافت عطا فرمایا اور علم ہوتا ہے کہ پھر مولانا حمید الدین مفتی دہلیؒ سے ......خلافت نامہ لکھوایا۔

اب صاحب "**سیر محمدی**" لکھتے ہیں۔

"**سیر محمدی**" کا لکھنے والا......گوالیر میں حضرت مخدومؒ کے ہم رکاب تھا اسی نے خلافت نامہ کی نقل کر کے حضرت مولانا علاء الدین کو دیا تھا۔ یا تو پہلے اور دوسرے بیان میں سے کسی ایک میں "**صاحب سیر محمدی**" سے سہو ہوا ہے یا یہ کہ مولانا حمید الدین کا لکھا ہوا خلافت نامہ سیدنا بندہ نواز خواجہ گیسودرازؒ نے اپنے پاس رکھا اور صاحب "**سیر محمدی**" نے اس کی نقل مولانا علاء الدین کو دی تو سوال پیدا ہوتا ہے کیا سیدنا بندہ نواز خواجہ گیسودرازؒ خلافت نامہ کی اصل تحریر اپنے پاس محفوظ رکھتے تھے اور نقل عطا فرماتے تھے۔ کیا آپ کا یہ طریقہ تھا۔

خلافت نامہ مولانا شیخ علاء الدین گوالیری قدس سرہٗ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمام حمد اللہ کے لئے ہے جو اکیلا ہے وحدانیت ازلیہ اور یکتا ہے فردانیت احدیہ

کے ساتھ دین محکم کی روشنی اور تازگی اس نے اپنی عنایت سے مکمل کر دی اور شرع مستقیم کی راہیں ظاہر فرمادیں اس نے اپنے اولیاء کے ذریعہ سے دین کی بنا ڈالی اور برگزیدہ لوگوں کے وسیلہ سے رشد وارشاد کی بنائیں مضبوط کیں اور خاص کر محبوب کو بڑی فضیلت دی اور ان پر نصیب وافر کا دروازہ کھول دیا۔ حتی الامکان ہم اس کی حمد کرتے ہیں اور اسی سے اسبابِ خوشنودی کے حصول کے لئے مدد طلب کرتے ہیں اور گواہی دیتے ہیں کہ سوائے اللہ کے کوئی اور معبود نہیں وہ اکیلا اور تنہا ہے کوئی اس کا شریک نہیں ایسی گواہی جو شاہد کو وجدان کی جنّت کی طرف بلاتی ہے اور محرومی اور گمراہی کے دوزخ سے محفوظ رکھتی ہے ہم گواہی دیتے ہیں کہ بیشک محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں جن کی وجہ سے اسلام کے درجے بلند ہوئے اور ایمان حقیقی کی حفاظت ہوئی اور شرف اور بزرگی کا معیار بلند ہوا۔ آپ نے قدرو انداز کی دیگوں کو بھر دیا اور مہربانی کے رشتوں کو ملا دیا شفقت کی شفق آپ کی ذات سے پھوٹی اور فسق وفجور کی تاریکی آپ ہی کی وجہ سے نابود ہوئی اور ہم صلواۃ ودرود بھیجتے ہیں آپ پر اور آپ کی اولاد پر جن کے دین (کا) چاند شک اور بلا کے ابر میں نہیں چھپا اور نہ ان کے یقین کی روشنی میں اور خواہشاتِ نفسانی کی آستینوں کا پردہ پڑا ایسا درود جو ان کی فضیلت کی پوری جزا دے اور ان کے علم کا پورا بدلہ ہو جب تک آسمان کے سبز گنبد میں ستارے رہیں اور زمین سے پودے اگتے رہیں حمد وصلوۃ کے بعد معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ سبحانہٗ کی عادت شریف یوں جاری ہے کہ نہ تو کسی شخص کو اس کی بارگاہ تک پہنچنے کا بطور خود کوئی راستہ ملتا ہے اور نہ اس کی پیش گاہ میں اس وقت تک رسائی ہوسکتی ہے جب تک وہ اپنے لئے کوئی وسیلہ تلاش نہ کرلے اور کسی امام کو خدائے عزّ وجل کے علم کے سامنے اس طرح نہ کھڑا کرے جس طرح وصی کو سادات قوم کے سامنے کھڑا کیا کرتے ہیں اور یہ طریقہ آج تک باقی ہے اور شیوخ طریقت سے ہوتا ہوا آج تک یہ سلسلہ چلا آتا ہے اور حضرت شیخ امام خلقِ خدا کے پیشوا اچھے لوگوں کے سردار بڑے بڑے لوگوں کو راہِ راست کی طرف بلانے والے نصیر الحق والدین محمود بن یوسف اودھی چشتی قدس سرہٗ کی ذات مبارک سے قائم ہے اللہ ان کی قبر کو منور فرمائے انہوں نے پوشیدہ طور سے اشارہ فرمایا اور رمز ہی رمز میں مجھ

سے فرمایا اگر چہ وہ اشارہ اور رمز، ارشادات ماسبق کا توڑنے والا تھا اور یہ اشارہ نہ
تو کسی ایسی چیز کی طرف تھا جو دائرۂ امکان سے خارج ہو کر ابھی ظہور میں نہ آئی ایسی
چیز کی طرف تھا جو بالکل راز سربستہ ہو بلکہ صریح سے بھی زیادہ ظاہر اور تنبیہہ سے بھی
زیادہ تھا اگر چہ یہ قول صحیح وصریح تھا پھر بھی مجھ سے اشارہ فرمایا کہ اپنے اوپر لازم کر
لو کہ جس شخص میں استعداد ہو اس کو راہ بتانا اور ایسے طالب کو جو تشنہ ہو خدا تک پہنچانا
اے اللہ یہ بگاڑ اور مایوسی کا زمانہ اور نقصان وکمی کا وقت ہے غرض کہ میں کوشش اور
جستجو میں رہا کرتا تھا اور منتظر تھا کہ یہ امر میرے لئے آسان ہو جائے تا کہ میں اس کو
اپنے قول اور حال سے پورا پورا نباہ سکوں حتی کہ میں نے ایک شخص دیکھا جس کو
میرے اس حصہ کی ہوا کچھ لگی تھی اور اس حیثیت سے اگر یہ کہا جائے تو صحیح ہوگا کہ وہ
میرے باطن کے بھید سے پیدا ہوا ہے اور میرا بچہ ہے جو میرے پستان سے پرورش
پاکر ظاہر ہوا ہے صالح تارک اور عبادت گذار ہے جو لوگ اس قابل ہوں گے ان
کو یہ خرقہ پہنا سکے گا اور جو لوگ اس طریقہ کے شیدا ہوں گے ان کو اس شرط کے ساتھ
آگاہ کر سکے گا کہ تعریفات الہیہ کو سمجھیں اور ایسے اُمور اُخرویہ پر مطلع ہوں جیسے کشفِ
قبور صحبت ارواح پلِ صراط کا علم حوض کوثر دوزخ کی آگ سے نجات جنت
میں جانا فائز مرام ہونا نہ وہ اہل دنیا کے پاس جایا کرے گا اور نہ ان سے کوئی چیز
شدت وسختی کے ساتھ طلب کیا کرے گا، جیسا کہ ناصح اور واعظ کیا کرتے ہیں اور
اسباب دنیا اور اس سے محبت کرنے والوں کی طرف مائل نہ ہوگا اپنے وقت کے لئے
بالکل فارغ رہے گا اپنی باطنی مصلحت میں مشغول رہے گا فاقہ کی رات کو غنیمت سمجھے
گا اور اگر ناداری کے وقت اس کے یہاں کوئی مہمان آجائے گا تو تھوڑی سی چیز سے
بھی اس کی مہمان داری کرے گا اور اس حالت کو بہت غنیمت سمجھے گا یہ بات سادات
کا خلق ہے اور بہت غنیمت ہے علاء نصیرتم کو چاہئے کہ تم بہ توفیق الٰہی اللہ قدیر
کی مخلوق کے لئے ایسے ہادی اور مرشد بنو کہ انھیں خوشخبری بھی دو اور ڈراؤ بھی اگر تم
نے میرے حکم کی تعمیل کی تو تم مسلمانوں پر میرے خلیفہ ہو ورنہ میرے بعد میرا خلیفہ
اللہ رب العالمین ہے اور یہ بات حق الیقین ہے اللہ کا درود وسلام پہنچے عارفوں کے
سردار اور دوستوں کے راہبر پر (صفحات ۱۱۷ تا ۱۱۹)

''مولانا علاء الدینؒ کے روابط'' سیدنا بندہ نواز خواجۂ گیسو درازؒ کے فرزند اکبر سید حسین
محمد اکبرؒ سے بڑے خاص تھے۔
''سیر محمدی'' ہی میں لکھا ہے۔

ایک دن جاڑے کے موسم میں مولانا علاء الدین گوالیریؒ مولانا بہاء الدینؒ کے
ساتھ آپ یکجا تھے آگ جلائی تھی صاحبزادہ صاحبؒ نے ارشاد فرمایا مجھ کو مقصود
سے کچھ حجاب نہیں رہ گیا ہے جس وقت چاہتا ہوں مقصود کو دیکھ لیتا ہوں اگر تم لوگوں کو
یقین نہ ہو تو دکھا دوں ان حضرت نے عرض کیا دکھایئے اسی وقت آپ نے ان
لوگوں کی طرف اشارہ کیا کہ لو دیکھو حضرت مولانا علاء الدینؒ نے کہا کہ جو کچھ
مقصود تھا اس کو اسی وقت دیکھا۔ (صفحہ ۱۲۸)

مولانا علاء الدینؒ کے لئے صاحب ''سیر محمدی'' لکھتے ہیں:

لوگ کہتے ہیں کہ سب سے پہلے خلیفہ مولانا علاء الدینؒ گوالیری تھے جو عالم اور
معتد دعلوم وفنون سے واقف تھے علم ظاہری کی تحصیل آپ نے مولانا عبدالمقتدرؒ اور
شیخ زادہ شہاب الدین علیؒ سے کی تھی اور علم باطن کی تحصیل حضرت مخدوم رضی اللہ عنہ
سے کی تھی ابتداء میں سلطان محمد کو پڑھاتے تھے تولیت، فتوی نویسی، قصبۂ گوالیر کی
ان سے متعلق تھی آپ کا خاندان اور ساز وسامان بہت تھا کاتب ''سیر محمدی''
حضرت مخدومؒ کے ہمرکاب گوالیر میں تھا اور ان سب کو وہیں دیکھا تھا عہدۂ قضاء
احتساب بھی انہیں کے گھر میں تھا دنیاوی ثروت بہت زائد تھی جب حضرت مخدومؒ
کے مرید ہوئے تو وجہ معاش اور عہدے سب ترک کر کے فقر ودرویشی اختیار کر لی۔
متوکل ہو گئے مدت تک گوالیر بھاندیر اور پہاڑوں اور ویرانوں میں مشغول رہے
ہمیشہ روزے رہتے دو دو دن اور چار چار دن طے کے روزے رکھتے تھے۔ آخر
مہینہ رمضان میں جس کے بعد وصال کیا پورے مہینے رمضان میں صرف تین دن
افطار کیا تھا انتقال سے چودہ مہینے پہلے خبر کر دی تھی کہ فلاں وقت میرا انتقال ہوگا
پانچ پانچ مہینے چھ چھ مہینے سالن نہیں کھاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ استغراقِ
کلی رکھتے تھے آپ کو کشفِ قبور کشفِ ارواح غیبی لوگوں سے ملاقات کثرت
سے حاصل تھی۔ خوارق عادات، کرامات آپ سے بہت ظاہر ہوتی تھیں آخر

شعبان کے مہینے ۸۰۱ھ میں حضرت مخدومؒ نے آپ کو خلافت عطا فرمائی جب گوالیر کافروں نے لے لیا تو کالپی چلے آئے وہاں سکونت اختیار کر لی وہیں آخر محرم ۸۲۴ھ میں رحلت فرمائی قدس سرہٗ ان کو جب حضرت مخدومؒ نے رخصت فرمایا تو ارشاد فرمایا تھا کہ قاضی نورالدین اجودھنیؒ مولانا معین الدین تو بائیؒ کو میں نے اجازت دی ہے اوراس کے ساتھ خلافت بھی دی ہے ان کے لئے فرمانِ خلافت لکھ دو اور بھیج دو یہ دونوں صاحب عالمِ مشغول، صاحبِ حال تھے۔
(صفحات ۱۳۹-۱۴۰-۱۴۱)

ایک خاص بات مندرجہ بالا بیان سے یہ ظاہر ہوتی ہے کہ مولانا علاء الدینؒ کو سیدنا بندہ نواز خواجہ گیسو درازؒ نے ان کے دیگر برادرانِ طریقت، صاحبِ خلافت حضرات کو ''فرمانِ خلافت'' لکھنے کی اجازت دی تھی جو ان کے لئے واقعی ایک اعزاز تھا۔

''**سیر محمدی**'' میں لکھا ہے:

''حضرت مولانا علاء الدینؒ جب گلبرگہ میں حاضر ہوئے تھے تو عرفہ کے دن تجدیدِ بیعت کے بعد حضرت مخدومؒ نے کچھ مخصوص چیز ارشاد فرمائی کہ مولانا اس کی مداومت کریں۔ اس کو (کی) تصریح کی اجازت نہیں ہے۔ (صفحات ۱۱۳-۱۱۴)

اس تاکید ''تصریح کی اجازت نہیں'' سے بھی مولانا کی انفرادیت کا علم ہوتا ہے۔

''**سیر محمدی**'' ہی میں لکھا ہے

یہ تمام مراقبے اور اذکار . . . حضرت علاء الدین . . . جانتے ہیں اور ان سے فوائد حاصل کر چکے ہیں۔ (صفحہ ۱۱۱)

یعنی مولانا سیدنا بندہ نواز خواجہ گیسو درازؒ کے اکثر مراقبوں اور اذکار کے عامل تھے۔

''**تاریخِ حبیبی**'' میں خلفا میں نام ہے۔

(۱) شیخ علاء الدین گوالیری (ص ۷۱)

''**تبصرۃ الخوارقات**'' میں حضرت بندگی مخدومؒ کے خلفاء کے ذیل میں لکھا ہے:

(۱۰) شیخ علاء الدین گوالیریؒ (ص ۷۵)

حامد صدیقی نے لکھا ہے

حضرت شیخ علاء الدین گوالیاریؒ جن کا مزار کالپی میں ہے۔ سنِ وفات آخر محرم

۸۲۴ھ ہے

صاحب ''**مرآۃ الاسرار**'' لکھتے ہیں

حضرت شیخ علاء الدین قریشیؒ

. . . وطن گوالیر ہے۔ . . میر سید محمد گیسو درازؒ کے خلیفہ ہیں۔ شیخ (نے) اپنے نورِ باطن سے آپ کی کیفیت معلوم کر کے آپ کو ترک و تجرید کی نعمت عطا فرمائی۔ . . . آخر عمر تک . . . اس پر قائم رہے۔ . . بڑے صاحبِ کمال تھے . . . مزار کالپی میں زیارت گاہِ خلق ہے۔ (صفحات ۱۱۲-۱۱۳)

۲۔۔۔۔۔۔ خواجہ احمد دبیر

خواجہ احمد دبیر کے لئے ''**سیر محمدی**'' ''**تاریخ حبیبی**'' اور ''**تبصرۃ الخوارقات**'' کے ذریعہ علم ہوتا ہے۔ یہ ان کے تمام مراقبوں اور اذکار کے حامل تھے۔ انہیں فرزند سرّی کہا تھا اور ان کو یہ اجازت تھی کہ یہ اور ان کے برادرِ طریقت ''ابوالفتح'' حاصل کی گئی ''تلقین'' کا اظہار ایک دوسرے پر کر سکتے ہیں۔

ان سے شجرۂ بیعت جاری ہونے کا علم نہیں ہوتا ہے۔

''**سیر محمدی**'' میں لکھا ہے۔

ایک پیالہ ''حضرت مخدوم'' کے حضور میں رکھا جاتا تھوڑا سا اس میں سے آپ نوش فرما لیتے پھر جس پر کچھ نظرِ عنایت و مرحمت ہوتی اس کو مرحمت فرما دیتے تھے جس زمانے میں ''سیر محمدی'' کا کاتب گلبرگہ میں تھا شب جمعہ کو خواجہ احمد دبیر کو مرحمت فرمایا تھا۔ (صفحہ ۱۰۰)

اس بیان سے سیدنا بندہ نواز خواجۂ گیسو دراز کی خواجہ احمد دبیر پر نظرِ عنایت و مرحمت کا علم ہوتا ہے۔

''**سیر محمدی**'' ہی میں لکھا ہے۔

''خواجہ احمد دبیر کی بھی طلبی ہوئی۔ مولانا ابوالفتح کو اور ان کو آپ نے ایک جگہ کھڑا کیا پھر ارشاد فرمایا کہ مولانا ابوالفتح کہو زیارتوں میں کیا دیکھا اور کیا سنا مولانا

ابوالفتح نے سب حال عرض کیا حضرت مخدومؒ بیٹھے بیٹھے سب سماعت فرما رہے تھے
اور خواجہ احمد دبیرؒ کھڑے کھڑے سن رہے تھے جب مولانا ابوالفتح نے کیفیت پوری کی
تو حضرت مخدومؒ نے ارشاد فرمایا کہ مولانا ابوالفتح کو اچھی چیزیں پیش آئی ہیں خواجہ
احمد دبیرؒ نے گذارش کی کہ جس دن حضرت مخدومؒ کے غلاموں کی طبیعت کسی قدر
ناساز تھی اور حضور نے اس غلام سے ارشاد فرمایا تھا کہ جاؤ اور مشغول بحق ہو کر اس
علالت کا انجام دریافت کرو تو یہ غلام حسب فرمان مشغول ہوا تھا اس وقت عالم واقعہ
میں مولانا ابوالفتح کی صورت دکھائی گئی اور ارشاد ہوا کہ ہنوز ''سید'' کو اس شخص کی
تربیت کرنی باقی ہے ابھی کوئی تردد کی جگہ نہیں غلام نے اسی زمانہ میں خدمت میں
عرض کیا تھا یہ وہی ہیں حضرت مخدومؒ نے ارشاد فرمایا اب تم دونوں آپس میں دوستی
پیدا کرلو جو کچھ میں نے تم کو اس مدت میں تلقین کیا ہے اسے مولانا ابوالفتح سے نہ
چھپاؤ سب کچھ ان سے کہہ دو اور جو کچھ میں نے مولانا ابوالفتح کو تلقین کیا ہے وہ
مولانا ابوالفتح تم سے سب کہہ دیں چھپائیں نہیں اور تم دونوں آدمی ایک جگہ مشغول ہو
جاؤ۔ (صفحات ۱۰۷-۱۰۸-۱۰۹)

اس بیان سے علم ہوتا ہے مولانا ابوالفتح اور احمد دبیرؒ پر سیدنا بندہ نواز خواجہ گیسو دراز کی
خاص عنایت اور توجہ تھی ان کے مقام اعلیٰ اور بلند تھے۔ اہم بات یہ کہ ہر دو برادرانِ طریقت کی
دوستی اور ایک دوسرے کو کی گئی ''تلقین'' کا اظہار ایک دوسرے پر کرنے کی ہدایت کی گئی تھی۔
''سیر محمدی'' ہی میں لکھا ہے۔

''تمام مراقبے اور اذکار۔۔۔۔۔خواجہ احمد دبیر۔۔۔
جانتے ہیں اور ان سے فوائد حاصل کر چکے ہیں۔ (سیر محمدی صفحہ ۱۱۱)

یعنی خواجہ احمد دبیرؒ سیدنا بندہ نواز خواجہ گیسو درازؒ کے تمام مراقبوں اور اذکار کے عامل تھے۔
''سیر محمدی'' ہی میں لکھا ہے۔

خواجہ احمد دبیرؒ نے خلافت پائی ابتداء حال میں سلطان شاہ فیروز بادشاہ گلبرگہ
کی سلک ملازمت میں آپ منشی دبیر تھے اور سررشتۂ فوج میں ملازم تھے ۸۰۶ھ میں
جب مولانا شیخ علاؤ الدینؒ ''گوالیری'' قدم بوسی مخدومؒ کے لئے گلبرگہ حاضر ہوئے

اور حضرت مخدومؒ کی خدمت اقدس میں انہوں نے ''فصوص'' پڑھنی شروع کی تو علماء
نے جو سلطان شاہ فیروز کے ہر وقت ساتھ رہتے تھے۔ بادشاہ سے کہہ دیا کہ ''فصوص''
میں مصنف نے بہت سی جگہ جادۂ شریعت سے منحرف ہو کر اقوال لکھے ہیں دیکھئے
''حضرت مخدوم'' اس جگہ ان اقوال کو کیا فرماتے ہیں کسی کو آپ کی مجلس میں جانا
چاہئے تاکہ آپ کے بیانات کو سمجھ کر آئے اور یہاں بیان کرے سب نے خواجہ احمد
دبیرؒ کو منتخب کیا خواجہ دبیرؒ نے ''عوارف'' ہاتھ میں لی اور حضرت مخدومؒ کی خدمت
میں حاضر ہوئے اس کتاب کی پڑھنے کی استدعا کی حضرت مخدومؒ نے ارشاد فرمایا
کہ جاؤ سید اکبرؒ سے اسے پڑھو خواجہ احمد دبیرؒ نے عرض کیا کہ اس کتاب کے معنی
ظاہری مجھ کو معلوم ہیں حضرت مخدومؒ نے ارشاد فرمایا کہ پھر پڑھنے کی کیا ضرورت
ہے واپس چلے جاؤ خواجہ احمد دبیرؒ واپس ہوئے اور چوکھٹ کے پاس بیٹھ گئے اور ہر
شخص سے یہی پوچھتے رہے کہ وہ شخص کون ہے جس کی بات حضرت مخدومؒ کی بارگاہ
میں مقبول ہوتی ہے سب نے کہا ''مولانا علاؤ الدینؒ گوالیری'' ہیں ان کے سوا کوئی
کچھ نہیں کر سکتا خواجہ احمد دبیرؒ نے شیرنی منگوائی اور مولانا علاؤ الدینؒ کی ملاقات کو
گئے مولاناؒ نے پوچھا کہ آپ کو کس سے بیعت ہے خواجہ نے کہا کہ حضرت شیخ فرید
الدینؒ اجودھنی شکر گنج سے مولانا علاؤ الدینؒ سے کہا کہ آپ کا سن تو کم معلوم ہوتا
ہے آپ کو حضرت فریدالدینؒ گنج شکر اجودھنی سے ملاقات کا موقع کیسے ملا خواجہ نے
کہا کہ بندہ کو ربط قلبی حضرت کے ساتھ ایسا ہے کہ جس وقت میں چاہتا ہوں خواب
میں ملاقات ہو جاتی ہے مولانا علاؤ الدینؒ نے کہا کہ جایئے اور آج رات مشغول
ہو جایئے جب حضرت کو خواب میں دیکھئے تو ان سے گزارش کیجئے کہ فلاں بندہ نے
عرض کیا ہے کہ آپ کے ہم مشرب لوگوں کے (کی) کتابوں میں لکھا ہے کہ خواب
میں بیعت کرنے کا کوئی اعتبار نہیں ہے پس اگر یہ بیعت قابلِ اعتبار ہے تو پھر
کتابوں میں ویسا کیوں لکھ دیا ہے اور اگر معتبر نہیں ہے تو پھر مجھ کو آپ کیوں برباد
کرتے ہیں خواجہ احمد دبیرؒ اٹھ کر چلے گئے اور جا کر مشغول ہوئے جب حضرت شیخ
فرید الدین گنج شکرؒ کو خواب میں دیکھا تو سارا قصہ عرض کیا حضرت شیخؒ نے ارشاد
فرمایا کہ مولانا علاؤ الدینؒ نے ٹھیک بات کہی ہے خواب کی بیعت کا اعتبار نہیں

ہے جاؤ اور مولانا علاؤالدینؒ کے پاس جا کر مرید ہو جاؤ صبح کو خواجہ احمد دبیرؒ مع
اپنے لڑکوں کے علاؤالدینؒ کی خدمت میں نذر لے کر حاضر ہوئے اور تمام خواب
کا قصہ عرض کیا اور ان سے مرید کرنے کی درخواست کی مولانا علاؤالدینؒ نے کہا
کہ حضرت مخدومؒ اس جماعت کے پیشوا ہیں اس کام کی روش وہ بہتر جانتے ہیں
مرید کے لئے پیر کی خانقاہ میں کسی کو مرید کرنا بھی بے ادبی میں داخل ہے حضرت
گنج شکرؒ ہرگز یہ نہ فرمائیں گے کہ میں پیر کے جماعت خانہ میں بیٹھ کر کس (کسی) کو
مرید کروں حضرت نے صرف یہ فرمایا ہے کہ مولانا علاؤالدینؒ کے پاس جاؤ اور
مرید ہو جاؤ اس کا یہ مطلب ہے کہ جہاں میں کہوں وہاں مرید ہو جایئے خواجہ احمد
دبیرؒ نے کہا کہ میں نہیں جانتا آپ کے نزدیک جو مصلحت ہو وہ کیجئے مولانا
علاؤالدینؒ نے کہا کہ آپ میرے ساتھ آیئے میں آپ کو حضرت مخدومؒ کا مرید
کرا دیتا ہوں چنانچہ ایسا ہی کیا خواجہ احمدؒ کو حضرت مخدوم کی خدمت میں لائے اور
حضرت کا مرید کرا دیا اس کے بعد خواجہ صاحبؒ مولانا علاؤالدینؒ کی خدمت میں
چند روز حاضر رہے اور حضرت مخدومؒ کے فرمان کے بموجب مولانا سے تربیت
حاصل کرتے رہے بعدہٗ بہت زمانے تک حضرت مخدومؒ کی خدمت میں حاضر رہے
اور تلقینات حاصل کیں نوکری ترک کر دی اور بے حد مشغول بحق رہتے تھے ۸۱۵ھ
میں حضرت مخدومؒ نے ان کو خلافت عطا فرمائی۔ (صفحات ۱۴۳ تا ۱۴۷)

''تاریخ حبیبی'' میں لکھا ہے

احمد بن عزیز دبیرؒ ان لوگوں میں سے ہیں جن کو وہ اکثر نعمتیں جن کی طرف میں
نے اس کتاب میں اول سے لے کر آخر تک اشارہ کیا ہے۔ نصیب ہیں پس وہ
فرزند سرّی ہے اور اس پر لازم ہے کہ جیسی میں نے اسے تعلیم و تربیت دی ہے اسی
طرح طالبانِ رشد کو وہ بھی ہدایت و تربیت کرے اگر ایسا نہ کرے گا تو میں اس سے
راضی نہ ہوں گا اور خدا بھی اس سے ناخوش اور نبی بھی روگرداں رہیں گے۔
(صفحات ۷۱-۷۲)

اس بیان میں کتاب کی جگہ خلافت نامہ ہونا چاہئے اور اس بیان میں احمد دبیرؒ کے ذکر
خیر سے سیدنا بندہ نواز خواجہ گیسو درازؒ کی نظر میں ان کی خاص حیثیت کا اندازہ ہوتا ہے جس

اندازے ان کو تاکید کی ہے ایسا نہ کرے گا اور ''فرزند سرّی'' کہہ کر ان پر اپنی محبت اور اعتماد کا
اظہار فرمایا ہے۔

''تبصرۃ الخوارقات'' میں حضرت بندگی مخدومؒ کے خلفاء کے ذیل میں لکھا ہے

خواجہ احمد بن وعزیز دبیر (صفحہ ۷۵)

مندرجہ بالا عبارت میں بن کے بعد نام نہیں لکھا غالباً کتابت سے رہ گیا اور ''و''
زائد ہے۔

حامد صدیقی نے لکھا ہے۔

خواجہ احمدؒ جو کہ سلطان فیروز بادشاہ گلبرگہ کے دبیر تھے۔

خواجہ دبیرؒ کے مزار پر مرحوم سجادہ صاحبؒ روضۂ بزرگ مجھے لے گئے تھے۔ فرماتے تھے بافیض
آستانہ ہے

۳ ــــــ اسحاق محمدؒ (قاضی)

''سیر محمدی'' میں لکھا ہے۔

''حضرتؒ نے چھترہ کو شرف اندوز فرمایا۔ وہاں بھی بہت سی خلقِ خدا مرید ہوئی۔ مثلاً
قاضی اسحاقؒ۔'' (صفحہ ۳۸)

''سیر محمدی'' میں لکھا ہے

''قاضی اسحاق محمدؒ نے خلافت پائی یہ عالم تھے اور سبق پڑھایا کرتے تھے اور
فتویٰ نویسی قصبہ چھترہ کی کیا کرتے تھے ان کے دادا بھی مفتی تھے ان کا گھرانہ
بھی بہت بڑا تھا اور اہلِ علم و فضل ہوئے ہیں۔ آخر ۸۱۰ھ میں حضرت مخدومؒ کے پاس
گلبرگہ تشریف لے گئے اور بہت کچھ تربیت و ارشاد حاصل کیا اور اچھی طرح سے
مشغول بحق ہوگئے۔ حضرت مخدوم نے رخصت کرتے وقت ان کو خلافت عطا
فرمائی۔ (صفحات ۱۴۱-۱۴۲)

اس بیان سے علم ہوتا ہے کہ سیدنا بندہ نواز خواجہ گیسو درازؒ ۸۰۱ھ میں دہلی سے روانہ
ہوئے۔ راہِ سفر میں چھترہ پہنچے قاضی اسحاق مرید ہوئے۔ پھر وہ ۸۱۰ھ میں گلبرگہ پہنچے اور

بقول صاحبِ ''**سیرِ محمدی**'' خلافت سے سرفراز ہوئے۔ یعنی مرید ہونے کے دو سال بعد آپ کو خلافت ملی۔

''**تاریخِ حبیبی**'' میں خلفاء میں نام ہے۔

(۴) اسحاقؒ بن محمد چھتری (صفحہ ۷۱)

''**تبصرۃ الخوارقات**'' میں حضرت بندگی مخدومؒ کے خلفاء کے ذیل میں لکھا ہے۔

(۱۲) مولانا اسحاقؒ بن محمد چھتری (صفحہ ۷۵)

''**تبصرۃ الخوارقات**'' سے علم ہوتا ہے کہ ان کے والد کا نام ''محمد'' تھا جو ان کے نام کا جزو ہو گیا تھا۔

حامد صدیقی کا کہنا ہے

(۵) قاضی اسحاق محمدؒ ساکن قصبہ چھترہ (بحوالہ سیرِ محمدی)

۴ــــــ قاضی محمد سلیمانؒ

''**سیرِ محمدی**'' میں لکھا ہے۔

قاضی محمد سلیمانؒ قاضی اسحاقؒ کے بھائی نے خلافت پائی ان کے بھی (ان میں بھی) بہت اہلیت تھی اور زیادہ تر پہاڑوں اور ویرانوں میں مشغول بحق رہتے تھے اس کے (ان کے) بھائی قاضی اسحاق نے گلبرگہ آنے کا قصد و ارادہ کیا (یہ بھی ساتھ آئے) چند مہینے حضرت مخدومؒ کی خدمت میں پیشِ نظرِ فیضِ اثر رہے تلقینات حاصل کیں۔ رخصت کے وقت ان کو بھی حضرت مخدومؒ نے خلافت عطا فرمائی۔ (صفحہ ۱۴۲)

بریکٹ کی تحریر راقم الحروف کی ہے۔ معلوم ہوتا ہے ترجمہ ''**سیرِ محمدی**'' میں عبارت چھوٹ گئی ہے۔ بات واضح نہیں ہوتی اس لئے عبارت کی تکمیل کی گئی۔

''**سیرِ محمدی**'' میں لکھا ہے

''حضرت نے چھترہ کو شرف اندوز فرمایا...... قاضی اسحاق محمدؒ رکن مفتی چھترہ ان کے سب بھائی قاضی سلیمانؒ اور دوسرے بھائیوں نے بیعت کی۔ (صفحہ ۳۸)

سیدنا بندہ نواز خواجہ گیسو درازؒ ۸۰۱ھ میں دہلی سے روانہ ہوئے راہ سفر میں چھترہ پہنچے۔ قاضی سلیمانؒ نے بیعت کی پھر بھائی قاضی اسحاقؒ کے ساتھ گلبرگہ پہنچے اور بقول صاحب ''**سیرِ محمدی**'' خلافت سے سرفراز ہوئے یعنی مرید ہونے کے نو سال بعد آپ کو خلافت ملی ان کے بھائی قاضی اسحاقؒ نے ان کے ساتھ ۸۱۰ھ میں گلبرگہ کا سفر کیا۔

''**تاریخ حبیبی**'' میں خلفاء میں نام ہے (سلیمان بن محمدؒ چھتری صفحہ ۷۰)

اس سے یہ علم ہوتا ہے کہ آپ کے والد کا نام ''محمدؒ'' تھا۔

''**تبصرۃ الخوارقات**'' میں حضرت بندگی مخدومؒ کے خلفاء کے ذیل میں لکھا ہے۔

(۱۳) مولانا اسحاق بھائی سلیمانؒ چھتری (صفحہ ۷۵)

حامد صدیقی نے لکھا ہے

(۶) قاضی محمد سلیمان محمدؒ برادر قاضی اسحاق محمدؒ (بحوالہ سیرِ محمدی)

۵ــــــ قاضی نورالدین اجودھنیؒ

اور

۶ــــــ مولانا معین الدین توہائیؒ

جب مولانا علاء الدین گوالیاریؒ کو رخصت فرمایا تھا اس وقت سیدنا بندہ نواز خواجہ گیسو درازؒ نے فرمایا تھا کہ

قاضی نورالدینؒ اجودھنی مولانا معین الدینؒ توہانی کو میں نے اجازت دی ہے اور اس کے ساتھ خلافت بھی دی ہے ان کے لئے فرمان خلافت لکھ دو اور بھیج دو یہ دونوں صاحب عالم، مشغول، صاحبِ حال تھے۔ (صفحہ ۱۴۰-۱۴۱)

''**سیرِ محمدی**'' ہی میں لکھا ہے

مولانا نورالدینؒ نے کئی بار ذکر کی تلقین کی درخواست کی مگر ہر بار آپ نے یہی ارشاد فرمایا کہ خواجہ بندگی شیخ الاسلامؒ کے اوراد کی پابندی کرو پھر اس کے بعد ذکر کی

تلقین کروں گا۔ (۸۴-۸۵)

اس بیان سے سیدنا بندہ نواز خواجۂ گیسو درازؒ کی ذکر کی تلقین کی روش کا علم ہوتا ہے اور علم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک اپنے پیشرو خواجگان کے طریقہ کی پیروی اور ان کے اوراد کی اہمیت تھی۔

''**تاریخ حبیبی**'' میں لکھا ہے

دہلی میں . . . دوسری بار . . . چار صاحبوں کو خلافت عطا فرمائی . .

مولانا معین الدین توہائیؒ'' بھی حضرت قطبیؒ کے مرید اور تعلیم یافتہ تھے اور آپ ہی سے اجازت حاصل کی تھی۔ (صفحہ ۶۵)

''**تبصرۃ الخوارقات**'' میں حضرت بندگی مخدومؒ کے خلفاء کے ذیل میں لکھا ہے

''(۸) مولانا معین الدین توہائیؒ'' (صفحہ ۷۵)

حامد صدیقی لکھتے ہیں

(۳) مولانا معین الدین توہائیؒ (بحوالۂ سیر محمدی)

حامد صدیقی لکھتے ہیں

(۳) قاضی نورالدین اجودھنیؒ (بحوالۂ سیر محمدی)

۷۔۔۔۔۔۔ شیخ صدرالدین خوندمیرؒ

''**سیر محمدی**'' میں لکھا ہے

''شیخ خوندمیرؒ ایرچہ کے شیخ الاسلام کے صاحبزادے اپنے سب بھائیوں کے ساتھ مرید ہوئے۔ (صفحہ ۳۸)

۸۰۱ھ میں سیدنا بندہ نواز خواجۂ گیسو درازؒ دہلی سے روانہ ہوئے۔ راہ سفر میں ایرچ پہنچے ''شیخ خوندمیرؒ'' مرید ہوئے پھر وہ ۸۱۰ھ میں گلبرگہ پہنچے اور بقول ''صاحب سیر محمدی خلافت سے سرفراز ہوئے یعنی مرید ہونے کے نو سال بعد آپ کو خلافت ملی۔

''**سیر محمدی**'' ہی میں لکھا ہے

''شیخ صدرالدین خوندمیرؒ نے خلافت پائی اس (ان) کی سکونت قصبۂ ایرچہ میں تھی ان کے والد اور دادا ایرچہ کے شیخ الاسلام تھے بہت سے دیہات اپنی معاش

میں اور لنگر کے خرچ کے لئے رکھتے تھے قصبۂ مذکورہ میں ان کے خاندان کا اعتبار اعزاز بہت تھا ۸۱۰ھ کے اول میں گلبرگہ حضرت ''مخدومؒ کی پابوسی کے لئے آئے تھے چند دنوں حضرت مخدومؒ کی حضوری میں حاضر رہے اور تربیت حاصل کی ذکر مراقبہ میں مشغول رہے رخصت کے وقت حضرت مخدومؒ نے خلافت سے سرفراز فرمایا۔

(صفحہ ۱۴۱)

''**تاریخ حبیبی**'' میں خلفا میں نام ہے

(۲) خوندمیرؒ بن شیخ الاسلام ایرچی (صفحہ ۷۱)

''**تبصرۃ الخوارقات**'' میں حضرت بندگی مخدومؒ کے ذیل میں لکھا ہے

(۱۱) خوندمیرؒ بن شیخ السلام ایرچی (صفحہ ۷۵)

حامد صدیقی نے لکھا ہے

شیخ صدرالدین خوندمیرؒ ساکن ایرچہ (بحوالۂ سیر محمدی)

۸۔۔۔۔۔ سید محمد اکبرؒ

''**سیر محمدی**'' میں لکھا ہے

مخدوم زادہ سید محمد اکبرؒ نے ۸۱۱ھ کے آخر میں خلافت پائی حضرت مخدومؒ نے خود اپنا نہالچہ عطا فرمایا اور جماعت خانہ میں اپنے روبرو نہالچہ پر بٹھایا اور تمام مریدین جو موجود تھے ان سے ارشاد فرمایا ان کو اس طرح نذر دو جیسے میرے سامنے لاتے ہو سب نے حکم کی تعمیل کی اس قصہ (واقعہ) کے بعد تقریباً سات مہینے گذرنے پر مخدومؒ زادہ بزرگ نے وصال فرمایا۔ (صفحہ ۱۴۳)

سید محمد اکبرؒ بڑے ہی ذی مرتبت صاحب علم وفضل اور صاحبِ حال وقال بزرگ ہوئے ہیں ان کا مرتبہ سلسلہ بندہ نوازیہ کے بزرگوں میں بہت ہی خاص اہمیت کا حامل ہے۔ اگر زندہ رہتے۔ یقیناً سلسلہ کے فروغ کا باعث ہوتے وہ ظاہری وباطنی طور پر درجۂ کمال پر فائز تھے۔ سیدنا بندہ نواز خواجۂ گیسو درازؒ کو ان پر فخر تھا۔ بڑی ہی قدر کرتے تھے۔

یہ اپنی علمی وعملی غیر معمولی اور اعلیٰ خوبیوں کے باعث سلسلۂ بندہ نوازیہ کے ایک مقتدر
بزرگ ہوئے ہیں۔ تعجب ہے "**تاریخِ حبیبی**" اور "تبصرۃ الخوارقات" میں صرف نام آیا
ہے۔ "جوامع الکلم" کے مرتب یہی ہیں اور کئی مجلسوں میں ان کا ذکر آیا ہے۔ سید محمد اکبر حسینیؒ کی
کی اولاد میں روضۂ بزرگ کی سجادگی کا سلسلہ تا ہنوز جاری ہے ان کا "مخدوم زادۂ بزرگ" کی
حیثیت سے علیحدہ تفصیلی ذکر کیا جائے گا۔

"**سیر محمدی**" ہی میں لکھا ہے

جب "مولانا ابوالفتح حضرت مخدومؒ" کی قدم بوسی کے لئے گلبرگہ حاضر ہوئے تو
تیسرے دن کے بعد عرض کیا اگر فرمان اعلیٰ ہو تو میں بڑے "مخدوم زادہؒ" کی
زیارت کروں۔ فرمان ہوا کہ تم محمد اکبرؒ کو پہچانتے ہو عرض کیا کہ میں حضرت کو
بھلا کیا پہچان سکتا ہوں ارشاد فرمایا کہ جب میں گوالیار آیا تھا تو تمہارے والد کے
بھائی بیمار ہو گئے تھے۔ تمہارے والد دعائے صحت کے لئے میرے پاس آئے ان
سے میں نے کہا ان کی عمر پوری ہو چکی ہے مگر محمد اکبرؒ نے مجھ سے کہا کہ مجھ کو معلوم ہوا
ہے کہ اگر یہ مریض تم کو (یعنی محمد اکبرؒ) کو دو سو تنکہ دے تو ہم اس کی عمر دس برس اور
بڑھا دیں گے۔ میں نے ان سے کہا کہ یہ بات مولانا علاء الدینؒ سے کہو تو اس کا
جواب یہ دیا کہ اگر ان کا بھائی اچھا ہو جائے گا تو ان کو یہ گمان و خیال ہوگا کہ یہ لوگ
بے یار و مددگار دہلی سے آئے ہیں۔ لہٰذا طمع کی راہ سے ایسی بات کہتے ہیں اور مریض
کو تو صحت حسن اتفاق سے ہو گئی ہے۔ (صفحہ ۷۲-۷۳)

اس بیان سے سید محمد اکبرؒ کی بارگاہِ خداوندی میں مقبولیت اور دعا کے اثر کی حقیقت اور
اس احتیاط سے "طمع کی راہ سے ایسی بات کہتے ہیں۔" ان کی فہم و بصیرت کا علم ہوتا ہے۔

"**تاریخ حبیبی**" میں صرف نام

مخدوم زادہ بزرگ سید محمد اکبرؒ عرف میاں بڑھے۔۔ (صفحہ ۶۲)

اس تحریر سے "عرفیت" کا علم ہوتا ہے۔

"**تبصرۃ الخوارقات**" میں حضرت بندگی مخدومؒ کے خلفاء کے ذیل میں لکھا ہے

(۱) حضرت سید محمد اکبرؒ (صفحہ ۷۴)

حامد صدیقی نے لکھا ہے

(۸) مخدوم زادہ بزرگ حضرت سید حسین عرف سید محمد اکبر حسینیؒ جن کا قبہ مبارک
حضرت خواجہ بندہ نوازؒ کے گنبد مبارک کے سامنے ہے۔

نام بحوالہ "**سیر محمدی**" باقی صراحت حامد صدیقی نے کی ہے۔

۹۔۔۔۔۔۔سید ابوالمعالیؒ

"**سیر محمدی**" میں لکھا ہے

سید ابوالمعالیؒ نے خلافت پائی یہ حضرت مخدومؒ کے سالے تھے اور
خادم، عالم، مشغول، تارک الدنیا تھے۔ (صفحہ ۱۴۳)

"**سیر محمدی**" ہی میں لکھا ہے

"گوالیار کہ ایک میدان جنگل میں پہنچے..... جیسے ہی آنے والی فوج کی نظر حضرت
مخدومؒ پر پڑی سب کے سب گھوڑوں سے اتر پڑے اور حضرت مخدومؒ کی طرف سب
نے سر زمین پر رکھ دیا مخدوم زادوں اور ساتھیوں یعنی مولانا ابوالمعالیؒ..... وغیرہ نے
پہچانا کہ مولانا علاء الدینؒ گوالیاری استقبال کے لئے آئے ہیں۔ (صفحہ ۳۵)

اس بیان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ دہلی سے گلبرگہ کے سفر میں "ابوالمعالیؒ" ہمراہ تھے۔

"**تاریخ حبیبی**" میں صرف نام لکھا ہے۔

"خسر پورہ مخدومؒ سید ابوالمعالیؒ (صفحہ ۶۴)

"**تاریخ حبیبی**" ہی میں خلفا میں نام ہے۔

(۶) ابوالمعالیؒ محمد بن مغزلیؒ (مغربی) (صفحہ ۷۱)

"**تبصرۃ الخوارقات**" میں حضرت بندگی مخدومؒ کے خلفا کے ذیل میں لکھا ہے

(۱۵) بندگی مخدومؒ خسر پورہ سید المعالیؒ (صفحہ ۷۵)

"**جوامع الکلم**" میں ان کا ذکر آیا ہے

حضرت سیدی ابوالمعالیؒ (نے) اس ضعیف سے یہ روایت بیان کی (مجلس ۷)

ابوالمعالیؒ حضرت بندگی مخدومؒ کی خدمت میں حاضر تھے۔ (مجلس ۱۴)

حضرت ابوالمعالیؒ نے پوچھا (مجلس ۱۹)

حضرت سید ابوالمعالیؒ نے حکایت کی (مجلس ۴۸)

جب یہ بات حضرت سید ابوالمعالی تک پہنچی (مجلس ۵۴)

حضرت سیدی ابوالمعالیؒ نے عرض کیا کہ عجیب بات ہے کہ دوسرے مشائخ مال جمع کرتے ہیں اور تجارت کرتے ہیں اور حضرت شیخ (نظام الدین اولیاءؒ) اپنے غلام سے اس کام کی وجہ سے خوش نہیں ہوتے۔ (مجلس ۷۰)

حضرت بھائی صاحب اور حضرت سید ابوالمعالیؒ کو بھی طلب فرمایا گیا (مجلس ۱۲۱)

حامد صدیقی نے لکھا ہے

(۹) حضرت سید ابوالمعالیؒ بن سید جمال الدین مغربی قدس سرہٗ العزیز جن کا مزار مبارک حظیرہ خواجۂ بندہ نوازؒ میں ہے۔

نام بحوالہ ''سیر محمدی'' باقی صراحت حامد صدیقی نے کی ہے۔

سید ابوالمعالیؒ کے والد سید جمال الدین مغربیؒ سلسلۂ بندہ نوازیہ کے بڑے اہم بزرگ ہیں۔ان کا ذکر ''جوامع الکلم'' کی آخری مجلس میں ہے۔ان سے شجرۂ بیعت رکھنے والے سلسلۂ بندہ نوازیہ کے نامور بزرگ حضرات ہیں اور یہ تمام اپنے وقت کے قابلِ ذکر بزرگ گذرے ہیں۔ اہم بات یہ ہے کہ بندہ نوازؒ کے خسر تھے۔

۱۰ ــــــ قاضی علیم الدینؒ

''سیر محمدی'' میں لکھا ہے

''قاضی علیم الدینؒ'' بن شرف نے جو قاضی شاہ اجودھنیؒ کے عزیز قریب تھی خلافت پائی وہ صاحبِ علم اور بڑی صلاحیت کے آدمی تھے حضرت مخدومؒ اور ''مخدوم زادوں'' کی خدمت میں کچھ عرصہ تک رہے اور تلقین وارشاد حاصل کی ۸۱۱ھ میں انھیں بھی ''حضرت مخدومؒ'' نے رخصت کرتے وقت خلافت عطا فرمائی۔

(صفحہ ۱۴۲-۱۴۳)

''تاریخ حبیبی'' میں لکھا ہے

۱۱- علم الدینؒ بن شرف الدینؒ جو قاضی شاہ دولہ اجودہیؒ (اجودھنی) کے رشتہ دار ہیں۔ (صفحہ ۷۰)

اس بیان سے ان کے والد کے نام ''شرف الدینؒ'' کا علم ہوتا ہے اور یہ قاضی شاہ دولہ کے رشتہ دار ہیں۔

حامد صدیقی نے لکھا ہے

(۷) قاضی علیم الدینؒ بن شرف الدینؒ جن کا مزار مبارک پٹن[1] شریف میں ہے۔

صرف نام بحوالہ ''سیر محمدی'' باقی صراحت حامد صدیقی کی ہے۔

۱۱ ــــ مولانا رکن الدین ابوالفتح بن مولانا علاء الدین گوالیاریؒ

''سیر محمدی'' میں لکھا ہے

مولانا علاء الدینؒ کے صاحبزادے مولانا ابوالفتح مغلوں کے ہنگامہ سے پہلے مرید ہو چکے تھے۔

انھوں نے پھر دوبارہ گوالیار میں تجدید بیعت کی (صفحہ ۳۶)

یہ معلوم ہوتا ہے انھوں نے دہلی میں بیعت کی تھی اور تجدید بیعت سیدنا بندہ نواز خواجۂ گیسودرازؒ کے دہلی چھوڑنے کے بعد قیام گوالیار کے وقت کی گئی۔

ان کے متعلق ''سیر محمدی'' میں تفصیل ملتی ہے اور علم ہوتا ہے۔انھیں کس طرح سرفراز کیا گیا اور پیر کی نظر میں ان کی کیا حیثیت تھی۔یہ سیدنا بندہ نواز خواجۂ گیسودرازؒ کے قابلِ ذکر اہم خلیفہ ہیں۔

''سیر محمدی'' میں لکھا ہے

''جب مولانا ابوالفتح حضرت مخدومؒ کی قدم بوسی کے لئے گلبرگہ حاضر ہوئے تو

---

[1] پٹن (گجرات) میں بہت سے خواجگانِ چشت آرام فرما ہیں ان میں ہر ایک اپنے وقت کا مشہور شیخ ہے۔اس کا قدیم نام ''نہروالا'' ہے

تیسرے دن کے بعد عرض کیا کہ اگر فرمان اعلیٰ ہو تو میں بڑے مخدوم زادہؒ کی زیارت کروں۔ فرمان ہوا کہ تم محمد اکبرؒ کو پہچانتے ہو عرض کیا کہ میں حضرت کو بھلا کیا پہچان سکتا ہوں........جس وقت مولانا ابوالفتحؒ کو ذکر کی تلقین اور مراقبہ کی تلقین ہوئی اور مخدوم زادہ میاں یداللہؒ میاں سفیر اللہؒ میاں احمدؒ میاں ابن رسولؒ، قاضی راجہؒ، شیخ شہاب الدین شہزادہؒ، خواجہ احمد دبیرؒ مولانا بہاؤالدین امامؒ مولانا سراج الدین خادمؒ قاضی سیف الدینؒ سید تاج الدینؒ ملک مبارکؒ ملک عثمانؒ شیخ حمیدؒ مولانا فخر الدین زرّادیؒ کے نواسہ مولانا فخر الدینؒ بعد فراغت تلقین ان سب کو واپس کر دیا اور مونا ابوالفتحؒ کو بٹھائے رکھا ارشاد فرمایا اس وقت جب کہ میں تم کو تلقین کر رہا تھا اور تمام مریدین بیٹھے حلقہ میں ذکر کر رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر صفت رضا سے تجلی فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ اب تک تم اس قدر غوغا کیا کرتے ہو ان کے بعد مولانائے مذکور کو شانہ دان سے اپنی کنگھی مرحمت فرمائی اور رخصت فرمادیا۔

ایک دوسرے وقت مولانا ابوالفتحؒ نے عرض کیا کہ بہت دن ہو گئے کہ حضرت مخدومؒ کے صدقہ کی کوئی چیز بخشش نہیں ہوئی ارشاد فرمایا جاؤ آج رات مشغول ہونا جو کچھ مقصود ہوگا حاصل ہوگا مولانائے مذکور نے اس رات میں بڑی چیزیں پائیں جس کا ذکر تقریر و تحریر میں نہیں آسکتا دوسرے دن حاضر ہو کر کیفیت گذارش کی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر مولانا برہان الدین غریبؒ کا سا بھی کوئی ہوتو بھی ایسے مرید سے در گذر نہیں کر سکتا ضرور غیرت کرے گا۔ مولانا ابوالفتحؒ نے گذارش کی کہ جو کچھ میرے پاس ہے سب حضرت مخدومؒ کا صدقہ ہے اور خود میں مخدومؒ کے غلام کا لڑکا ہوں کوئی اگر اپنا صدقہ کسی کو دے تو اس پر غیرت کیسے کرے گا ارشاد فرمایا کہ میں تم پر غیرت نہیں کرتا اگر میں غیرت کرتا تو تم کو ایسی چیزیں کیسے تلقین کرتا مولانا ابوالفتحؒ واپس آئے پھر آپ نے ارشاد فرمایا مولانا ابوالفتحؒ کھڑے رہو مولانا مذکو کھڑے ہو گئے اور کہا کہ لبیک حاضر ہوں حاضر ہوں فرمان ہوا کہ مولانا آزاد ہو کر آئے تھے اب خداوند زادہ ہو کر جاتے ہیں مولانائے مذکور نے سر زمین پر رکھ دیا پھر واپس چلے گئے۔

(صفحہ ۷۲-۷۳-۷۴-۷۵)

''سیر محمدی'' ہی میں لکھا ہے

جس زمانہ میں مولانا ابوالفتحؒ گوالیریؒ کالپی سے آئے تھے دو اور آدمی حضرت مخدومؒ کے مریدوں میں سے بھی ساتھ تھے ان دونوں صاحبوں نے حضرت مخدومؒ کی خدمت اقدس میں حلق کی درخواست کی مولانا ابوالفتحؒ کو حکم ہوا کہ تم خود ان لوگوں کو لے جاؤ اور کھڑے رہ کر ان کے سر منڈھوا دو مولانا مذکور نے سر منڈھوا دیا پھر جیسا کہ دستور ہے ان لوگوں کے گلے میں پگڑی ڈال کر سامنے لائے انھوں نے حضرت مخدومؒ کے قدم مبارک پر سر رکھا حضرت مخدومؒ نے پگڑیاں گلے سے نکال دیں ان لوگوں نے جا کر دو رکعت نماز پڑھی اور نذر لے کر حاضر ہوئے سامنے رکھ دی اور کھڑے رہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ جس طرح تم لوگوں نے آج سر منڈھا کر ایک چیز اپنے میں زیادہ کی ہے چاہئے کہ یوں ہی عمل کو بھی زیادہ کرو دونوں نے عرض کیا جو حکم ہو حضرت مخدومؒ نے مولانا ابوالفتحؒ کی طرف روئے مقدس کر کے فرمایا انھیں کچھ کرنے کو بتاؤ۔ مولانا ابوالفتحؒ سر نیچے کئے چپ رہے حضرت مخدومؒ نے پھر ارشاد فرمایا کہ میں تم سے کہہ رہا ہوں ان لوگوں کو کچھ بتاؤ مولانا نے عرض کیا جو حکم ہو پھر حکم ہوا کہ میں تو تم سے کہتا ہوں مولانا ابوالفتحؒ نے ان لوگوں سے کہا آپ ہر روز چھ رکعتیں نماز اشراق کی اور چار رکعتیں نماز چاشت کی پڑھا کریں حضرت مخدومؒ نے ارشاد فرمایا ٹھیک کہتے ہو یہ لوگ یہی کریں جس دن بندگی حضرت مخدوم خواجہؒ نے پہلے پہل مجھ سے نماز اشراق و چاشت کو فرمایا تھا تو ایسا ہی فرمایا تھا تم نے ٹھیک کہا۔ (صفحہ ۸۶-۸۷)

''سیر محمدی'' ہی میں لکھا ہے

آش کا ایک پیالہ ''حضرت مخدومؒ'' کے حضور میں رکھا جاتا تھا۔ تھوڑا سا آپ اس میں سے نوش فرمالیتے پھر جس پر کچھ نظرِ عنایت و مرحمت ہوتی اس کو مرحمت فرما دیتے تھے۔ جس زمانہ میں ''سیر محمدی'' کا کاتب گلبرگہ میں تھا شب جمعہ کو خواجہ احمد دبیرؒ کو مرحمت فرمایا تھا اور دوسری راتوں کو مولانا ابوالفتحؒ کو عطا ہوتا تھا دستِ مبارک کی ایک انگلی سے چند بوٹیاں گوشت کی اس سیخ سے جو سامنے ہوتی نکال لیتے تھے آدھی خود تناول فرماتے تھے آدھی کسی مرید کو عنایت فرما دیتے اور اگر بوٹیاں پانچ

چھ ہوتیں تو مولانا ابوالفتح کو دے دیتے اگر آپ کے سامنے حلوہ ہوتا تو اس کو بھی
ابوالفتح کو ہی دیتے ۔ ہر شب یہی عادت شریف تھی ۔ کندوری کے وقت زیادہ بات
چیت مولانا ابوالفتح سے ہوتی تھی ۔ (صفحہ ۱۰۰)

اس متذکرہ کیفیت سے مولانا ابوالفتح سے قربت اور شفقت کا علم ہوتا ہے۔

''سیر محمدی'' ہی میں لکھا ہے

''جس سال کہ مولانا ابوالفتح گوالیری گلبرگہ آئے تھے ''سیر محمدی'' کا لکھنے والا
بھی گلبرگہ میں موجود تھا یہ بھی تلقین ذکر کی خاطر حضرت مخدومؒ کی نظر کے سامنے پرانی
مسجد سے لکڑی کا گٹھا لائے تھے ۔ زیارت ہائے مذکورہ کی تھیں جب کیفیت بیان
کرنے کے لئے حاضر ہوئے تو اندر چلے گئے ۔ اس وقت حضرت خواجہ احمد دبیرؒ کی بھی
طلبی ہوئی مولانا ابوالفتح کو اور ان کو آپ نے ایک جگہ کھڑا کیا پھر ارشاد فرمایا کہ مولانا
ابوالفتح کہو زیادتوں میں کیا دیکھا اور کیا سنا مولانا ابوالفتح نے سب حال عرض کیا
حضرت مخدومؒ بیٹھے بیٹھے سب سماعت فرمارہے تھے اور خواجہ احمد دبیرؒ کھڑے کھڑے
سن رہے تھے جب مولانا ابوالفتح نے کیفیت پوری کی تو حضرت مخدومؒ نے ارشاد
فرمایا کہ مولانا ابوالفتح کو اچھی چیزیں پیش آئی ہیں ۔ خواجہ احمد دبیرؒ نے گذارش کی کہ
جس دن حضرت مخدومؒ کے غلاموں کی طبیعت کس قدر ناساز تھی اور حضور نے اس
غلام سے ارشاد فرمایا تھا کہ جاؤ اور مشغول بحق ہو کر اس علالت کا انجام دریافت
کرو تو یہ غلام حسب فرمان مشغول ہوا تھا اس وقت عالم واقعہ میں مولانا ابوالفتح
کی صورت دکھائی گئی اور ارشاد ہوا کہ ہنوز سید کو اس شخص کی تربیت کرنی باقی ہے
ابھی کوئی تردد کی جگہ نہیں غلام نے اسی زمانہ میں خدمت میں عرض کیا تھا یہ وہی ہیں
حضرت مخدومؒ نے ارشاد فرمایا اب تم دونوں آپس میں دوستی پیدا کرلو جو کچھ میں
نے تم کو اس مدت میں تلقین کیا ہے اسے ابوالفتح سے نہ چھپاؤ سب کچھ ان سے کہہ
دو اور جو کچھ میں نے ابوالفتح کو تلقین کیا ہے وہ ابوالفتح تم سے سب کہہ دیں
چھپائیں نہیں اور تم دونوں آدمی ایک ہی جگہ مشغول رہا کرو۔

(صفحہ ۱۰۷-۱۰۸-۱۰۹)

متذکرہ بالا بیان سے علم ہوتا ہے سید نا بندہ نواز خواجہ گیسو درازؒ نے اپنے مرید صادق

ابوالفتح کی تربیت خاص طور سے کی تھی ۔ انتہا یہ کہ آپ کی علالت سے شفایابی کا ایک سبب بھی
مولانا ابوالفتح کی تربیت کی تکمیل تھی اور مولانا نے بھی خود کو تابع فرمان کر رکھا تھا۔

''سیر محمدی'' ہی میں لکھا ہے۔

تمام مراقبے اور اذکار مخدوم زادگان برخوردار اور حضرت مولانا علاء الدینؒ اور
خواجہ احمد دبیرؒ اور مولانا ابوالفتح اور قاضی راجہؒ اور بعض دیگر مریدین جانتے ہیں اور ان
سے فوائد حاصل کر چکے ہیں۔ (صفحہ ۱۱۱)

''سیر محمدی'' ہی میں لکھا ہے۔

بعض اوقات آپ کسی پر مرحمت فرماتے تو کوئی آیت یا کوئی دعا بھی بتا دیا
کرتے چنانچہ مولانا نصیر الدین قاسمؒ کو ایک دعا جو الـــه الـــعـــالـمـيـن و
الآخرين سے شروع ہوتی ہے تلقین فرمائی۔

...... جب بڑے مخدوم زادےؒ کے روضہ پر بدھ کے دن مریدوں کا مجمع ہوتا تو
حضرت مخدومؒ سب کی طرف متوجہ ہوتے اور اکابر مریدین سے استفسار فرماتے کہ
میں نے تم کو یہ دعا تلقین کی ہے سب عرض کرتے نہیں تو ارشاد ہوتا کہ کل میں نے
یہ دعا مولانا ابوالفتح کو تلقین کی ہے سب لوگ یہ سن کر تعجب کرتے اور سمجھتے کہ
مولانائے مذکور پر کمال عنایت اور نوازش ہے۔ (صفحہ ۱۱۳)

مولانا ابوالفتح پر سید نا بندہ نواز خواجہ گیسو درازؒ کمال عنایت کا اعتراف سب ہی کو تھا اور
یہ کمال عنایت بے سبب نہ ہوگا ان کی اہلیت کے سبب ہوگا ان کی قابلیت اور لیاقت کے باعث
ہوگا۔

''سیر محمدی'' ہی میں لکھا ہے

''خلافت نامہ مولانا ابوالفتح بن مولانا علاء الدین گوالیریؒ اس ''سیر محمدی'' کا
لکھنے والا...... گوالیر میں حضرت مخدومؒ کے ہم رکاب تھا اسی نے خلافت نامہ کی نقل
کر کے حضرت مولانا علاء الدینؒ کو دیا تھا مولانا ابوالفتح کی خلافت کے وقت بھی
گلبرگہ میں حاضر تھا اور یہاں بھی وہ خدمت انجام دی تھی۔ (صفحہ ۱۱۶)

''یہاں بھی وہ خدمت انجام دی تھی'' سے ظاہر ہوتا ہے کہ ''خلافت نامہ'' کو نقل
کر کے دیا تھا جیسا کہ مولانا علاء الدینؒ کو دیا گیا تھا یہ بیان بھی یہ ظاہر کرتا ہے کہ ''اصل'' محفوظ

رہتا تھا اور "نفل" دی جاتی تھی۔

خلافت نامہ مولانا رکن الدین ابوالفتح بن علاء الدین گوالیریؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ساری حمد اللہ کی ہے وہ پیدا کرنے والا اور مارنے والا ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔اس کا فضل مستحکم اور خالص ہے درود اللہ کے رسول محمد ﷺ پر جو محمود ہیں اور بہترین امت کی طرف مبعوث ہوئے ہیں اور درود اُن کی آل پر جو نیک ہدایت کرنے والے اور برائیوں سے روکنے والے تھے اور ان کی مخالفت میں جان توڑ کر محنت کرتے تھے اس کے بعد بھلائیوں پر جزائے خیر دینے والے اور برائیوں پر عذابِ الٰہی سے ڈرانے والے تھے اور درود ان کے اصحاب پر جو سنت پر قائم اور آپ کے امر رشید پر چلنے والے تھے اور درود لامحدود آپ کی عترت واولاد پر جو ہادیٔ برحق اور خدا کی طرف بلانے والی تھی حمد وصلوٰۃ کے بعد واضح ہو کہ تمام مذاہب وادیان اس بات پر متفق ہیں کہ بزرگ ترین مقصد واہم ترین مطلب۔ معرفت الٰہی ہے ذاتِ باری تعالیٰ جو عیب ونقصان سے مبرا ہے اس کی معرفت دو طرح کی ہے ایک یہ کہ کفر کیا ہے خدائے عزوجل کے دلائل عقل کیا ہیں اور سنی ہوئی باتوں اور احادیث سے اس کے وجود کے اسباب وعلل کیا ہیں معرفت کی دوسری قسم وہ مشاہد ہے جس کا تعلق آنکھ سے ہے وہ مشاہد سے اس طرح حاصل ہوتی ہے کہ اس کی صفات بیان ہوسکیں یہی معرفت اصل مقصود اور لوگوں کا خاص مطلوب ہے اور یہ اس وقت حاصل ہوتی ہے جب مرشد ارشاد کرے اور ایسا ولی جو اللہ کی طرف سے مؤید اور اسرار خفی اور خدائے واحد قہار کی تجلیوں سے واقف ہو راہ بتائے ایسا شخص عارف سالک راہ واصل فاضل عالم عامل اور ملہم باللہ بھی ہوتا ہے اور شیخ کی طرف سے (اس کو) حکم ہوتا ہے کہ وہ رب الارباب کے طلب گاروں کی بیعت کے لئے ہاتھ بڑھائے اور توبہ کرائے تاکہ وہ تابعین کی عظمت وشان کو معلوم کرسکیں طلاب وہ ہیں جو حضرات صوفیہ کی راہ پر چلیں اور خورد ونوش دنیا سے بقدر کفایت حصہ لیں اور توبہ کرنے والے گناہ کے بعد ابتدائی حالت کی طرف عود کرنے والے اور سردارانِ

قوم کا دامن پکڑنے والے ہیں خرقۂ تبرک وہ ہے جو حصول برکت کے لئے ہر طالب کو دیا جاتا ہے جو دنیا کے قریب اور اہلِ دنیا کو جانتا ہو پس اے میرے باطنی فرزند رکن الدین ابوالفتح بن علاء گوالیریؒ اگر تو میرے مسلک اور راہ پر چلے گا اور اہل دنیا کے پاس آیا جایا نہ کرے گا اور تیرے دل میں غیر اللہ کا خطرہ نہ گذرے گا اور بیعت کے لئے ہاتھ بڑھائے گا اور مسند ارشاد پر بیٹھے گا تو میرا جانشین ہوگا اور اگر ایسا نہیں ہے تو مسلمانوں پر میرا خلیفہ اللہ ہے لیکن مجھ کو امید ہے کہ تو میری اقتدا اور میری روش کی حفاظت کرے گا۔ تم کو یہ بھی جاننا چاہئے کہ سوائے ایسے شخص کے جو فریبِ دنیا سے واقف ہو اپنی ذات کو چھوٹا سمجھے اور اپنی خواہشات کو ذلیل ترین تصور کرے کسی اور کو مراقبہ اور ذکر کی تلقین نہ کرنا ایسے کو ضروری ہوگا کہ خورد ونوش میں کمی کرنا شروع کرے اور خواص وعوام کی صحبت سے الگ ہو باتیں کم کرے اس کے ہاتھ زبان اور دونوں آنکھیں گوشت کے اس صنوبری شکل کے لوتھڑے کی جانب متوجہ رہیں جو بائیں جانب لٹکا ہوا ہے اس کا نام دل ہے اے طالب ارشاد میں نے جو تجھے دیا ہے لے اور جدھر میں نے اشارہ کیا ہے چل اگر ایسا کرے گا تو تیرا اشمار جماعت صوفیہ صافیہ میں ہوگا صبح وشام اور سارے دن کے اعمال کی جانچ کرلیا کر اے اللہ! یہ میری دعا ہے تو ہی اس کو قبول کرنے والا ہے میں صرف سعی کرنے والا ہوں بھروسہ تیرا ہی ہے بغیر تیری امداد کے گناہ سے بچنے کی طاقت ہے نہ عبادت کی قوت ہے اللہ درود نازل فرمائے محمد ﷺ پر اور ان کے اصحاب ذریت اور ان کے تبعین پر و السلام مع الکرام (صفحہ ۱۲۰-۱۲۱)

مولانا ابوالفتح کے ان کے والد کی طرح سیدنا بندہ خواجہ گیسو درازؒ کے فرزند سید حسین محمد اکبرؒ سے بڑے خاص روابط تھے اور ان کے حال پر ان کی بڑی مہربانی تھی۔

"سیر محمدی" میں لکھا ہے:

جب مولانا ابوالفتح گلبرگہ میں حاضر ہوئے تو مخدوم زادۂ بزرگ کی مرقد منور کی زیارت کے لئے حضرت مخدوم سے گذارش کی حضرت مخدومؒ نے ارشاد فرمایا کہ کیا تم نے انہیں پہچانا بھی ہے عرض کیا کہ غلام کو یہ مقام کب حاصل ہے کہ ان کو پہچانے ارشاد ہوا تو سنو جس توت فروش کے بچے شیخو مردود نے جو اس سے پہلے خدمت

گاری کرتا تھا اور آخر راندۂ درگاہ ہوا محمد اکبرؒ پر سحر کیا اور اس سحر کو چند مقامات پر دفن کیا تھا۔ میں محمد اکبرؒ کو دیکھنے گیا میں نے پوچھا تم کو کیا بیماری ہے جب بہت اصرار کیا تو کہا کہ فلاں نے سحر کیا ہے اور فلاں جگہ اس کو دفن کردیا ہے میں نے چند آدمی بھیجے خاص اسی جگہ سے لوگ نکال کر لائے حضرت مخدومؒ ارشاد فرماتے تھے اسی رمضان کے آخر میں جس کے بعد محمد اکبرؒ نے انتقال کیا ہے وہ ہر رات کو جلاب کھایا کرتے تھے میں نے کہا کیوں کھاتے ہو یہ تمہارے لئے مضر ہے تو کہنے لگے کہ حضرت بی بی فاطمہؓ فرماتی ہیں کہ میں اس رمضان کے مہینہ میں ہر رات تمہارے پاس رہوں گی جو کچھ جی چاہے کھاؤ کچھ مضر نہ کرے گا۔ (صفحہ ۱۲۸-۱۲۹)

''سیر محمدی'' ہی میں لکھا ہے۔

ایک دن مولانا ابوالفتح نے حضرت مخدومؒ کی خدمت میں گذارش کی کہ میں نے رات حضرت مخدوم زادۂ بزرگؒ کو عالم واقعہ میں دیکھا کہ مجھ کو یہ ذکر تلقین فرمایا ہے۔ حضرت مخدومؒ نے ارشاد فرمایا تم پر ان کی عجیب مہربانی ہے اس ذکر کو میں نے ان کے سوا کسی کو تلقین نہیں کیا تھا۔ (صفحہ ۱۳۰)

''سیر محمدی'' ہی میں لکھا ہے

ایک دن مولانا ابوالفتح نے گذارش کی کہ اس غلام کے والد مولانا علاء الدینؒ گوالیری قدس سرہٗ حضرت مخدومؒ کے منظور نظر تھے اور بندگی مخدومؒ کے بڑے صاحبزادےؒ بھی ان پر عنایت فرماتے تھے۔ اگر اس غلام پر چھوٹے مخدوم زادے شفقت فرمائیں اور ان اسرار سے جو حضرت مخدومؒ نے ارشاد فرمائے تھوڑا سا مجھے بھی حصہ عطا فرمائیں تو عین بندہ نوازی ہو حضرت مخدوم زادہ خردؒ نے ارشاد فرمایا مولانا صاحب حضرت شیخ یعنی بندگی مخدومؒ آپ کے حق میں کبھی کمی نہیں فرماتے یہی کافی ہے مولانا ابوالفتح نے پھر گذارش کی ارشاد فرمایا کہ آج تم جماعت خانہ میں رہنا تم سے کچھ کہوں گا بعد نماز عصر گھر سے تشریف لائے اور درگاہ کے سامنے کھڑے ہو کر ابوالفتح کو آواز دی۔ مولانا فوراً حاضر ہوئے فرمایا اندر آؤ ساتھ لئے ہوئے کوٹھے پر جا کر چھجہ پر بیٹھ گئے اور وہ ذکر جس سے ہر شئے کی حقیقت کا کشف ہوتا ہے تلقین فرمایا مولانا ابوالفتح نے اس سے بہتیرے اسرار دیکھے۔

(صفحات ۱۳۲-۱۳۳)

مولانا ابوالفتح نے سیدنا بندہ نواز خواجۂ گیسو درازؒ سے ان کے صاحبزادہ بزرگؒ اور صاحبزادہ خوردؒ سے فیض حاصل کیا اور ایک انفرادیت کے حامل ہوئے اور سیدنا بندہ نواز خواجۂ گیسو درازؒ نے جوان کے والد سے کہا تھا تمہاری اولاد میری اولاد ہے اس کی حقیقت واضح ہوگئی۔
''سیر محمدی'' ہی میں لکھا ہے۔

''حضرت مخدومؒ میاں ید اللہؒ کو خلوت میں اذکار مراقبات کی تلقین فرمایا کرتے تھے اور ارشاد فرماتے کہ اس کو کسی سے نہ بتانا میاں ید اللہؒ نے گذارش کی کہ مولانا ابوالفتح سے کہوں یا نہ کہوں حضرت نے ارشاد فرمایا ان سے کہہ دینا تمہارے باپ اور محمد اکبرؒ ان کے باپ مولانا علاء الدین گوالیریؒ سے بہت محبت کرتے تھے ان سے کچھ بھی نہ چھپاتے تھے تم بھی ان سے نہ چھپاؤ اسی الفت کی وجہ سے میاں ید اللہؒ اور حضرت مولانا ابوالفتح اکثر دونوں قاضی سراج الدینؒ کے جائے قیام پر یکجا مشغول بحق رہا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت مولانا ابوالفتح و مخدوم زادہ خسرو بیٹھے ہوئے تھے حضرت مخدوم نے ارشاد فرمایا مولانا ابوالفتح ید اللہ کے ساتھ ایک ہی جگہ مشغول رہا کرو ید اللہؒ اگرچہ عمر میں تم سے چھوٹے ہیں مگر میرے ہیں اس کے بعد آپ نے یہ شعر پڑھا۔

بچہ بط اگرچہ دیہ بود آب دریاش تا بسینہ بود

(صفحہ ۱۳۵-۱۳۶)

ان بیانات سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ ارشاد ''تمہاری اولاد میری اولاد ہے'' میں سچائی تھی۔

مندرجہ ذیل واقعہ بھی ''سیر محمدی'' میں ہے

منجھلی صاحبزادی حضرت مخدومؒ کی بی بی بتولؒ سید سالارؒ کے نکاح میں تھیں ان کے دولڑکے تھے ایک میاں کلمتہ اللہؒ جن کی شادی صاحبزادہ بزرگؒ کے گھر میں ہوئی تھی دوسرے میاں روح اللہؒ انھیں سلطان احمد بہنی کی طرف سے دولت خان کا خطاب ملا تھا یہ دونوں بھائی لاولد تھے۔ میاں سالار کے تین لڑکیاں تھیں ایک لڑکی میاں شمس الدین سے اور ایک لڑکی میاں عبداللہ پسر سید ابوالمعالیؒ سے بیاہی گئی سید

ابوالمعالیؒ حضرت مخدومؒ کے سالے تھے میاں عبداللہؒ کے گھر میں لڑکا ہوا تھا اس کی ولادت میں شدید درد زہ ہوا جس سے بہت ہی تعلق خاطر پیدا ہوگیا تھا حضرت مخدومؒ نے بعض مریدین سے ارشادفرمایا کہ جا کر مشغول بحق ہوں اوراس ولادت کا انجام دریافت کریں ان مریدین میں مولانا ابوالفتح بھی تھے سب لوگ جا کر مشغول بحق ہوئے۔آخر شب میں کسی نے مولانا ابوالفتح سے عالم واقعہ میں کہا کہ میاں عبداللہ کے گھر میں لڑکا پیدا ہوا ہے وہ اسی وقت حاضر خدمت ہوئے اور حضرت مخدومؒ سے کل واقعہ بیان کیا عالم واقعہ کی ساری کیفیت میاں عبداللہؒ سے بھی بیان کی اسی وقت ایک آدمی دروازہ سے دوڑا ہوا آیا اور لڑکا پیدا ہونے کی اطلاع دی سب لوگ خوش ہوئے حضرت مخدومؒ نے مولانا ابوالفتح پر بہت شفقت ومہربانی فرمائی۔

(صفحہ ۱۳۸)

اس واقعہ سے مولانا ابوالفتح کی اہمیت اور سیدنا بندہ نواز خواجۂ گیسو درازؒ کی ان پر شفقت واضح ہوتی ہے۔

اور ''**سیر محمدی**'' میں لکھا ہے

حضرت ابوالفتح بن مولانا علاء الدین گوالیریؒ نے خلافت پائی یہ بڑے متبحر عالم وفنون، صاحب تصانیف علوم ظاہر وباطن تھے علوم ظاہری کی تحصیل اپنے والد بزرگوار یعنی مولانا علاء الدین گوالیریؒ سے نیز مولانا احمد تھانیسریؒ اور ان کے بھتیجے سے کی تھی علوم باطنی ابتداء میں اپنے والد ماجد سے حاصل کئے تھے اور آخر میں حضرت مخدومؒ سے ہمیشہ متوکل رہے کسی بادشاہ کے مکان پر نہ گئے اور نہ کسی مجلس ہی میں جاتے تھے جب آپ کے والد ماجد مولانا علاء الدینؒ کا وصال ہوگیا تو وقت انتقال انھوں نے خلافت وسجادہ انہیں عطا فرمایا اور باپ کی وفات کے بعد آخر محرم ۸۱۴ھ (۸۲۱ھ ہونا چاہئے) میں مولانا ابوالفتح نے حضرت مخدومؒ کی پابوسی کا قصد کیا گلبرگہ حاضر ہوئے اور پھر کچھ تربیت حضرت مخدومؒ سے حاصل کی اور بہت کچھ ذکروں مراقبوں کو حاصل کیا اور رخصت کرنے کے وقت پندرہویں شعبان ۸۱۸ھ میں مولانا ابوالفتح نے خلعت عطا فرمائی حضرت مخدومؒ نے پورا الباس ترتیب وار نہالچہ نمکدان آپ کو مرحمت فرمایا اور گلی کے کنارے تک مشایعت فرماتے ہوئے خود

تشریف لائے سفر خرچ عطا کیا مگر مولانا ابوالفتح نے سفر خرچ لینے سے انکار کیا شیخ زادہ جلال الدین تھانیسریؒ سے حضرت نے ارشاد فرمایا کہ جاؤ اور بادشاہ کے وزیر سے ان کا سفر خرچ لادو تقریباً چار ہزار تنکہ وہ جا کر لائے مولانا ابوالفتح نے ان کو جانے سے روکا اور کہا کہ بادشاہ کے وزیر کا بھی سفر خرچ دیا ہوا میں نہ لوں گا حضرت مخدومؒ نے ارشاد فرمایا خبردار درویشی کو اس قدر استقلال ضرور چاہئے مولانا ابوالفتح کے ایک مرید نے اس کاتب 'سیر محمدی' سے یہ حکایت بیان کی تھی کہ جس زمانہ میں مولانا ابوالفتح پڑھتے تھے ان کی عمر سترہ یا اٹھارہ سال کی ہوگی آپ نے خواب میں دیکھا تھا کہ سورج چاند دونوں آپ کے سر پر نکلے ہوئے ہیں اور آپ دونوں کی روشنی میں ہیں آپ نے اس خواب کو اپنے تھانیسری استادوں سے بیان کیا انھوں نے تعبیر دی کہ آپ کی تعلیم وتربیت دو بزرگوں سے ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ حضرت مخدومؒ سے جو مثل آفتاب کے تھے آپ نے تربیت وخلافت حاصل کی اور اپنے والد ماجد سے بھی (جو) مثل ماہتاب کے تھے تربیت وخلافت پائی۔

(صفحہ ۱۴۷-۱۴۸-۱۴۹)

متذکرہ بیان میں خاص بات یہ ہے کہ سیدنا بندہ نواز خواجۂ گیسو درازؒ نے پورا الباس مرحمت فرمایا گلی کے کنارے تک مشایعت فرمائی یہ بڑے اعزاز کی اور شرف کی بات ہے۔

''**مرآۃ الاسرار**'' میں لکھا ہے

حضرت شیخ علاء الدین قریشیؒ ثانی......سیر سید محمد گیسو درازؒ کے خلیفہ تھے....حرمین شریفین کی زیارت کو گئے کتاب ''المعارف'' حضرت شیخ کو پیش کیا (کی)..... تصانیف بہت ہیں تصوف میں ''تکملہ'' آپ کی مشہور کتاب ہے....مزار.....کالپی میں حاجت روائے خلق ہے۔ (صفحہ ۱۱۱۳)

''**تذکرہ اولیائے دکن**'' میں لکھا ہے

شیخ ابوالفتح علائیؒ کالپوی۔متوفی ۸۲۲ھ.....آپ جامع علوم صوری ومعنوی تھے۔
حضرت مخدوم سید محمد الحسینی گیسو درازؒ کے مرید وخلیفہ تھے۔

صاحب کشف وکرشمہ وخرق عادت ومکاشفہ تھے حسب ارشاد مخدوم حرمین شریفین کا سفر کیا.....دوسال تک رہے مشائخ کرام اور شرفائے عظام سے فیض باطنی

پایا......مراجعت کی اور شہر کالپی میں سکونت پذیر ہوئے.....صاحب التصنیف و تالیف تھے آپ کی تالیف سے کتاب ''مشاہدہ'' کا تکملہ مشہور و متداول ہے۔
۸۶۲ھ میں رحلت کی۔ کالپی میں مدفون ہوئے۔ (ص ۴۷)

مرأۃ الاسرار کے ذریعہ ''سیر محمدی'' کے بیان کردہ حالات میں یہ اضافہ ہوتا ہے۔
''حرمین شریفین کی زیارت کو گئے'' - ''تصانیف بہت ہیں'' - ''تصوف میں تکملہ آپ کی مشہور کتاب ہے'' - ''مزار . . . کالپی میں حاجت روائے خلق ہے۔''

تذکرۂ اولیائے دکن کے ذریعہ یہ علم ہوتا ہے ''متوفی ۸۲۲ھ۔ ''**مرأۃ الاسرار**'' کے بیان ''حرمین شریفین کی زیارت کو گئے'' کی تصدیق ''حرمین شریفین کا سفر کیا'' سے ہوتی ہے اور مزید یہ علم ہوتا ہے ''حسب ارشاد مخدوم حرمین شریفین کا سفر کیا۔'' ''دو سال تک رہے۔ مشائخ کرام اور شرفائے عظام سے فیضِ باطنی پایا'' اور ''کتاب 'مشاہدہ' کا تکملہ مشہور ہے'' مرأۃ الاسرار میں حرف ''تکملہ'' تحریر ہے۔

غور طلب بات یہ ہے کہ ''**تذکرہ اولیائے دکن**'' میں پہلے متوفی ۸۲۲ھ کہا گیا اور بعد میں ۸۶۲ھ میں رحلت کی لکھا ہے۔

''**سیر محمدی**'' میں لکھا ہے:

(بندہ نوازؒ سے) . . . مولانا ابوالفتح ''تعرف'' . . . پڑھتے تھے۔

(ص ۹۹)

اس بیان سے علم ہوتا ہے مولانا نے 'تعرف' کا درس سیدنا بندہ نواز خواجہ گیسو درازؒ سے لیا تھا۔

''**سیر محمدی**'' میں لکھا ہے:

''جس سال کہ مولانا ابوالفتح گوالیاری گلبرگہ آئے تھے۔ ''سیر محمدی'' کا لکھنے والا بھی گلبرگہ میں موجود تھا یہ بھی تلقینِ ذکر کی خاطر حضرت مخدومؒ کی نظر کے سامنے پرانی مسجد سے لکڑی کا گٹھا لاتے تھے۔ زیارت ہائے مذکورہ کی تھیں۔'' (ص ۱۰۷)

اس بیان سے یہ علم ہوتا ہے کہ تلقینِ ذکر حاصل کرنے کے لئے مولانا بھی سلسلہ کے اصولوں کے پابند تھے اور تلقینِ ذکر سے سرفراز ہوئے تھے۔

''**سیر محمدی**'' ہی میں لکھا ہے:

''جب کیفیت بیان کرنے کے لئے حاضر ہوئے تو اندر چلے گئے اس وقت حضرت خواجہ احمد دبیرؒ کی بھی طلبی ہوئی۔ مولانا ابوالفتح کو اور ان کو آپ نے ایک جگہ کھڑا کیا پھر ارشاد فرمایا مولانا ابوالفتح کہو زیارتوں میں کیا دیکھا اور کیا سنا مولانا ابوالفتح نے سب حال عرض کی۔ حضرت مخدوم بیٹھے بیٹھے سب سماعت فرما رہے تھے اور خواجہ احمد دبیرؒ کھڑے کھڑے سن رہے تھے۔ جب مولانا ابوالفتح نے کیفیت پوری کی تو حضرت مخدومؒ نے ارشاد فرمایا کہ ابوالفتح کو اچھی چیزیں پیش آئی ہیں۔ خواجہ احمد دبیرؒ نے گذارش کی کہ جس دن حضرت مخدومؒ کے غلاموں کی طبیعت کسی قدر ناساز تھی اور حضور نے اس غلام سے ارشاد فرمایا تھا کہ جاؤ اور مشغول بحق ہو کر اس علالت کا انجام دریافت کرو تو یہ غلام حسبِ فرمان مشغول ہوا تھا اس وقت عالمِ واقعہ میں مولانا ابوالفتح کی صورت دکھائی گئی اور ارشاد ہوا کہ ہنوز ''سید'' کو اس شخص کی تربیت کرنی باقی ہے ابھی تردّد کی کوئی جگہ نہیں ہے غلام نے اسی زمانہ میں خدمت میں عرض کیا تھا یہ وہی ہیں حضرت مخدومؒ نے ارشاد فرمایا اب تم دونوں آپس میں دوستی پیدا کرلو جو کچھ میں نے اس مدت میں تلقین کیا ہے اسے ابوالفتح سے نہ چھپاؤ سب کچھ ان سے کہہ دو اور جو کچھ میں نے ابوالفتح کو تلقین کیا ہے وہ ابوالفتح تم سے سب کہہ دیں چھپائیں نہیں اور تم دونوں آدمی ایک ہی جگہ مشغول رہا کرو۔

(صفحات ۱۰۷-۱۰۸-۱۰۹)

اس بیان سے علم ہوتا ہے کہ ابوالفتح اور احمد دبیرؒ پر سیدنا بندہ نواز خواجہ گیسو درازؒ کی خاص عنایت اور توجہ تھی۔ ان کے مقام اعلیٰ اور بلند تھے اور ابوالفتح کی تربیت تک ان کی عمر باقی تھی۔ یہاں محبوب الٰہیؒ اور امیر خسروؒ کا وہ واقعہ یاد آتا ہے جب محبوب الٰہیؒ نے امیر خسروؒ سے کہا تھا تم میری درازیٔ عمر کی دعا کرو تمہاری زندگی میری زندگی پر موقوف ہے۔ اور ہوا بھی یہی کہ محبوب الٰہیؒ کے بعد امیر خسروؒ بھی رخصت ہوگئے۔

مندرجہ بالا بیان میں اہم بات یہ ہے کہ دو برادرانِ طریقت کو دوستی اور ایک دوسرے کو کی گئی تلقین کا اظہار ایک دوسرے پر کرنے کی ہدایت کی گئی تھی۔

''سیر محمدی'' میں لکھا ہے:

''تمام مراقبے اوراذکار . . . مولانا ابوالفتح . . . جانتے ہیں اوران سے فوائد حاصل کر چکے ہیں۔ (ص ۱۱۱)

یعنی مولانا ابوالفتح سیدنا بندہ نواز خواجہ گیسو درازؒ کے تمام مراقبوں اوراذکار کے عامل تھے۔

''سیر محمدی'' ہی میں لکھا ہے:

''جب بڑے مخدوم زادےؒ کے روضہ پر بدھ کے دن مریدوں کا مجمع ہوتا تو حضرت مخدومؒ سب کی طرف متوجہ ہوتے اوراکابر مریدین سے استفسار فرماتے کہ میں نے تم کو یہ دعا تلقین کی ہے۔ سب عرض کرتے نہیں تو ارشاد ہوتا کہ کل میں نے یہ دعا مولانا ابوالفتح کو تلقین کی ہے سب لوگ یہ سن کر تعجب کرتے اور سمجھتے کہ مولانائے مذکور پر کمالِ عنایت اورنوازش ہے۔ (ص ۱۱۳)

حامد صدیقی نے لکھا ہے۔

(۱۱) شیخ ابوالفتح ابنِ مولانا علاء الدین گوالیریؒ خلیفہ اول

نام بحوالہ ''سیرِ محمدی'' اور باقی صراحت حامد صدیقی نے کی ہے۔

صاحبِ **تذکرہ علمائے ہند** کا بیان ہے:

''شیخ ابوالفتح، سید محمد دراز (کذا) کے مرید وخلیفہ اورعلوم ظاہر وباطن میں فاضل تھے۔ زیارتِ حرمین شریفین سے مشرف ہوئے تھے۔ کتاب 'عوارف والمعارف' حضرت سید گیسو درازؒ سے پڑھی اور خلافت حاصل کی۔ نحو میں ''تکمیل'' اور تصوف میں ''مشاہدہ'' ان کی تصنیفات ہیں۔ ان کی قبر کالپی میں ہے۔ برداللہ مضجعہ [1]

صاحبِ ''**مشائخ احمد آباد**'' نے شیخ محمود راجنؒ چشتی ۹۰۱ھ کو بھی سیدنا بندہ نواز خواجہ گیسو درازؒ کا خلیفہ بتایا ہے۔ وہ کہتے ہیں۔

---

۱ ۸۶۸ھ مطابق ۴-۱۴۶۳ء میں انتقال ہوا۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو

۱) نزہۃ الخواطر جلد سوم ص ۳-۴
۲) حدائق الحنفیہ ص ۳۲۵
۳) اخبار الاخیار ص ۱۶۳
۴) خزینۃ الاصفیاء جلد اول ص ۳۹۷ (تذکرہ علمائے ہند)

''. . حضرت گیسو دراز نے سلسلۂ چشتیہ میں خلافت عطا فرمائی'' [1]

صاحبِ ''مشائخ احمد آباد'' نے شیخ محمد راجنؒ کی خلافت کا ذکر **تاریخ صوفیائے گجرات** کے بحوالہ ''**انوار العارفین**'' کیا ہے۔ لیکن میری رائے ہے کہ انھیں

''مشرفِ ارادت اورخلافت والد بزرگ خواجہ علم الدین چشتیؒ سے اورشیخ ابوالفتح قریشیؒ . . '' سے تھا۔

(''خواجگانِ چشت گجرات'' حضرت کمال الدین علامہ اوراولادوامجاد ص ۱۹)

اورشیخ ابوالفتح قریشی - خواجہ گیسو درازؒ سید محمد حسینی چشتی بندہ نواز کے خلیفہ تھے اورمحمود راجن چشتیؒ کے والد خواجہ علم الدین چشتیؒ بھی خواجہ گیسو دراز سید محمد حسینی چشتی بندہ نوازؒ کے خلیفہ تھے۔ اس طرح محمود راجن چشتیؒ کو اپنے دادا اورشیخ ابوالفتح قریشیؒ کے ذریعہ بندہ نوازؒ سے نسبت تھی۔

(''خواجگانِ چشت گجرات'' حضرت کمال الدین علامہ اوراولادِ امجاد) ص ۲۳

شیخ محمود راجنؒ چشتی کا گلبرگہ آنا نہیں ہوا اورگلبرگہ آنے کے بعد سیدنا بندہ نواز خواجہؒ گیسو درازؒ گجرات نہیں گئے اور گجرات کے قیام کے وقت دونوں کی ملاقات نہیں ہوئی۔

۱۲ —— میاں کلمۃ اللہؒ

''**سیر محمدی**'' میں لکھا ہے:

مخدوم زادہ میاں کلمۃ اللہ کو آپ نے اجازت فرمائی۔ ابتداءِ سن میں تیر وترکش کا آپ کو شوق تھا اوراسی میں وقت صرف ہوتا آخر العمر مشغولیت بحق نصیب ہوئی نظر لطیف کیمیا اثر حضرت مخدومؒ کی آپ پر بیحد تھی ہر وقت جب پان کھاتے تو منہ سے چبایا ہوا پان ان کو مرحمت فرماتے۔

''**سیر محمدی**'' ہی میں لکھا ہے:

''تمام مراقبے اوراذکار مخدوم زادان برخوردار . . . . جانتے ہیں اوران سے

---

۱ ''تاریخ صوفیائے گجرات'' بحوالہ ''انوار العارفین''
''مشائخ احمد آباد'' جلد ۲

ص۲۲۳فوائد حاصل کر چکے ہیں۔ (صفحہ۱۱۱)

یعنی کلمۃ اللہؒ سیدنا بندہ نواز خواجۂ گیسودرازؒ کے تمام مراقبوں اوراذکار کے عامل تھے۔

(سید کلمۃ الدینؒ)

''تبصرۃ الخوارقات'' میں حضرت بندگی کے خلفا کے ذیل میں لکھا ہے :

''(۱۴) حضرت بندگی مخدومؒ کے نواسے سید کلمۃ اللہ بن سالارؒ'' (صفحہ۷۵)

''جوامع الکلم'' میں ان کا ذکر ہے۔

''مولانا بہاء الدینؒ کی جانب اشارہ فرمایا جو اس زمانے میں امامت کرتے تھے اور بندگی مخدومؒ کے نواسے میاں کلمۃ اللہ حسینیؒ کو تعلیم دیتے تھے۔ خدا ان کو اپنے کرم سے علم کی انتہا تک پہنچائے، عمر دراز بخشے اور اپنے مقربان میں سے ایک مقرب شمار کرے۔ بحرمت نبی والہ الامجاد (مجلس ۶۴)

''تبصرۃ الخوارقات'' میں کلمۃ اللہ کو کلمۃ الدین کر دیا گیا ہے۔

حامد صدیقی نے لکھا ہے

حضرت سید شاہ کلمۃ اللہؒ عرف کمتو بن سید سالار لاہوری

نام بحوالہ **''سیرِ محمدی''** دیگر صراحت حامد صدیقی کی ہے۔

صاحب **''سیر محمدی''** کا بیان ہے:

یہ تمام خلفاء بارہ عدد ہوئے اس کے بعد جب آپ کا آخر وقت ہوا۔ یعنی اس دنیائے فانی سے عالم جادوانی کی طرف تشریف لے جانے کا زمانہ قریب آیا اور محبوب سے وصال کا موعودہ وقت بہت قریب پہنچ گیا تو آپ نے تیرہ آدمیوں کو اور خلافت عطا فرمائی۔ (صفحہ ۱۵۰)

یعنی بندہ نواز خواجۂ گیسودرازؒ کے کل خلفاء کی تعداد پچیس ہے یہ تمام کے تمام اپنی اپنی حیثیت اور نوعیت کے اعتبار سے اہمیت کے حامل ہیں بعض سے شجرہ بیعت جاری رہا اور بعض سے نہیں ہوا شجرہ بیعت رکھنے والے ان افراد کا تفصیلی علم نہیں ہے جن سے شجرہ بیعت جاری رہا ہے۔ یہ اپنے وقت کے قابل ذکر بزرگ ہوئے ہیں اور ان میں سے بعض تو اپنی خدمات کے

اعتبار سے بے مثال رہے ہیں۔

۱ــــ میاں سید یوسف المعروف بہ سید محمد اصغرؒ

''سیر محمدی'' میں لکھا ہے:

مخدوم زادہ خورد میاں سید یوسفؒ المعروف بہ سید محمد اصغر حضرت مخدوم کے وصال کے بعد بحکم حضرت مخدوم سجادہ نشین ہوئے ''سیر محمدی'' کا لکھنے والا بھی اس جلسہ میں موجود تھا قدم بوسی کی برکت حاصل کی تھی۔ (صفحہ۱۵۰)

''سیر محمدی'' ہی میں لکھا ہے

''تمام مراقبے اور اذکار مخدوم زادان برخوردار۔۔۔۔جانتے ہیں اور ان سے فوائد حاصل کر چکے ہیں۔ (صفحہ ۱۱۱)

''تاریخ حبیبی'' میں صرف نام لکھا ہے

مخدوم زادہ خرد سید محمد اصغر عرف میاں لہرہ (صفحہ۶۴)

اس تحریر سے عرفیت کا علم ہوتا ہے۔

''تاریخ حبیبی'' ہی میں لکھا ہے۔

''خرقہ اور سجادہ اور انگوٹھی جو میرے ہاتھ میں ہے سب محمد اصغرؒ کو عطا کرو ان کی ملک شدہ ہیں کیا۔۔۔شریعت، طریقت و حقیقت اور سہو عقل کا شہود جس کا لوگ جنون نام رکھتے ہیں کسی قدر ان پر طاری ہے پس جس کسی کو کسی جہت سے بھی وہ اجازت دیں وہ میری طرف سے مجاز سمجھا جائے۔'' (صفحہ۱۷)

اس ارشاد سے صاحب ذکر کی حیثیت کا علم ہوتا ہے۔

''تاریخ حبیبی'' ہی میں لکھا ہے

''اس کے (یعنی وفات کے) بعد میاں عبداللہؒ نے حضرت قاضی سراج الدینؒ سے فرمایا کہ حضرت مخدومؒ نے کچھ ارشاد فرمایا تھا۔ تم اس کے مضمون کو تحریر میں لے آؤ۔ چنانچہ حضرت قاضی سراج الدینؒ نے ان گیارہ اشخاص کے نام جو خلیفہ ومجاز

کیے گئے تھے اس طرح لکھے۔ حضرت خواجہ یعنی (حضرت محمد اصغر حسینیؒ) نور اللہ مرقدہٗ" (صفحہ ۷۳)

ان کا نام پہلے نمبر پر ہے۔

اور "**تاریخ حبیبی**" ہی میں لکھا ہے

"گیارہ اشخاص کا اجازت نامہ یہ ہے......... محمد اصغرؒ میری جگہ رہیں پدری حق یہ تھا جس کی نگہداشت مقصود تھی یعنی میرے بعد سجادہ پر بیٹھیں تا کہ دست بیعت دیا کریں۔ (صفحہ ۷۴)

پدری حق یہ تھا جس کی نگہداشت مقصود تھی" یہ صورت پیشرو خواجگان چشت علیہم الرضوان کی روش کے خلاف تھی۔ پہلے کسی نے بھی پدری حق اور نگہداشت مقصود کی بات نہیں کہی۔ یہاں سے باپ کے بعد بیٹے کی جانشینی کی ایک نئی روایت قائم ہوئی جو تا حال برقرار ہے۔

"**تبصرۃ الخوارقات**" میں حضرت بندگی مخدومؒ کے خلفاء کے ذیل میں لکھا ہے:

(۲) حضرت سید محمد اصغرؒ لیکن حضرت سید محمد اصغر کو از روئے شریعت و طریقت و حقیقت، خرقہ، سجادہ اور مہر عطا ہوئی۔ چنانچہ بندگی مخدومؒ نے اپنے خلافت نامہ میں فرمایا ہے کہ خرقہ، سجادہ، خاتم اور جو کچھ میرے پاس ہے وہ سب میں منتقل کرتا ہوں محمد اصغرؒ کو شریعت طریقت اور حقیقت غالباً شریعت سے طریقت اور حقیقت سے مراد اس کا باطنی علم ہے۔" (صفحہ ۴۱)

"**جوامع الکلم**" میں آپ کا ذکر ہے:

"بھائی حضرت سید یوسف بلغہ اللہ یا علی مناہ نے عرض کیا کہ مشائخ کی تعبیر گمان ہوتی ہے یا قطعی اور یقینی تو ارشاد ہوا کہ قطعی ہوتی ہے مگر عبارت اس انداز کی ہوتی ہے جو احتمال اور گمان ہر دو پر دلالت کرتی ہے جیسا کہ عقل مند منجم جو صحیح استخراج کرتے ہیں لیکن ان کی تعبیر بھی اسی صورت کی ہوتی ہے اور اسی کی دلیل لیتے ہوئے کہتے ہیں کہ ایسا ہو گا اور ایسا نہ ہو گا۔ اللہ اعلم (مجلس ۶۴)

ارشاد فرمایا کہ حضرت مخدوم زادہ خورد کے سمع مبارک تک یہ بات پہنچائی کہ کسی شخص نے ہیبت خاں کے کان پر یہ بات ڈال ہے کہ خانقاہ میں اتنا خرچ ہوتا ہے۔ (مجلس ۱۱۲)

حضرت بھائی صاحب (غالباً سید یوسفؒ) اور حضرت سید ابو المعالیؒ کو بھی طلب فرمایا گیا۔ (مجلس ۱۲۱)

حضرت بھائی سید السادات سید یوسف اطال اللہ عمرہٗ نے عرض کیا کہ بندگی مخدومؒ کی ایک باندھی امیر دار نے حکایت بیان کی کہ وضو کرانے کے لئے وہ حضرت مخدومؒ کے مقام پر انتظار میں بیٹھی ہوئی تھی تو ناگاہ دیکھا کہ ایک بوڑھا شخص کمر بند او دستار باندھے ظاہر ہوا حضرت مخدومؒ کو سلام کیا اور حضرت مخدومؒ نے جواب بھی دیا مجھے اس سے اتنی ہیبت ہوئی کہ میں بالکلیہ مبہوت ہو گئی تھی پھر کچھ دیر بات چیت ہوئی جس کو میں نہ سمجھ سکی اور وہ شخص غائب ہو گیا۔ (مجلس ۱۳۵)

میرے بھائی سید یوسف اطال اللہ عمرہٗ نے یہ واقعہ گوش گذار کیا کہ میں اور میرے بھائی یعنی کاتب "جوامع الکلم" نے یہ دیکھا کہ ہم بیٹھے ہوئے شراب پی رہے ہیں اور اسی اثناء میں ایک شخص نے ایک کتاب میرے ہاتھ میں دے دی بس اس کے ساتھ ہی میں بیدار ہو گیا تو اس کی تعبیر یہ ارشاد فرمائی کہ یہ واقعہ اشارہ کرتا ہے اس بات کی طرف کہ باوجود اس دولت کے جو تمہارے ساتھ ہے اس میں علم بھی شامل رہے گا اور علم سے تم خالی نہ رہو گے۔ (مجلس ۱۳۶)

حامد صدیقی نے لکھا ہے۔

مخدوم زادہ خرد میاں سید یوسف المعروف محمد اصغر حسینیؒ جن کا مزار مبارک حضرت کے گنبد میں بجانب مشرق میں واقع ہے۔

نام بحوالہ سیر محمدی اور مزار کی صراحت حامد صدیقی کی ہے۔

۲ ——— میاں یداللہؒ

صاحب "**سیر محمدی**" نے جہاں تیرہ آدمیوں کی خلافت کا ذکر کیا ہے لکھا ہے:

"دوسرے مخدوم زادہ میاں یداللہؒ" (صفحہ ۱۵۰)

اور "**سیر محمدی**" کے صفحہ ۳۷ کے حاشیہ پر لکھا ہے

"آپ حضرت بندہ نوازؒ کے چھوٹے بیٹے سید محمد اصغر حسینیؒ کے فرزند تھے اور

اپنے دادا کے سجادہ نشین ہوئے۔گلبرگہ شریف میں آپ کا روضہ 'روضۂ خورد' کے نام سے مشہور ہے۔'' (صفحہ۷۳)

''سیرِ محمدی''، ہی میں لکھا ہے:

''صبح کی نماز کے بعد آپ (بندہ نواز) چہل اسم پڑھا کرتے اور بعض مریدوں کو بھی پڑھنے کا حکم صادر فرماتے تھے۔آخرِ عمر میں مخدوم زادہ میاں یداللہ تعالیٰ عمرہٗ باآوازِ بلند حضرت مخدومؒ کے سامنے پڑھا کرتے تھے اور دعائے استفتاح عصر کی نماز کے بعد بلاناغہ پڑھتے تھے . . . ہر روز بعد نماز ظہر بحکم بندگی حضرت مخدومؒ تلاوتِ قرآن بھی سامنے کرتے . . . اور یہ تلاوت مراقبہ تلاوت کے ساتھ ہوتی۔'' (صفحہ۸۵)

اس بیان سے یہ علم ہوتا ہے کہ سیدنا بندہ نوازؒ خواجہ گیسو درازؒ نے آخر عمر میں اپنی موجودگی میں میاں یداللہؒ کو اپنی نیابت سونپ دی تھی۔

''سیرِ محمدی''، ہی میں لکھا ہے:

''(بندہ نوازؒ سے) مخدوم زادہ میاں یداللہؒ 'مصباح' پڑھتے تھے، اس کے بعد کافیہ شروع کر دی تھی۔'' (صفحہ۹۹)

اس بیان سے علم ہوتا ہے پہلے ''مصباح'' پڑھتے تھے پھر ''کافیہ'' کا درس شروع کیا تھا۔

اور ''سیرِ محمدی'' ہی میں لکھا ہے:

''تمام مراقبے اور اذکار مخدوم زادان برخوردار . . . جانتے تھے اور ان سے فوائد حاصل کر چکے ہیں۔ (صفحہ۱۱۱)

یعنی میاں یداللہؒ سیدنا بندہ نواز خواجہ گیسو درازؒ کے تمام مراقبوں اور اذکار کے عامل تھے۔

''تاریخِ حبیبی''، میں لکھا ہے۔

''القصہ سات لوگوں کو اجازت عطا ہوئی ہے یعنی حضرت میاں یداللہؒ۔'' (صفحہ۷۳)

''تاریخِ حبیبی''، میں ہی لکھا ہے۔

''اس کے (یعنی وفات کے) بعد میاں عبداللہؒ نے حضرت قاضی سراج الدینؒ سے فرمایا کہ حضرت مخدومؒ نے کچھ ارشاد فرمایا تھا تم اس کے مضمون کو تحریر میں لے آؤ۔ چنانچہ حضرت قاضی سراج الدینؒ نے ان گیارہ اشخاص کے نام جو خلیفہ ومجاز کئے گئے تھے اس طرح لکھے۔ شیخ حبیب اللہ المعروف بہ میاں یداللہؒ'' (صفحہ۷۳)

مندرجہ بالا عبارت میں یداللہؒ سے پہلے حبیب اللہ کا اضافہ ہے ان کا نام دوسرے نمبر پر ہے۔

اور ''تاریخِ حبیبیؒ'' میں ہی لکھا ہے۔

''سپردِ قلم . . . گیارہ اشخاص کا اجازت نامہ یہ ہے . . . شاہ یداللہ کو بھی اجازت ہے کہ دستِ بیعت دیا کریں'' (صفحہ۷۴)

''تبصرۃ الخوارقات'' میں حضرت بندگی مخدومؒ کے خلفاء کے ذیل میں لکھا ہے

(۲۲) شاہ یداللہ (صفحہ۷۵)

ملفوظ ''محبت نامہ'' میں

''شیخ الشیوخ قطب المشائخ والدین خواجہ حبیب اللہ ابوالمرشد المخاطب بمقبول الحضرت یداللہ حسینیؒ لکھا ہے۔'' (صفحہ۸)

حامد صدیقی نے لکھا ہے:

''مخدوم زادہ میاں یداللہ عرف قبول اللہ حسینیؒ صاحب روضۂ خورد آپ کا مزارِ اقدس ''روضۂ خورد'' سے موسوم ہے۔ (بحوالہ ''سیر محمدی'')

سیدنا بندہ نواز خواجہ گیسو درازؒ سے شجرۂ بیعت رکھنے والے نامور حضرات آپ ہی کے ذریعہ ان تک پہنچے ہیں۔آپ غیر معمولی خوبیوں کے حامل تھے، شہرت وعظمت رکھتے تھے، جانشینِ بندہ نوازؒ تھے۔قبولیتِ عام کے درجہ پر فائز تھے اور روضۂ خورد کی سجادہ نشینی آپ ہی سے جاری ہے۔ان کا تفصیلی ذکر خیر آگے کیا جائے گا۔

۳ —— میاں سفیر اللہؒ

صاحبِ ''سیرِ محمدی'' نے جہاں تیرہ آدمیوں کی خلافت کا ذکر کیا ہے لکھا ہے:

''تیسرے مخدوم زادہ میاں سفیر اللہؒ'' (صفحہ۱۵۰)

''سیرِ محمدی''ہی میں لکھا ہے:

(بندہ نواز سے) میاں سفیر اللہ 'پنج گنج' پڑھتے تھے۔ (صفحہ ۹۹)

اس بیان سے علم ہوتا ہے میاں سفیر اللہؒ نے سیدنا بندہ نواز خواجہ گیسودرازؒ سے درس لیا ہے۔

''سیرِ محمدی''ہی میں لکھا ہے:

''تمام مراقبے اوراذ کار مخدوم زادان برخوردار . . . جانتے ہیں اور ان سے فوائد حاصل کر چکے ہیں۔ (صفحہ ۱۱۱)

یعنی میاں سفیر اللہؒ سیدنا بندہ نواز خواجہ گیسودرازؒ کے تمام مراقبوں اوراذ کار کے عامل تھے۔

''تاریخ حبیبی''میں لکھا ہے۔

''القصہ سات لوگوں کو اجازت عطا ہوئی ہے یعنی . . . حضرت میاں سفیر اللہ''

(ص ۷۳)

''تاریخِ حبیبی''ہی میں لکھا ہے:

''اس کے (یعنی وفات کے) بعد میاں عبداللہؒ نے حضرت قاضی سراج الدینؒ سے فرمایا کہ حضرت مخدومؒ نے کچھ ارشاد فرمایا تھا تم اس کے مضمون کو تحریر میں لے آؤ۔ چنانچہ حضرت قاضی سراج الدینؒ نے ان گیارہ اشخاص کے نام جو خلیفہ مجاز کیئے گئے تھے اس طرح لکھے . . . حضرت میاں سفیر اللہ'' (صفحہ ۷۳)

ان کا نام تیسرے نمبر پر ہے۔

اور''تاریخِ حبیبی''میں لکھا ہے:

''سپردِ قلم . . . گیارہ اشخاص کا اجازت نامہ یہ ہے . . . میاں سفیر اللہ اگر بادشاہی نوکری ترک کر دیں تو انھیں بھی اجازت ہے کہ وہ دستِ بیعت دیا کریں۔''

(صفحہ ۷۴)

یہ اجازت شرط کے ساتھ ہے اور یہ شرط خواجگانِ چشت علیہم الرضوان کے طریقہ کے عین مطابق ہے۔

''تبصرۃ الخوارقات''میں حضرت بندگی مخدومؒ کے خلفاء کے ذیل میں لکھا ہے

(۲۳) سفیر اللہؒ (صفحہ ۷۵)

''سیفر اللہ'' کتابت کی غلطی ہے سفیر اللہؒ ہونا چاہئے۔

حامد صدیقی نے لکھا ہے:

''مخدوم زادہ میاں سید سفیر اللہ حسینیؒ جو بڑے صاحبزادے حضرت سید محمد اکبر حسینیؒ کے فرزند تھے، جن کا مزارِ مبارک گنبد حضرت خواجہ میں بجانبِ مغرب واقع ہے۔

نام بحوالہ''سیرِ محمدی''لکھا ہے اور مزار کی صراحت حامد صدیقی نے کی ہے۔

آپ سے اولاد کا سلسلہ جاری ہے۔ روضۂ بزرگ کے موجودہ سجادہ نشین ڈاکٹر خسرو حسینی آپ ہی کی اولاد سے ہیں۔ آپ کی اولاد میں بعض اہم بزرگ ہوئے ہیں۔

۴ —— میاں عبداللہؒ

صاحبِ''سیرِ محمدی''نے جہاں تیرہ آدمیوں کی خلافت کا ذکر کیا ہے لکھا ہے:

''چوتھے میاں عبداللہ بن سید ابوالمعالیؒ'' (صفحہ ۱۵۱)

''سیرِ محمدی''ہی میں لکھا ہے:

''تمام مراقبے اوراذ کار مخدوم زادان برخوردار . . . جانتے ہیں اور ان سے فوائد حاصل کر چکے ہیں۔ (صفحہ ۱۱۱)

یعنی میاں عبداللہؒ سیدنا بندہ نواز خواجہ گیسودرازؒ کے تمام مراقبوں اوراذ کار کے عامل تھے۔

''تاریخ حبیبی''میں لکھا ہے۔

''عبداللہؒ بھی بیعت کے لئے ہاتھ دے'' (صفحہ ۷۲)

''تاریخ حبیبی'' ہی میں لکھا ہے۔

''القصہ سات لوگوں کو اجازت عطا ہوئی ہے . . . حضرت میاں عبداللہؒ''

(صفحہ ۷۳)

''تاریخ حبیبی''ہی میں ہے۔

''اس کے (یعنی وفات کے) بعد میاں عبداللہؒ نے حضرت قاضی سراج الدینؒ سے فرمایا کہ حضرت مخدومؒ نے کچھ ارشاد فرمایا تھا تم اس کے مضمون کو تحریر میں لے آؤ۔ چنانچہ حضرت قاضی سراج الدینؒ نے ان گیارہ اشخاص کے نام جو خلیفہ ومجاز

کئے گئے تھے اس طرح لکھے یعنی۔ ۔ حضرت میاں عبداللہؒ بن سید ابولمعالی''

(صفحہ ۷۲)

اس عبارت سے واضح ہے گیارہ نام حسب ارشاد سیدنا بندہ نواز خواجہ گیسودرازؒ اور حسبِ فرمائش میاں عبداللہ قاضی سراج الدینؒ نے تحریر کئے۔ اب نہیں معلوم ترتیب حسبِ ارشاد ہے یا قاضی صاحبؒ کی اپنی ہے۔ میاں عبداللہؒ کا نام نمبر چار پر ہے۔

''تاریخِ حبیبی''، ہی میں لکھا ہے:

''سپردِ قلم ۔ ۔ ۔ اجازت نامہ یہ ہے۔ ۔ ۔ عبداللہ بھی دستِ بیعت دیا کریں انھیں بھی اجازت ہے۔''

(صفحہ ۷۴)

''تبصرۃ الخوارقات''، میں حضرت بندگی مخدومؒ کے خلفاء کے ذیل میں لکھا ہے

(۲۴) میاں عبداللہؒ (صفحہ ۷۵)

حامد صدیقی نے لکھا ہے:

''میاں عبداللہؒ پسر سید ابوالمعالیؒ'' (بحوالۂ سیر محمدی)

۵ ——— قاضی راجاؒ

صاحبِ **'سیرِ محمدی''** نے جہاں تیرہ آدمیوں کی خلافت کا ذکر کیا ہے لکھا ہے:

پانچویں قاضی راجہؒ آپ پہلے گلبرگہ میں صدر جہاں تھے آپ کے بھائی والد بھی صدر جہانی کے عہدہ ممتاز تھے آپ نوکری چھوڑ کر تارک ہوگئے اور مشغول بحق ہوئے۔

(صفحہ ۱۵۱)

'سیرِ محمدی'' ہی میں لکھا ہے:

(بندہ نوازؒ سے) قاضی راجہؒ ''ملتقط'' حضرت مخدومؒ کی تصنیف کردہ تفسیر پڑھا کرتے تھے۔

(صفحات ۹۸-۹۹)

اس بیان سے قاضی راجہؒ کے سیدنا بندہ نواز خواجہ گیسودرازؒ سے درس کا علم ہوتا ہے۔

اور **'سیرِ محمدی''**، ہی میں لکھا ہے:

''تمام مراقبے اوراذکار قاضی راجاؒ ۔ ۔ جانتے ہیں'' (صفحہ ۱۱۱)

یعنی قاضی راجہؒ سیدنا بندہ نواز خواجہ گیسودرازؒ کے تمام مراقبوں اوراذکار کے عامل تھے

''تاریخ حبیبی''، میں لکھا ہے۔

''قاضی راجہؒ بیعت کے لئے ہاتھ دے'' (صفحہ ۷۲)

''تاریخ حبیبی''، ہی میں لکھا ہے۔

''اس کے (یعنی وفات کے) بعد میاں عبداللہؒ نے حضرت قاضی سراج الدینؒ سے فرمایا کہ حضرت مخدومؒ نے کچھ ارشاد فرمایا تھا تم اس کے مضمون کو تحریر میں لے آؤ۔ چنانچہ حضرت قاضی سراج الدینؒ نے ان گیارہ اشخاص کے نام جو خلیفہ ومجاز کئے گئے تھے اس طرح لکھے۔ ۔ شیخ منہاج الدین عرف قاضی راجاؒ''

(صفحات ۷۳-۷۴)

اس عبارت سے علم ہوتا ہے کہ قاضی راجاؒ کا نام منہاج الدینؒ تھا۔ ان کا نام نمبر ۵ پر ہے۔

اور **''تاریخِ حبیبی''**، ہی میں لکھا ہے:

''سپردِ قلم ۔ ۔ اجازت نامہ یہ ہے۔ ۔ ۔ قاضی راجاؒ بھی دستِ بیعت دیا کریں انھیں بھی اجازت ہے۔'' (صفحہ ۷۴)

''تبصرۃ الخوارقات''، میں حضرت بندگی مخدومؒ کے خلفاء کے ذیل میں لکھا ہے:

(۲۶) قاضی راجاؒ (صفحہ ۷۵)

حامد صدیقی نے لکھا ہے:

''قاضی راجاؒ گلبرگوی'' (بحوالۂ سیر محمدی)

۶ ——— شیخ زادہ شہاب الدینؒ

صاحب **'سیرِ محمدی''** نے جہاں تیرہ آدمیوں کی خلافت کا ذکر کیا ہے لکھا ہے:

''چھٹے شیخ زادہ شہاب الدینؒ عالم تھے ہمیشہ پڑھایا کرتے تھے آپ کے والد شیخ سلیمانؒ گلبرگہ میں بڑے بزرگ شیخ تھے جن کو نسبتِ خلافت شیخ الاسلام زین الدینؒ[1] دولت آبادی سے تھی۔'' (صفحہ ۱۵۱)

---

[1] زین الدینؒ نظام الدین اولیاءؒ کے مشہور خلیفہ برہان الدین غریب کے جانشین تھے۔ بندہ نوازؒ کے معاصر ہیں اور …ے بزرگ ہیں۔

اس بیان سے علم ہوتا ہے کہ بندہ نوازؒ نے اپنے سلسلۂ چشتیہ کے ایک معاصر بزرگ کے خلیفہ کو بھی خلافت دی تھی۔

''سیرِ محمدی''، ہی میں لکھا ہے:

(بندہ نوازؒ سے) شیخ زادہ شہاب الدینؒ ''قوت القلوب'' ۔ ۔ پڑھتے تھے۔ (صفحہ ۹۹)

ملک زادہ عزّ الدینؒ، ملک زادہ شہاب الدینؒ جو ملک قبطی مستوفی (صدر محاسب) ممالک چیکنی (کذا) کے لڑکے تھے۔ ''آداب المریدین'' پڑھتے تھے۔ (صفحہ ۹۹)

''تاریخ حبیبی''، ہی میں لکھا ہے۔

''اس کے (یعنی وفات کے) بعد میاں عبداللہؒ نے حضرت قاضی سراج الدینؒ سے فرمایا کہ حضرت مخدومؒ نے کچھ ارشاد فرمایا تھا تم اس کے مضمون کو تحریر میں لے آؤ۔ چنانچہ حضرت قاضی سراج الدینؒ نے ان گیارہ اشخاص کے نام جو خلیفہ و مجاز کئے گئے تھے اس طرح لکھے۔ ۔ ۔ شیخ زادہ شہاب الدین بن شیخ سلیمانؒ''

(صفحات ۷۳-۷۴)

اور ''تاریخ حبیبی''، ہی میں لکھا ہے:

''سپردقلم ۔ ۔ ۔ اجازت نامہ یہ ہے۔ ۔ ۔ شیخ زادہ شہاب الدینؒ کو بھی اجازت ہے وہ بھی دستِ بیعت دیا کریں۔'' (صفحہ ۷۴)

ان کا نام نمبر (۶) پر ہے۔

''تبصرۃ الخوارقات''، میں حضرت بندگی مخدومؒ کے خلفاء کے ذیل میں لکھا ہے:

(۲۷) شیخ زادہ شہاب الدینؒ (صفحہ ۷۵)

حامد صدیقی نے لکھا ہے:

(۱۸) ''شیخ شہاب الدینؒ فرزند شیخ سلیمان گلبرگویؒ'' (بحوالہ سیرِ محمدی)

۔۔۔۔ بہاء الدین دہلویؒ (مولانا)

''سیرِ محمدی''، میں لکھا ہے:

جب حضرت مخدومؒ بہادر پور پہنچے تو ملک محمد علی خاں افغان، مولانا بہاء الدین دونوں مرید حضرت مخدومؒ کے استقبال کے لئے نکلے، آپ کے لئے قصبہ کے اندر مکانات خالی کرادیئے اور آپ کو ان میں قیام پذیر کیا۔ (صفحہ ۴۳)

غور طلب ہے کہ کیا بہاء الدینؒ بہادر پورہ میں مقیم تھے یا ان کو دہلی سے پہلے روانہ کیا گیا تھا؟

''سیرِ محمدی''، ہی میں لکھا ہے

حضرت مخدومؒ نے مولانا بہاء الدینؒ کو اپنا وکیل مقرر فرمایا تا کہ جو کوئی حضرت مخدومؒ کا مرید ہو مولانا بہاء الدینؒ حضرت کی طرف ٹوپی دے دیا کریں (صفحہ ۴۳)

یہ علم ہوتا ہے کہ گلبرگہ میں خلافت دینے سے پہلے ہی ان کی اہلیت کا اندازہ تھا۔ پہلے وکیل بنایا پھر خلافت دی۔

''سیرِ محمدی''، میں لکھا ہے

''مولانا بہاء الدین امام غسل دیں۔ ۔ ۔ یہ آپ نے وصیت فرمائی تھی۔ (صفحہ ۴۴)

اس وصیت سے مولانا کی عظمت کا اندازہ ہوتا ہے۔ سیدنا بندہ نواز خواجۂ گیسو درازؒ نے بھی اپنے پیر چراغ دلیؒ کو غسل دیا تھا۔

''سیرِ محمدی'' ہی سے یہ اطلاع ملتی ہے

''گلبرگہ میں مولانا بہاء الدینؒ امام امامت کرتے تھے۔ (صفحہ ۸۴)

اور ''سیرِ محمدی'' ہی سے یہ علم ہوتا ہے۔

''میاں یداللہؒ ۔ ۔ ۔ ۔ ہر روز بعد ظہر بحکم بندگی حضرت مخدومؒ تلاوتِ کلام بھی سامنے کرتے۔ ۔ ۔ اور یہ تلاوت، مراقبہ تلاوت کے ساتھ ہوتی۔ ۔ ۔ آخر عمر میں مولانا بہاء الدین امامؒ بلند آواز سے پڑھا کرتے تھے۔ (صفحہ ۸۵)

یہ علم ہوتا ہے کہ جو ذمہ داری، جانشین سیدنا بندہ نوازؒ خواجۂ گیسو درازؒ میاں یداللہؒ کی تھی

اسے مولانا بھی ادا کرتے تھے۔ اس سے مولانا کی قدر ومنزلت کا اندازہ ہوتا ہے۔
اور صاحبِ ''**سیرِ محمدی**'' نے جہاں تیرہ آدمیوں کی خلافت کا ذکر کیا ہے وہاں لکھا ہے۔

''ساتویں مولانا بہاء الدین دہلویؒ تھے جو مولانا ضیاء الدین سنائیؒ کے خاندان سے تھے، آپ عالم، مجرد، پرہیزگار، مشغول بحق تھے۔ کئی برس تک آپ نے امامتِ نماز حضرت مخدومؒ کی ہے۔ (ص ۱۵۱)

اس بیان سے ''**سیر محمدی**'' ہی کے بیان '**امامت کرتے تھے**' (ص ۸۴) کی توثیق ہوتی ہے اور یہ علم ہوتا ہے کہ ''ثنائی'' خاندان سے تھے۔
''**تاریخِ حبیبی**'' میں لکھا ہے۔

ایک روز حضرت مخدومؒ نے فرمایا کہ مولانا بہاء الدینؒ تم جانتے ہو؟ کہ مسجد انار کہاں واقع ہے۔ مولانا بہاء الدینؒ نے عرض کی جی ہاں! بندہ کو معلوم ہے۔

اس بیان سے مولانا کے قیام دہلی کا علم ہوتا ہے چونکہ یہ گفتگو ۷۸۲ھ میں دہلی سے روانگی سے پہلے کی ہے۔
مولانا کا نام صاحبِ ''**تاریخِ حبیبی**'' نے نہایت ادب واحترام اور القاب کے ساتھ لیا ہے۔ ''**تاریخ حبیبی**'' میں لکھا ہے

''معین المشائخ، ملجاء فقرا منجاء غربا محبِّ اہلِ اسلام محبوبِ خاص وعام مقبولِ حضرت رب العالمین قاضی نور الملۃ والدین حضرت خواجہ بہاء الدینؒ
(صفحہ ۶۴)

اور ''**تاریخِ حبیبی**'' ہی میں خلفاء میں ان کا نام اس طرح لکھا ہے
مولانا بہاء الدینؒ بن شہر اللہ دہلوی (صفحہ ۷۱)
اس تحریر سے ان کے والد کے نام ''شہر اللہ'' کا علم ہوتا ہے۔
''۸--- مولانا بہاء الدین بن شہر اللہ دہلویؒ'' (صفحہ ۷۱)
اور ''**تاریخِ حبیبی**'' ہی میں لکھا ہے

''اس کے (یعنی وفات کے) بعد میاں عبداللہؒ نے حضرت قاضی سراج الدینؒ سے فرمایا کہ حضرت مخدومؒ نے کچھ ارشاد فرمایا تھا۔ تم اس مضمون کو تحریر میں لے آؤ چنانچہ حضرت قاضی سراج الدینؒ نے ان گیارہ اشخاص کے نام جو خلیفۂ مجاز تھے۔ اس

طرح لکھے۔ . . قاضی بہاء الدینؒ
ان کا نام نمبر (۷) پر ہے۔ (صفحات ۷۳-۷۴)
اور لکھا ہے۔

''سیر قلم . . . . اجازت نامہ یہ ہے۔ . . . مولانا بہاء الدین کو بھی اجازت ہے۔ وہ دستِ بیعت دیا کریں۔ (صفحہ ۷۴)

اور ''**تبصرۃ الخوارقات**'' میں حضرت بندگی مخدومؒ کے خلفاء کے ذیل میں لکھا ہے
(۱۷) بہاء الدین شہریار دہلویؒ (صفحہ ۷۵)

''**تبصرۃ الخوارقات**'' میں نام کے ساتھ شہریارؒ کا اضافہ ہے۔ ''**سیری محمدی**'' اور ''**تاریخ حبیبی**'' میں والد کا نام ''شہر اللہ'' ضرور لکھا ہے۔ کہیں شہر اللہ کو شہریار لکھنا سہو کتابت تو نہیں ہے اور ایک بات یہ ہے کہ سراج الدینؒ کے نام کے ساتھ بھی ''شہریار'' لکھا ہے۔ کیا وہ ان کے بھائی تھے؟ یا کوئی اور رشتہ رکھتے تھے؟ یہاں بھی کہیں شہریار کو شہر اللہ سے تبدیل تو نہیں کر دیا ہے؟ غور طلب امور ہیں۔
مولانا بہاء الدینؒ کا ''**جوامع الکلم**'' میں بھی ذکر آیا ہے۔

مولانا بہای الدینؒ کی جانب سے اشارہ فرمایا جو اس زمانے میں امامت کرتے تھے اور بندگی مخدومؒ کے نواسے میاں کلمۃ اللہ حسینیؒ کو تعلیم دیتے تھے۔ (مجلس ۶۴)

اس تحریر سے امامت کی تصدیق کے ساتھ مزید یہ علم ہوتا ہے کہ میاں کلمۃ اللہ حسینیؒ کو تعلیم دیتے تھے۔
حامد صدیقی نے لکھا ہے
مولانا بہاء الدین دہلویؒ

مختصر یہ کہ تمام حوالجات کی روشنی میں یہ علم ہوتا ہے کہ معین المشائخ ملجاء فقراء منجاء غرباء محبّ اہل اسلام محبوبِ خاص و عام، مقبول حضرت رب العالمین، قاضی نور الملۃ والدین حضرت بہاء الدینؒ ابنِ شہر اللہ (شہریار) مولانا ضیاء الدین سنائی کے خاندان سے تھے، عالم مجرد، پرہیزگار، مشغول بحق تھے۔ خلافت ملنے سے پہلے بہادر پور میں وکیل مقرر ہوئے تھے۔ دہلی سے گلبرگہ کے سفر کے وقت بہادر پورہ میں بحیثیت مرید استقبال کیا اور قیام کا انتظام کیا تھا۔ سیدنا بندہ نواز خواجہ گیسو درازؒ کے سامنے ان کی آخری عمر میں تلاوت قرآن بلند آواز سے

کرتے تھے۔ بندہ نوازؒ کے نواسے میاں کلمۃ اللہ حسینیؒ کو تعلیم دیتے تھے۔ بندہ نوازؒ کی زندگی میں کئی برس تک ان کی امامت کے فرائض انجام دیئے تھے اور حسبِ وصیت بندہ نوازؒ کی رحلت کے وقت انھیں غسل دیا تھا اور حسبِ ارشاد خلفاء کے لئے ''اجازت نامہ'' اپنے قلم سے تحریر کیا تھا۔

۸ —— قاضی سراج الدینؒ

صاحب ''سیرِ محمدی'' نے جہاں تیرہ آدمیوں کی خلافت کا ذکر کیا ہے لکھا ہے:

'' آٹھویں قاضی سراج الدینؒ تھے جنھوں نے سالہا سال حضرت مخدومؒ کی خدمت گزاری کی ہے اور جماعت خانہ میں سبق پڑھا کرتے تھے'' (صفحہ ۱۵۱)

''سیرِ محمدی'' ہی میں لکھا ہے:

''مولانا سراج الدینؒ پانی ڈالیں. . . یہ آپ نے (بندہ نوازؒ نے) وصیت فرمائی تھی۔''

سیدنا بندہ نواز خواجہ گیسو درازؒ کی اس وصیت سے اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا کا شیخ کی نظر میں کیا مقام تھا۔

''تاریخ حبیبی'' میں لکھا ہے:

''رحلت فرمانے کو چند روز رہ گئے تو آپ نے خود زبانِ مبارک سے کچھ ارشاد فرمایا۔ اس کے (یعنی وفات کے) بعد میاں عبداللہؒ نے حضرت قاضی سراج الدینؒ سے فرمایا کہ حضرت مخدومؒ نے کچھ ارشاد فرمایا تھا۔ تم اس کے مضمون کو تحریر میں لے آؤ۔ چنانچہ حضرت قاضی سراج الدینؒ نے ان گیارہ اشخاص کے نام جو خلیفہ اور مجاز کئے گئے تھے اس طرح لکھے۔ یعنی . . قاضی سراج الدین۔''

(صفحات ۴۷-۴۸)

اور ''تاریخ حبیبی'' ہی میں لکھا ہے:

''سپردِ قلم . . . اجازت نامہ یہ ہے. . . مولانا سراج الدینؒ بھی اگر دربارِ شاہی کی آمد و رفت ترک کردیں تو انھیں بھی اجازت ہے۔''

خلافت نامہ میں اجازت جس شرط کے ساتھ ہے وہ بیشتر خواجگانِ چشت علیہم

الرضوان کی روش کے عین مطابق ہے۔

ان کا نام نمبر (۸) پر ہے۔

''تبصرۃ الخوارقات'' میں حضرت بندگی مخدومؒ کے خلفاء کے ذیل میں لکھا ہے:

(۳۰) قاضی سراج الدینؒ (ص ۷۵)

حامد صدیقی نے لکھا ہے:

''قاضی سراج الدینؒ'' (بحوالۂ سیر محمدی)

۹ —— قاضی سیف الدینؒ

صاحبِ ''سیرِ محمدی'' نے جہاں تیرہ آدمیوں کی خلافت کا ذکر کیا ہے لکھا ہے:

''نویں قاضی سیف الدینؒ لکھنؤ کے رہنے والے تھے۔ یہ وہاں کے بزرگ زادے تھے آپ کا خاندان علماء و مشائخ کا خاندان تھا جو سب اہل علم و فضل و سماع تھے'' (صفحہ ۱۵۱)

''تاریخ حبیبی'' میں خلفا میں نام ہے۔

۹- سیف الدین لکھنویؒ (صفحہ ۱۷)

حامد صدیقی نے لکھا ہے:

(۲۱) قاضی سیف الدین لکھنوی (بحوالۂ سیر محمدی)

۱۰ —— ملک زادہ عزّ الدینؒ

۱۱ —— ملک شہاب الدینؒ

صاحب ''سیرِ محمدی'' نے جہاں تیرہ آدمیوں کی خلافت کا ذکر کیا ہے لکھا ہے:

''دسویں ملک زادہ عزّ الدینؒ اور گیارہویں ملک شہاب الدینؒ یہ دونوں ملک قطب الدینؒ چکنی کے لڑکے تھے۔ یہ دونوں پڑھتے پڑھاتے تھے اور ذکر و مراقبہ کے ساتھ پورا پورا ذوق رکھتے تھے'' (صفحہ ۱۵۲)

''تاریخ حبیبی'' میں لکھا ہے:

''رحلت فرمانے کو چند روز رہ گئے تو آپ نے خود زبانِ مبارک سے کچھ ارشاد فرمایا۔ اس کے (یعنی وفات کے) بعد میاں عبداللہؒ نے حضرت قاضی سراج الدینؒ سے فرمایا کہ حضرت مخدومؒ نے کچھ ارشاد فرمایا تھا تم اس کے مضمون کو تحریر میں لے آؤ۔ چنانچہ حضرت قاضی سراج الدینؒ نے ان گیارہ اشخاص کے نام جو خلیفہ اور مجاز کئے گئے تھے اس طرح لکھے . . . ملک عزّ الدین بن قطبؒ''

(صفحات ۷۳-۷۴)

اور ''تاریخ حبیبی'' ہی میں لکھا ہے:

''سپردقلم . . . اجازت نامہ یہ ہے . . . ملک عزیز الدینؒ (عزالدین ہونا چاہئے) اور ملک شہاب الدینؒ بھی اگر بادشاہ کی خدمت ترک کردیں تو انھیں اجازت ہے کہ دستِ بیعت دیا کریں۔'' (صفحہ ۷۴)

ان کا نام نمبر (۹) پر ہے۔

اجازت اور دستِ بیعت کے ساتھ شرط پیشرو خواجگانِ چشت علیہم الرضوان کی روش کے عین مطابق ہے۔

''**تبصرۃ الخوارقات**'' میں حضرت بندگی مخدومؒ کے خلفاء کے ذیل میں لکھا ہے:

(۲۲) ملک عزالدین بن عماد الملک قطبؒ (صفحہ ۷۵)

حامد صدیقی نے لکھا ہے:

(۲۳) ''ملک زادہ شہاب الدینؒ بردو فرزندان ملک قطب الدین''

(بحوالۂ سیر محمدی)

''**سیر محمدی**'' میں انھیں ملک قطب الدین چکنیؒ کا لڑکا لکھا ہے۔ ''**تاریخ حبیبی**'' میں ملک عزالدینؒ بن قطب لکھا ہے اور مندرجہ عبارت میں ملک عزالدین بن عماد الملک قطب . . یعنی عماد الملک کا اضافہ ہے۔

حامد صدیقی نے لکھا ہے:

(۲۲) ''ملک زادہ عزیز الدین ملک زادہ شہاب الدین قاضی قطب بن فرید''

(بحوالۂ سیر محمدی)

اس تحریر سے یہ علم ہوتا ہے کہ ان کے دادا کا نام فرید تھا۔

ان کا نام نمبر ۱۰ پر ہے۔

۱۲ —— شیخ حمید الدین اجودھنیؒ

صاحبِ ''**سیر محمدی**'' نے جہاں تیرہ آدمیوں کی خلافت کا ذکر کیا ہے لکھا ہے:

''بارہویں شیخ حمید الدین اجودھنیؒ صوفی نیک مشغول بحق تھے۔'' (ص ۱۵۲)

اور ''**سیرِ محمدی**'' ہی میں لکھا ہے:

''. . . مولانا علاء الدینؒ کو جامۂ خلافت عطا فرمایا اور مولانا حمید الدین مفتیؒ دہلی سے جو حضرت مخدومؒ کے مریدوں میں سے تھے اور ساتھ ہی ہم رکاب رہے خلافت نامہ لکھوایا مولانا حمید الدینؒ نے گذارش کی کہ اس وقت تک آپ نے کسی کو خلافت عطا نہیں فرمائی ہے حتیٰ کہ مخدوم زادوں کو بھی خلافت عطا نہیں فرمائی ہے۔ سب سے پہلے مولانا علاء الدین کو کیوں خلافت عطا ہو رہی ہے ارشاد فرمایا کہ مولانا حمیدؒ کیا میں خود خلافت دیتا ہوں . . . اس کے بعد مولانا حمیدؒ نے خلافت نامہ لکھا۔''

(صفحہ ۳۷)

اس بیان سے علم ہوتا ہے کہ مولانا حمید الدینؒ، سیدنا بندہ نواز خواجہ گیسو درازؒ سے بہت قریب تھے مشورہ دیتے تھے اختلاف رائے کرتے تھے لیکن سوال یہ ہے کہ کیا یہ حمید الدین اجودھنیؒ تھے؟ اور وہ مفتی دہلی تھے۔ صاحبِ ''**سیر محمدی**'' نے جہاں ان کی خلافت کا ذکر کیا ہے وہاں ان کا مفتی دہلی ہونا نہیں لکھا ہے۔ حالانکہ وہ اہم قابلِ ذکر بات ہے۔

''**تاریخ حبیبی**'' میں خلفا میں نام ہے۔

۱۰- حمید الدین اجودھنیؒ (صفحہ ۷۱)

''**تبصرۃ الخوارقات**'' میں حضرت بندگی مخدومؒ کے خلفاء کے ذیل میں لکھا ہے:

(۱۹) قاضی شادؒ کے قرابت دار حمید الدین اجودھنیؒ (صفحہ ۷۵)

قاضی شادا پنے وقت کے مشہور شخص ہوں گے اس لئے ان کی قرابت داری کا اظہار کیا گیا ہے۔

حامد صدیقی نے لکھا ہے:

''صوفی حمید الدین اجودھنیؒ '' (بحوالہ سیر محمدی)

۱۳ ——— ملک زادہ عثمانؒ

صاحبِ 'سیرِ محمدی'' نے جہاں تیرہ آدمیوں کی خلافت کا ذکر کیا ہے لکھا ہے:

ملک زادہ عثمانؒ جو پہلے بہت خوشحال آدمی تھے دیوانی کے سرشتہ دار کے ملازم تھے اور بہت تنخواہ تھی اس کے بعد تارک ہوگئے روضہ ہی میں مقیم بھی رہے (صفحہ۱۵۲)

روضہ سے مراد اگر جماعت خانہ (خانقاہ) نہیں ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ سیدنا بندہ نواز خواجہ گیسو درازؒ کے وصال کے بعد ان کے روضہ میں مقیم رہے اگر جماعت خانہ (خانقاہ) مراد ہے تو 'روضہ' لکھنا سہوِ کتابت ہے۔

''**تبصرۃ الخوارقات**'' میں حضرت بندگی مخدومؒ کے خلفاء کے ذیل میں لکھا ہے:

(۲۱) ملک زادہ عثمان بن جعفرؒ (ص ۷۵)

اس عبارت سے ان کے والد کا نام 'جعفر' معلوم ہوتا ہے۔

حامد صدیقی نے لکھا ہے:

''ملک زادہ عثمان بن جعفرؒ'' (بحوالہ سیر محمدی)

صاحبِ 'سیرِ محمدی'' لکھتے ہیں

تین شخص اور تھے جن کو صریحی اجازت نہ تھی لیکن یہ لوگ حضرت مخدوم کے زمانۂ حیات میں لوگوں کو مرید کرنے لگے آپ نے اس بات کو سنا اور سن کر خاموشی اختیار فرمائی۔'' (صفحہ۱۵۲)

---

۱ ——— سید سعد الدینؒ

'سیرِ محمدی'' میں لکھا ہے:

''ان میں سے ایک شخص دہلی میں سید سعد الدینؒ نامی تھا جو آدمی مشغول و صاحبِ

سماع تھے۔''

''**جوامع الکلم**'' میں بھی ان کا ذکر ہے:

''... سعد الدینؒ نامی جو ایک دوست جو ظفر خاں کے بیٹے ہیبت خاں کے پاس آیا جایا کرتے تھے کھڑے ہوگئے اور عرض کیا ہیبت خاں مجھ سے پوچھتے ہیں کہ میں کوئی چیز بندگی مخدومؒ کی کرامتوں سے متعلق ان سے بیان کروں تو میں نے انکار کیا مگر جب اس نے سخت اصرار کیا تو میں نے کہا جب میں سمانہ میں تھا تو وہاں کے لوگوں نے مجھ سے پوچھا کہ کس کے مرید ہو تو میں نے حضرت مخدوم جہانیاںؒ کا نام لیا تو انھوں نے کہا وہی جو دو دوست ہیں ایک تو وہ اور دوسرے مولانا علاء الدینؒ۔'' (مجلس ۶۳)

غور طلب ہے متذکرہ سید سعد الدین شیخ سعد الدین ساونؒ ہیں یا مولانا سعد الدین خادمؒ یا کوئی اور؟

''**تاریخِ حبیبی**'' میں پہلی قسم کے حضرات جو مشہور سات ہیں ان میں تیسرا نام صوفی یار قاضی سراج الدینؒ شیخ سعد الدین عرف شیخ ساونؒ اور پانچواں نام مولانا سعد الدین خادمؒ ہے۔ (صفحہ ۷۵)

——— مولانا سعد الدینؒ

'سیرِ محمدی'' میں ان کے نام کے آگے نمبر (۵) لکھا ہے۔

'سیرِ محمدی'' میں لکھا ہے:

''ان میں سے ایک شخص دہلی میں سید سعد الدینؒ نامی تھا جو آدمی مشغول و صاحب سماع تھے۔'' (صفحہ۱۵۲)

اور 'سیرِ محمدی'' ہی میں لکھا ہے:

''تین شخص تھے جن کو صریحی اجازت نہ تھی۔ لیکن یہ لوگ حضرت مخدومؒ کے زمانۂ حیات میں لوگوں کو مرید کرنے لگے۔ آپ نے اس بات کو سنا اور سن کر خاموشی اختیار فرمائی۔'' (صفحہ۱۵۲)

''**تاریخِ حبیبی**'' میں لکھا ہے:

نمبر (۳) پر ایک نام ''شیخ سعد الدین عرف شیخ ساونؒ'' ہے اور نمبر (۵) پر ایک

نام مولانا سعدالدینؒ صوفی یار قاضی سراج الدین خادمؒ ہے۔ (صفحہ ۷۵)

نمبر (۳) اور نمبر (۵) پر لئے گئے نام کے حضرات کیا ایک ہی ہیں اور یہ وہ ہی ہیں جن کا ذکر **''تبصرۃ الخوارقات''** اور **''سیر محمدی''** میں ہے یا پھر تینوں علیحدہ حضرات ہیں۔ **''تبصرۃ الخوارقات''** میں ''سید سعدالدینؒ'' کو قاضی سراج الدین کا مرید کہا گیا ہے اور'' **تاریخ حبیبی**'' میں یار قاضی سراج الدینؒ۔ کیا کم از کم یہ دونوں حضرات ایک ہیں یا الگ حضرات ہیں؟

''تبصرۃ الخوارقات'' میں حضرت بندگیؒ کے خلفا کے ذیل میں لکھا ہے :

''(۳۷) قاضی سراج الدینؒ کے مرید مولانا سعدالدینؒ'' (صفحہ ۷۵)

''تبصرۃ الخوارقات'' میں جن مولانا سعدالدینؒ کا ذکر ہے کیا یہ وہی ہیں جن کا ذکر **''سیرِ محمدی''** میں ہے یا کوئی اور ہیں؟ غور طلب ہے۔ **''سیرِ محمدی''** میں یہ وضاحت نہیں ہے کہ وہ قاضی سراج الدینؒ کے مرید تھے۔

(مولانا سعدالدینؒ)

''تاریخِ حبیبی'' میں ان کے نام کے آگے کوئی نمبر نہیں ہے۔

''تاریخِ حبیبی'' میں لکھا ہے:

''(۵) مولانا سعدالدینؒ صوفی یار قاضی سراج الدین خادمؒ'' (صفحہ ۷۵)

حامد صدیقی نے لکھا ہے

''مولانا سعدالدینؒ'' بحوالہ **''تبصرۃ الخوارقات''**

حوالہ غلط ہے یہ نام '' **تاریخِ حبیبی**'' میں ہے **''تبصرۃ الخوارقات''** میں نہیں ہے۔

۲ — . . . ؟

''سیرِ محمدی'' ہی میں لکھا ہے:

''دوسرے شیخ . . . مدہوشی کے زمانے میں محبت کا پیالہ پیا تھا۔ آدمی

ہیبت ناک تھے حضرت مخدومؒ نے ان پر کسی قسم کا مواخذہ نہیں فرمایا تھا بلکہ ان کے لئے دعا فرمائی تھی'' (صفحہ ۱۵۳)

۳ — . . ؟

''سیرِ محمدی'' میں کوئی نمبر نہیں لکھا ہے۔

''سیرِ محمدی'' میں تیسرے آدمی کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے پہلے کچھ علم نہ تھا۔

''تاریخِ حبیبی'' میں دیگر حوالہ کے ساتھ جن خلفاء کا ذکر ہے وہ حسبِ ذیل ہیں۔

۱ — مولانا محمد معلمؒ

''تاریخ حبیبی'' میں لکھا ہے:

''۱- مولانا محمد معلمؒ مخدوم زادوں کے استاد تھے۔'' (ص ۷۶)

''تبصرۃ الخوارقات'' میں حضرت بندگی مخدومؒ کے خلفاء کے ذیل میں لکھا ہے:

''. . مریدانِ کامل . . . کمالِ انکسار سے . . . خلافت اور مشیخت سے احتراز کیا . . . صاحبِ کشف وتجلی وصاحبِ مقامات . . . (۱) مولانا محمد معلم'' (صفحہ ۷۵)

۲ — مولانا داؤد زرگرؒ

''تاریخ حبیبی'' میں لکھا ہے:

''۱- مولانا داؤد زرگر'' (صفحہ ۷۶)

''تبصرۃ الخوارقات'' میں حضرت بندگی مخدومؒ کے خلفاء کے ذیل میں لکھا ہے:

''. . مریدانِ کامل . . . کمالِ انکسار سے . . . خلافت اور مشیخت سے احتراز

کیا . . . صاحبِ کشف وتجلی وصاحبِ مقامات . . . (۲) مولانا داؤد زرگرؒ"
(صفحہ۷۵)

۳ـــــــ مولانا حمیدؒ

"تاریخ حبیبی" میں لکھا ہے:

"۳-مولانا حمیدالدینؒ جو قلندری ترک کر کے صوفی ہوگئے تھے۔" (صفحہ۷۶)

"تبصرۃ الخوارقات" میں حضرت بندگی مخدومؒ کے خلفاء کے ذیل میں لکھا ہے:

". . مریدانِ کامل . . . کمالِ انکسار سے . . . خلافت اور شخصیت سے احتراز کیا . . . صاحبِ کشف وتجلی وصاحبِ مقامات . . مولانا حمید قلندرؒ"
(صفحہ۷۵)

"خیرالمجالس" کے مرتب کا نام بھی "حمید قلندرؒ" ہے۔ غور طلب اور بحث طلب ہے کہ مولانا حمیدؒ اور حمید قلندرؒ ایک ہی شخص ہیں یا علیحدہ علیحدہ ہیں؟

"جوامع الکلم" میں ذکر ہے:

". . .جو ملفوظ حمید قلندرؒ نے جمع کئے تھے انداز اً دو جز تھے مولانا کمال الدین شیخ کے بھانجے شیخ کے پاس لے گئے۔ شیخ نے دیکھا اور کہا میں نے کچھ کہا تھا۔ مولانا حمیدالدینؒ نے کچھ اور ہی لکھا ہے اس کو لے کر باہر پھینک دیا مولانا کمال الدینؒ نے کہا کہ حضرت شیخ نظام الدینؒ سے ملفوظ باقی ہیں اور خواجہ نے بھی کچھ فرمایا تھا تو ارشاد ہوا کہ اب کیا کیا جائے۔ انھیں اتنی فرصت نہیں ہے اس کی تصحیح کی جائے اور حضرت مخدومؒ فرماتے ہیں کہ مولانا حمیدالدینؒ کی مجلس میں چند خاص دوست تھے جیسے مولانا اور خواجہ اور شاہؒ۔ مولانا شمس الدینؒ چند اور جو ایک ساتھ آتے اور میں کسی وقت ان کے ساتھ نہیں جاتا اگر یہ بنگلہ پر رہتے تو میں ان کے نیچے آنے تک ٹھہرا رہتا۔ اس لئے کہ میں دیکھتا تھا کہ ان کے ساتھ کوئی اس قسم کی باتیں جو اہلِ تصوف اور اہلِ عشق ومحبت کے ساتھ نسبت رکھتی ہوں نہیں ہوں گی۔" (مجلس ۴۲)

اس بیان سے بندہ نوازؒ اور حمید قلندرؒ کے باہمی تعلق کا اظہار ہوتا ہے۔

صاحبِ "مرأۃ الاسرار" حمید قلندرؒ کے لئے لکھتے ہیں

"حمید قلندرؒ جو سلطان المشائخ کے مخلص مریدین میں سے تھے مدت دراز تک شیخ برہان الدین غریبؒ کی صحبت میں رہے اور ان کے ملفوظ جمع کرتے رہے۔ اس کے بعد وہ شیخ نصیرالدینؒ کی خدمت میں رہنے لگے اور ان کے ملفوظات بھی جمع کئے جن کا نام "خیرالمجالس" رکھا گیا۔ (صفحہ۸۶۴)

"مرأۃ الاسرار" سے علم ہوتا ہے کہ وہ نظام الدین اولیاءؒ کے مرید تھے۔ یہ اہم بات ہے۔ اور انھوں نے برہان الدین غریبؒ کے ملفوظ بھی جمع کئے تھے۔

۴ـــــــ احمد بن حسنؒ

"تاریخ حبیبی" میں "خلافت واجازت کی خلعت سے سرفراز فرمایا ان کے اسماء مبارک یہ ہیں" کے ذیل میں نمبر چار پر ان کا نام ہے

"برادرزادہ مخدوم سید احمد بن (حسنؒ) (صفحہ۶۴)

اور "تبصرۃ الخوارقات" میں بھی حضرت بندگی مخدومؒ کے خلفاء کے ذیل میں نمبر۴ پر ان کا نام ہے

حضرت مخدومؒ کے بھتیجے سید احمد بن سید حسنؒ (صفحہ۷۵)

غور طلب بات یہ ہے کہ "تاریخ حبیبی" اور "تبصرۃ الخوارقات" میں انہیں سید حسنؒ کا بیٹا کہا گیا ہے اور حامد صدیقی نے جو شجرہ تحریر کیا ہے اس میں سید احمدؒ کو سید چندن حسینیؒ کا لڑکا لکھا ہے۔ کیا سید چندنؒ کا نام سید حسنؒ تھا یا پھر سید حسنؒ کوئی اور بھائی سیدنا بندہ نواز خواجہ گیسودرازؒ کے تھے لیکن اس کی تصدیق کسی بھی ماخذ سے نہیں ہوتی ہے اور ان کے بھائی کا نام "سید چندنؒ" ہی مشہور ہے۔

ان سے شجرہ بیعت جاری ہونے کا علم نہیں ہوتا ہے۔

۵ـــــــ مولانا عین الدینؒ

"تاریخ حبیبی" میں لکھا ہے:

"۱- مولانا عین الدین حاجیؒ" (صفحہ ۷۶)

"تبصرۃ الخوارقات" میں حضرت بندگی مخدومؒ کے خلفاء کے ذیل میں لکھا ہے:

".. مریدانِ کامل . . . کمالِ انکسار سے . . خلافت اور شخصیت سے احتراز کیا . . . صاحبِ کشف وتجلی وصاحبِ مقامات . . .(۶) مولانا عین الدین حاجیؒ" (صفحہ ۷۵)

۶ ——— مولانا نصیر قاسم دہلویؒ

"تاریخ حبیبی" میں لکھا ہے:

"دہلی میں اپنی خلافت و اجازت کی خلعت سے سرفراز فرمایا" ان کے اسماء مبارک یہ ہیں" کے ذیل میں نمبر (۶) پران کا نام ہے۔"

"مولانا نصیرالدین قاسم دہلوی" (صفحہ ۶۴)

"تبصرۃ الخوارقات" میں حضرت بندگی مخدومؒ کے خلفاء کے ذیل میں لکھا ہے

(۶) "مولانا نصیرالدین قاسمؒ دہلوی" (صفحہ ۷۵)

معلوم ہوتا ہے آپ کا نام نصیرالدین قاسمؒ تھا پکارے "نصیر قاسمؒ" ہوں گے۔

"جوامع الکلم" میں ذکر آیا ہے۔

"ایک ہوش مند آدمی جو ہمارا مرید تھا مولانا نصیرالدین قاسمؒ بیان کرتے ہیں کہ اس نے اس کے سامنے وسوسہ کا ذکر کیا تھا اور جس کو ایک عمل تعلیم کیا تھا۔ تھوڑی مدّت کے بعد اس سے پوچھا گیا کہ اب وسوسہ کا کیا حال ہے تو اس نے کہا کہ پہلے حضوری کا وہم جس طرح خیال میں نہیں آتا تھا آج وسوسہ کا خیال کہیں نظر نہیں آتا وسوسہ کو ڈھونڈھتا ہوں کہ کسی جگہ ملے مگر نام ونشان کا بھی پتہ نہیں لگتا۔ (مجلس ۸۶)

حامد صدیقی نے لکھا ہے:

(۶) مولانا نصیرالدین قاسم دہلوی (بحوالہ "تبصرۃ الخوارقات")

۷ ——— مولانا داؤد کمان گر احسن آبادیؒ

"تاریخ حبیبی" میں لکھا ہے:

"۷- مولانا داؤد کمانگر احسن آبادیؒ" (صفحہ ۷۶)

مولانا داؤد کمان گرؒ

"تبصرۃ الخوارقات" میں حضرت بندگیؒ کے خلفا کے ذیل میں لکھا ہے:

"مریدانِ کامل. . کمالِ انکسار سے . خلافت اور شخصیت سے احتراز کیا . صاحبِ کشف وتجلی وصاحبِ مقامات . . . (۲) مولانا داؤد کمان گرؒ"

(صفحہ ۷۵)

ایک مولانا داؤد زرگرؒ کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ کیا یہاں 'زر' نہیں تھا، سہو ہے۔ یہ اور کوئی ہیں؟

۸ ——— مولانا قطب الدینؒ

"تاریخ حبیبی" میں لکھا ہے:

"۸- مولانا قطب الدین صدر موذنؒ خانقاہ" (ص ۷۶)

"سپرد قلم . . . اجازت نامہ یہ ہے. . . اور مولانا قطب الدینؒ جو روضہ میں رہتے ہیں انھیں بھی اجازت ہے کہ دستِ بیعت دیا کریں" (ص ۷۴)

حامد صدیقی نے لکھا ہے

(۳) مولانا قطب الدینؒ دولت آبادی بحوالہ **"تبصرۃ الخوارقات"**

۹ ——— مولانا زین الدینؒ

"تاریخ حبیبی" میں لکھا ہے:

۹- مولانا زین الدین موسیٰ صوفیؒ احسن آبادی (صفحہ ۷۶)

''**تبصرۃ الخوارقات**''میں حضرت بندگی مخدومؒ کے خلفاء کے ذیل میں لکھا ہے:

.....مریدان کامل.....کمال انکسار سے .....خلافت اور مشیخت سے احتراز کیا......صاحب کشف و تجلی و صاحب و مقامات ....(۹) مولانا زین الدینؒ حسنابادی (صفحہ۷۵)

''**تاریخ حبیبی**''میں 'حسن آبادی' لکھا ہے یہ غلط معلوم ہوتا ہے۔ حسن آبادی ہونا چاہئے اور ''**تبصرۃ الخوارقات**''میں حسنابادی املا غلط ہے۔

۱۰ ——— مولانا خضرؒ

''**تاریخ حبیبی**''میں لکھا ہے:

۱۰-مولانا خضرؒ باشندہ اوسہ (صفحہ۷۶)

''**تبصرۃ الخوارقات**''میں حضرت بندگی مخدومؒ کے خلفاء کے ذیل میں لکھا ہے

.....مریدان کامل.....کمال انکسار سے .....خلافت او شخصیت سے احتراز کیا......صاحب کشف وتجلی وصاحب ومقامات.... مولانا خضر اوسہؒ (صفحہ۷۵)

۱۱ ——— مولانا نورالدینؒ

''**تاریخ حبیبی**''میں لکھا ہے:

''۱۱-مولانا نورالدینؒ بدرکوٹی کہ جن کا نام ضیاءالدینؒ تھا۔'' (صفحہ۷۶)

''**تبصرۃ الخوارقات**''میں حضرت بندگی مخدومؒ کے خلفاء کے ذیل میں لکھا ہے:

.....مریدان کامل.....کمال انکسار سے .....خلافت اور مشیخے احتراز کیا......صاحب کشف وتجلی وصاحب ومقامات....(۱۱) مولانا نورالدین بدرکوٹی جن کا نام (اس سے) پہلے ضیاءالدین تھا۔'' (صفحہ۷۵)

---

۱ ——— نظام الدین بن قبولؒ

''**تاریخ حبیبی**''میں لکھا ہے:

''دہلی میں......دوسری بار.....چار صاحبوں کو خلافت عطا فرمائی.....حضرت خواجہ بہاءالدین سے منقول ہے.....آپ نے فرمایا یہ چار اشخاص بھی میرے بعد لوگوں سے بیعت لیا کریں''یعنی (۱) نظام الدین بن قبولؒ مرید حضرت شیخ نصیر الدینؒ (صفحہ۶۵)

''**تاریخ حبیبی**''ہی میں لکھا ہے:

''مولانا نظام الدینؒ بن قبول مولانا سلطانیؒ حضرت مرشد نصیر الملۃ والدین (چراغ دہلوی) نوراللہ مرقدہٗ کے مرید تھے لیکن آپ نے حضرت قطبیؒ سے تربیت و تعلیم حاصل کی تھی اور آپ ہی کے اجازت یافتہ تھے۔'' (صفحہ۶۵)

علم ہوتا ہے کہ سیدنا بندہ نواز خواجہ گیسودرازؒ نے اپنے برادرِ طریقت کو بھی تربیت کے بعد خلافت عطا فرمائی تھی۔

۲ ——— مولانا حسین دہلویؒ

''**تاریخ حبیبی**''میں لکھا ہے

''دہلی میں.....دوسری بار.....چار صاحبوں کو خلافت عطا فرمائی.....حضرت خواجہ بہاءالدین سے منقول ہے .....آپ نے فرمایا یہ چار اشخاص بھی میرے بعد لوگوں سے بیعت لیا کریں....

''**تاریخ حبیبی**''ہی میں لکھا ہے:

''مولانا حسینؒ حضرت قطبیؒ ہی کے مرید وستراللہ اور مجاز تھے۔'' (صفحہ۶۵)

۳ ——— مولانا حسن دہلوی بسدؒ (مولانا حسین دہلویؒ)

''**تاریخ حبیبی**'' میں لکھا ہے

''دہلی میں..... دوسری بار..... چار صاحبوں کو خلافت عطا فرمائی..... حضرت خواجہ بہاء الدینؒ سے منقول ہے..... آپ نے فرمایا یہ چار اشخاص بھی میرے بعد لوگوں سے بیعت لیا کریں .....

(۴) مولانا حسن دہلوی بسدؒ (مونگا) تراش (صفحہ ۶۵)

''**تاریخ حبیبی**'' ہی میں لکھا ہے

''لیکن اس (ان) باذل کامل مجاہد، زندہ دل، عالی ہمتوں میں سب سے بڑا معتقدان حضرات میں سب سے اکبر خواجہ حسن بسد تراشؒ وعلی بذلؒ کا مرتبہ اور ہی تھا۔ ان کے حق میں بذل روح کے کلمے کی حقیقت یہ ہے کہ جب دہلی میں حضرت قطبیؒ سخت بیمار ہوئے تو اثنائے علالت خواجہ حسنؒ اپنی عادت کے مطابق قدم بوسی کے لئے حضرت بندگی مخدومؒ کے پاس آئے حضرت خواجہ نے فرمایا خواجہ حسنؒ دیکھو یہ میری ران میں ایک بڑا پھوڑا نکلا ہے آج کل یہ بیماری لوگوں میں پھیلی ہوئی ہے اور وباء کا زمانہ ہے جس میں لوگوں کو جانی نقصان ہوا ہے اسی قسم کی علامتیں اس پھوڑے میں بھی محسوس ہو رہی ہیں۔ خواجہ حسین علیہ الرحمۃ والغفران نے سنتے ہی عرض کیا کہ یہ بیماری اس بندہ حسنؒ نے اپنے اوپر لے لی ہے چنانچہ اس بات کے متصل چند ہی روز بعد خواجہ حسن علیہ الرحمۃ والغفر ان نے اس آرام گاہ فانی (یعنی دنیا) سے اس آرامگاہ باقی (یعنی آخرت) کی طرف سفر فرمایا معلوم ہوتا ہے کہ خواجہ حسنؒ کو سیر مقامات حاصل تھی اور صاحب طلب نفس تھے۔ جب تک کہ آدمی صاحب نفس نہیں ہوتا دوسروں پر اور بالخصوص اپنے اوپر نیک ہو یا بد کسی قسم کا نفس متصرف نہیں کرسکتا۔ (صفحات ۶۵-۶۶)

''**تبصرۃ الخوارقات**'' میں حضرت بندگی مخدومؒ کے خلفاء کے ذیل میں لکھا ہے

(۹) مولانا حسنؒ دہلوی بسد تراش (صفحہ ۷۵)

''**تاریخ حبیبی**'' میں دو جگہ بسد تراش ہے اور یہاں لبسد صحیح املا کیا ہے؟ ''**تاریخ حبیبی**''

کے صفحہ (۲۵) بسد کے آگے بریکٹ میں (مونگا) لکھا ہے یعنی مونگا (پتھر) تراش۔

حامد صدیقی نے لکھا ہے:

مولانا حسن بدتراش بحوالہ ''**تبصرۃ الخوارقات**'' لیکن بد اور لبسد کا فرق ہے۔

حامد صدیقی نے لکھا ہے:

(۷) مولانا حسن دہلویؒ بحوالہ ''**تبصرۃ الخوارقات**''

یہ نام محمد حسین دہلوی ہونا چاہئے' مولانا حسن دہلوی' ''**تبصرۃ الخوارقات**'' میں بھی ہے حوالہ صحیح ہے لیکن ''**تاریخ حبیبی**'' میں یہ نام مولانا حسین دہلوی ہے اور ''**تاریخ حبیبی**'' کو ''**تبصرۃ الخوارقات**'' پر تقدم زمانی حاصل ہے۔

مولانا حسن دہلویؒ

''**تبصرۃ الخوارقات**'' میں حضرت بندگیؒ کے خلفا کے ذیل میں لکھا ہے :

''(۷) مولانا حسن دہلویؒ '' (صفحہ ۷۵)

اور نمبر (۹) پر مولانا حسنؒ لبسد تراش کا نام ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ یہ کوئی اور ہیں۔

---

۱ ——— سید اصغرؒ

''**تاریخ حبیبی**'' میں لکھا ہے:

''(۱) سید اصغرؒ بن سید احمد بن سید حسن حسینیؒ'' (صفحہ ۷۵)

حامد صدیقی نے لکھا ہے:

''سید اصغر بن سید احمد'' ۵ بحوالہ ''**تبصرۃ الخوارقات**''

لیکن یہ نام ''**تبصرۃ الخوارقات**'' میں نہیں ہے حوالہ غلط ہے۔

۲ — شیخ میراںؒ

''تاریخِ حبیبی''، میں لکھا ہے:

''شیخ میراںؒ جو مولانا کمال الدینؒ کے پوتے اور حضرت شیخ کے بھانجے تھے۔''

(صفحہ ۷۵)

کمال الدین علامہؒ شیخ خواجہ نصیرالدین چراغ دہلیؒ کے بھانجے تھے اگر ان کے علاوہ شیخ سے مراد کوئی اور ہے یا بندہ نوازؒ؟ بندہ نوازؒ ہیں تو کیا واقعی بندہ نوازؒ کے کسی بھانجے کا نام 'شیخ میراں' تھا؟ غور طلب ہے اور جیسا میرا خیال ہے کمال الدینؒ علامہ مراد ہیں تو ان کے پوتے خواجہ علم الدین چشتیؒ مخدوم بندہ نوازؒ سے نسبتِ بیعت و اجازت رکھتے تھے۔ راقم الحروف نے کتاب ''خواجگانِ چشت (گجرات) حضرت کمال الدینؒ علاّمہ اور اولادِ امجاد (حصہ اول) میں لکھا ہے:

چراغ دہلیؒ سے خواجہ مخدوم علم الدین چشتیؒ کی ایک نسبت اپنے دادا علاّمہ اور براہِ راست اپنے والد سراج الاولیاءؒ کے ذریعہ ہے۔ اور دوسری نسبت خواجہ گیسو دراز بندہ نواز کے ذریعہ ہے۔ (صفحہ ۶۱)

اور میں نے یہ صراحت بھی کی ہے:

''**شجرۃ المحمودؒ** کے علاوہ اس بیعت کے لئے دوسرا ماخذ نہیں ہے . . . اور جہاں تک میرے علم کا سوال ہے خواجہ گیسو دراز بندہ نوازؒ کے کسی تذکرہ نگار نے بیعت کا ذکر نہیں کیا ہے۔'' (صفحہ ۱۷)

لیکن ''**تاریخِ حبیبی**''، میں 'شیخ میراں' کی صراحت ہے۔ لیکن کمال الدین علامہؒ کی اولاد میں کسی کا نہ یہ نام تھا نہ لقب نہ کنیت۔ کیا گلبرگہ کے حضرات نے مخدوم علم الدینؒ کو شیخ میراں کی حیثیت سے جانا پہچانا۔ کیا صورتِ حال ہے۔ غور طلب ہے۔

۳ — شیخ سعد الدینؒ

''تاریخِ حبیبی''، میں لکھا ہے:

''شیخ سعد الدین عرف شیخ ساونؒ'' (صفحہ ۷۵)

سید سعد الدینؒ، مولانا سعد الدینؒ کا ذکر ہو چکا ہے۔ کیا یہ شیخ سعد الدینؒ اور متذکرہ حضرات تمام ایک ہی ہیں؟

۴ — مولانا محمودؒ

''تاریخِ حبیبی''، میں لکھا ہے:

''(۴) مولانا محمود میناگرؒ'' (صفحہ ۷۵)

''تبصرۃ الخوارقات'' میں حضرت بندگیؒ کے خلفا کے ذیل میں لکھا ہے:

''(۳۶) مولانا محمود میناگرؒ'' (صفحہ ۷۵)

حامد صدیقی نے لکھا ہے

''مولانا محمود مینائیؒ'' بحوالہ **تبصرۃ الخوارقات**

''تبصرۃ الخوارقات''، میں 'میناگر' ہے 'مینائی' نہیں ہے۔ یہ ترمیم حامد صدیقی نے کی ہے۔ دراصل 'مینائی' شاہ مینا لکھنوی کے سلسلے کے لوگ اپنے نام کے ساتھ لکھتے ہیں۔

۵ — مولانا کبیر الدین سارنگ پوریؒ

''تاریخِ حبیبی''، میں لکھا ہے:

''(۶) مولانا کبیر الدین سارنگ پوریؒ'' (صفحہ ۷۵)

''تبصرۃ الخوارقات''، میں حضرت بندگیؒ کے خلفا کے ذیل میں لکھا ہے:

''(۳۵) مولانا کبیر الدین سارنگ پوریؒ'' (صفحہ ۷۵)

پھر نمبر (۳۸) مولانا کبیرؒ لکھا ہے۔ (صفحہ ۷۵)

کیا یہ نام غلطی سے لکھا ہے یا یہ واقعی کوئی اور ہیں؟ ایک نام دوبارہ بغیر کسی وضاحت کے لکھنا مغالطہ پیدا کرتا ہے۔

حامد صدیقی نے لکھا ہے

''مولانا کبیر سارنگ پوری'' بحوالہ ''**تبصرۃ الخوارقات**''

۶——مولانا جگن سارنگ پوریؒ

''**تاریخِ حبیبی**'' میں لکھا ہے:

''(۶) مولانا جگن سارنگ پوریؒ'' (صفحہ۷۵)

''**تبصرۃ الخوارقات**'' میں حضرت بندگیؒ کے خلفا کے ذیل میں لکھا ہے :

''(۳۹) مولانا جگن سارنگ پوریؒ'' (صفحہ۷۵)

حامد صدیقی نے لکھا ہے:

''مولانا چگن سارنگ پوریؒ'' بحوالہ ''**تبصرۃ الخوارقات**''

حوالہ غلط ہے۔ ''**تاریخِ حبیبی**'' اور ''**تبصرۃ الخوارقات**'' میں جگن ہے، حامد صدیقی نے جگن کی اصلاح چگن سے کیوں کی ہے اس کی کوئی صراحت نہیں کی گئی نہ اس کے لئے کسی ماخذ کا حوالہ دیا گیا ہے۔

سید روح اللہؒ

''**تاریخِ حبیبی**'' میں لکھا ہے:

''القصہ سات لوگوں کو اجازت عطا ہوئی ہے۔ یعنی . . سید روح اللہؒ'' (صفحہ۷۳)

''**تبصرۃ الخوارقات**'' میں حضرت بندگی مخدومؒ کے خلفاء کے ذیل میں لکھا ہے

''(۲۵) حضرت بندگی مخدومؒ کے نواسے سید روح اللہؒ'' (صفحہ۷۵)

حامد صدیقی نے لکھا ہے:

''سید روح اللہ حسینیؒ نبیسۂ حضرت بندگی مخدومؒ'' بحوالہ ''**تبصرۃ الخوارقات**''

اس عبارت سے یہ بات علم میں آتی ہے کہ سید روح اللہؒ سیدنا بندہ نواز خواجہ گیسو درازؒ کے نواسے تھے۔

سید ابن الرسولؒ

''تاریخِ حبیبی'' میں خلافت و اجازت کی خلعت سے سرفراز فرمایا ان کے اسمائے مبارک یہ ہیں کے ذیل میں نمبر (۵) پر ان کا نام ہے:

''(۵) برادرزادہ مخدوم سید ابن الرسولؒ عرف میاں منجھلے'' (صفحہ۶۴)

''**تبصرۃ الخوارقات**'' میں حضرت بندگیؒ کے خلفا کے ذیل میں لکھا ہے :

''(۵) حضرت مخدوم کے بھتیجے سید ابن رسولؒ عرف سید منجھن'' (صفحہ۷۵)

''**تاریخِ حبیبی**'' میں عرف منجھلے اور ''**تبصرۃ الخوارقات**'' میں ''منجھن'' تحریر ہے۔ دونوں میں سے کسی ایک میں سہوِ کتابت ہے۔ غالباً منجھلے صحیح ہے، اس کا بگاڑ عوام کی زبان پر منجھن ہو گیا ہوگا۔

'**جوامع الکلم**' میں ان کا ذکر ہے۔

''بھائی سید ابن الرسول سلمۂ تعالیٰ نے عرض کیا۔'' (مجلس۴۲)

حکمۃ اللہؒ

''**تاریخِ حبیبی**'' میں خلفاء میں نام ہے:

''(۵) میری بیٹی کا لڑکا حکمۃ اللہؒ بن سالاءؒ (کذا) لاہوری'' (صفحہ۷۱)

سراج الدین شہریارؒ

''**تاریخِ حبیبی**'' میں خلفا میں نام ہے

''۷۔ سراج الدینؒ بن شہریار بن محمد'' (ص۷۱)

اس عبارت سے والد اور دادا کے نام معلوم ہوتے ہیں۔

''**تبصرۃ الخوارقات**'' میں حضرت بندگی مخدومؒ کے خلفاء کے ذیل میں لکھا ہے۔

(۱۶) ''سراج الدین شہریارؒ'' (صفحہ۷۵)

قاضی سراج الدینؒ کا نام نمبر (۳۰) پر ''**تبصرۃ الخوارقات**'' میں موجود ہے۔
اس لئے بظاہر یہ ایک دوسرے شخص معلوم ہوتے ہیں۔

''**جوامع الکلم**'' میں ذکر ہے

اس کے بعد مولانا سراج شہریارؒ ذکراللہ بالخیر نے ''شرح مشارق'' میں یہ حدیث پڑھی۔

عثمان بن جعفرؒ

''**تاریخِ حبیبی**'' میں تحریرِ خلافت نامہ میں لکھا ہے:

''عثمان بن جعفرؒ جو ایک مسکین کمزور حال ضعیف البال (الحال) آدمی ہیں اگر اس (ان) کے پاس کوئی تائب ہوکر آئے اور یہ قصد رکھتا ہو کہ اس کے ہاتھ پر توبہ کرے گا تو اسے نہ روکے اور اپنا ہاتھ اس کے لئے دراز کردے اور خرقہ پہنا دے۔
(صفحہ۷۶)

خلافت نامہ میں ان کا ذکر اور ان کو اجازت ان کی اہمیت ظاہر کرتے ہیں۔

''**تاریخِ حبیبی**'' ہی میں لکھا ہے:

''رحلت فرمانے کو چند روز رہ گئے تو آپ نے خود زبانِ مبارک سے کچھ ارشاد فرمایا۔ اس کے (یعنی وفات) بعد میاں عبداللہؒ نے حضرت قاضی سراج الدینؒ سے فرمایا کہ حضرت مخدومؒ نے کچھ ارشاد فرمایا تھا تم اس کے مضمون کو تحریر میں لے آؤ۔ چنانچہ حضرت قاضی سراج الدینؒ نے ان گیارہ اشخاص کے نام جو خلیفہ و مجاز کئے گئے تھے اس طرح لکھے۔'' (صفحہ۷۶)

جس طرح حضرت قطبیؒ نے زبانی فرمایا تھا اسی طرح تحریر میں لائے اور جو اس کا عین مطابق تھا اسے سپردِ قلم کیا۔ ان گیارہ اشخاص کا اجازت نامہ یہ ہے:

اللہ ہادی ہے محمد اصغرؒ میری جگہ رہیں۔ پدری حق یہ تھا جس کی نگہداشت مقصود تھی یعنی

میرے بعد سجّادہ پر بیٹھیں تاکہ دستِ بیعت دیا کریں اور شاہ ید اللہ کو بھی اجازت ہے کہ دستِ بیعت دیا کریں۔ میاں سفیر اللہؒ اگر بادشاہی نوکری ترک کردیں تو انھیں بھی اجازت ہے کہ وہ دستِ بیعت دیا کریں اور عبداللہؒ بھی دستِ بیعت دیا کریں انھیں بھی اجازت ہے۔ قاضی راجہؒ بھی دستِ بیعت دیا کریں انھیں بھی اجازت ہے۔ شیخ زادہ شہاب الدینؒ بھی دستِ بیعت دیا کریں انھیں بھی اجازت ہے۔ مولانا بہاء الدینؒ کو بھی اجازت ہے وہ بھی دستِ بیعت دیا کریں۔ مولانا سراج الدینؒ کو بھی اگر دربارشاہی کی آمد و رفت ترک کردیں تو انھیں بھی اجازت ہے۔ ملک عزالدینؒ اور ملک شہابؒ بھی اگر بادشاہ کی خدمت ترک کردیں تو انھیں بھی اجازت ہے کہ دستِ بیعت دیا کریں اور مولانا قطب الدینؒ جو روضہ میں رہتے ہیں انھیں بھی اجازت ہے کہ دستِ بیعت دیا کریں۔ (صفحہ۷۴)

''**تاریخِ حبیبی**'' میں لکھا ہے:

''القصہ، چونکہ حضرت قطب المشائخ کے اس قدر خلفاء مجاز و وکیل و مسترشد (تربیت یافتہ) تھے جن کے نام اس رسالہ میں لکھے بیان کئے گئے، لیکن ان کے علاوہ اور بھی ہیں۔ جن کی دو قسمیں کی گئی ہیں۔ پہلی قسم میں وہ طالبانِ خدا ہیں جو حضرت قطبیؒ کے مرید اور مسترشد (تربیت یافتہ) تھے اور اس مرشدِ کامل و سالک واصل کی تربیت سے والذین جاھدوا فینا (یعنی جو لوگ ہمارے راستے میں جدوجہد و کوشش کرتے ہیں) کے پھل دار شجر سے برخوردار ہوئے اور اس آیت بشارت لنھدینھم سبلنا (ہم ضرور انھیں اپنا راستہ بتائیں گے) کے آثار سے مراد دامن پھل چن کر بھرلیا۔ یہ سات اشخاص تھے جو اس ملک میں مشہور تھے۔ ان سات میں سے بعض حضرت قطبی کی وفات کے بعد نیز حضرت مخدومؒ کی حیات میں اس اجازت کے ساتھ جو ان لوگوں میں بطور دستور کے چلی آرہی ہے، دستِ بیعت دیا کرتے تھے وہ یہ ہیں۔ ۱۔**سید اصغر بن سید احمد بن سید حسن حسینیؒ** ۲۔**شیخ میراں** جو مولانا کمال الدینؒ کے پوتے اور حضرت شیخ کے بھانجے تھے۔ ۳۔**شیخ**

سعدالدین عرف شیخ ساونؒ ۴.مولانا محمود میناگرؒ ۵.مولانا صوفی سعدالدین صوفی یار قاضی سراج الدین خادمؒ ۶.مولانا کبیرالدین سارنگ پوریؒ ۷.مولانا جگن سارنگ پوریؒ۔

دوسری قسم:

اگرچہ ان بزرگوں کو بھی کشوفات وتجلیات، معارف وحقائق اور سیر وسلوک میں ایک حصہ ملا تھا اور آخرت کا بہترین توشہ فان خیر الزاد التقویٰ (پرہیز گاری اور خوف خدا سب سے اچھا توشہ ہے) وہ بھی انھیں نصیب تھا اور خلعت و خطاب واتقون یا اولی الباب (اے سمجھ والو! مجھ سے ڈرو) سے مشرف ہو چکے تھے، نیز حضرت قطبیؒ کے الطاف بہت زیادہ ان کے شاملِ حال تھے۔ یہ لوگ اہلِ علم و ریاضت والے اور صاحبانِ کشف و کرامات تھے بلکہ ان صاحبانِ ہدایت صوفیوں میں سے ہر ایک خلافت وسجادہ نشینی کے شایان ولائق تھا۔ مگر ان میں اسقدر زیادہ ادب وانکسار تھا کہ لوگوں کو مرید کرنے کے لئے کبھی دستِ بیعت نہ دیا اور خود بالا رادہ ہمیشہ حد درجہ بندگی اور کمالِ گوشہ نشینی وترکِ ماسوی اللہ کے ساتھ اپنی جگہ قائم و مستقیم رہے۔ ان بزرگوں میں بعض کے نام جو اس بیچارہ (مؤلف) کو متواتر اطلاعوں، یا سچے خبر دینے والوں اور پکے اور تحقیق والے سچے لوگوں سے معلوم ہوئے وہ اس مختصر رسالہ میں عرض کئے ہیں انہی میں یہ بھی ہیں ۱.مولانا معلم مخدوم زادہؒ کے استاد ۲.مولانا داؤد زرگرؒ ۳.مولانا حمیدؒ جو قلندری ترک کر کے صوفی ہو گئے تھے ۴.مولانا قوام الدینؒ جو مولانا بہاء الدینؒ حاجی کے وکیل ومیر سامان تھے ۵.مولانا عین الدین حاجیؒ ۶.تاج الدین زید پوریؒ ۷.مولانا داؤد کمانگرؒ (احسن آبادیؒ) ۸.مولانا قطب الدینؒ صدر مؤذن خانقاہ ۹.مولانا زین الدین موسیٰ صوفی احسن آبادیؒ ۱۰.مولانا خضر باشندہ اوسہؒ اور ۱۱.مولانا نور الدین بدر کوٹیؒ کہ جن کا نام ضیاء الدینؒ تھا۔" (صفحات ۷۵-۷۶)

شیخ منہاج الدینؒ

"تاریخ حبیبی" میں لکھا ہے:

"القصہ سات لوگوں کو اجازت دی عطا ہوئی ہے یعنی ... شیخ منہاج الدینؒ بن قاضی عبدالصمد معروف بہ قاضی راجاؒ" (صفحہ ۷۳)

اگر قاضی راجاؒ سے مراد وہی قاضی راجہؒ ہیں جو خلافت یافتہ ہیں تو یہ ان کے لڑکے ہوئے۔ اس طرح والد اور لڑکا دونوں خلیفہ ہوئے۔ اس عبارت میں شیخ منہاج الدین بن قاضیؒ (غالباً سہوِ کتابت ہے) شیخ منہاج الدینؒ بن قاضی عبدالصمد معروف بہ قاضی راجاؒ ہونا چاہئے۔

تاج الدین زید پوریؒ

"تاریخ حبیبی" میں لکھا ہے:

"۱- تاج الدینؒ زید پوری" (صفحہ ۷۶)

۴ —— مولانا قوام الدینؒ

"تاریخ حبیبی" میں لکھا ہے

"۴-مولانا قوام الدینؒ جو مولانا بہاء الدینؒ حاجی کے وکیل ومیر سامان ہے۔" (صفحہ ۷۶)

اگر مولانا بہاء الدینؒ سے مراد "مولانا بہاء الدینؒ دہلوی" ہیں تو وہ سیدنا بندہ نواز خواجہ گیسو درازؒ کے خلیفہ تھے۔

"تبصرۃ الخوارقات" میں حضرت بندگی مخدومؒ کے خلفاء کے ذیل میں لکھا ہے:

"... مریدانِ کامل ... کمالِ انکسار سے ... خلافت اور مشیخت سے احتراز کیا ... صاحبِ کشف وتجلی وصاحبِ مقامات ... (۴) وکیل دار کے عزیز مولانا قوام الدینؒ" (ص ۷۵)

"تاریخِ حبیبی" میں مولانا بہاءالدینؒ حاجی کا وکیل و میر سامان لکھا ہے اور یہاں "وکیل دار کے عزیز" لکھا ہے۔ وکیل دار کے عزیز کے نام کی صراحت نہیں ہے اور انھیں بذاتِ خود وکیل و میر سامان نہ کہہ کر وکیل دار کا عزیز لکھا ہے۔

"سیرِ محمدی" اور "تاریخِ حبیبی" کے علاوہ "تبصرۃ الخوارقات" میں مزید جن خلفاء کا ذکر ہے وہ حسبِ ذیل ہیں۔

بہاءالدینؒ (حاجی)

"تبصرۃ الخوارقات" میں حضرت بندگی مخدومؒ کے خلفاء کے ذیل میں لکھا ہے۔

". . . مریدانِ کامل . . . کمالِ انکسار سے . . . خلافت اور شیخیت سے احتراز کیا۔ صاحب کشف وتجلی وصاحب مقامات . . .

حاجی بہاءالدین مستجاب الدعوات (صفحہ ۷۵)

یہ بہاءالدین دہلویؒ سے علیحدہ کوئی اور ہیں؟ نام ایک ہونے سے مغالطہ ہوتا ہے "سیرِ محمدی" اور "تاریخِ حبیبی" میں بہاءالدین دہلویؒ کا حال ملتا ہے لیکن نام کے ساتھ کہیں "حاجی" نہیں لکھا ہے۔

بہاءالدینؒ (قاضی)

"تبصرۃ الخوارقات" میں حضرت بندگی مخدومؒ کے خلفاء کے ذیل میں . . لکھا ہے۔

"(۲۹) قاضی بہاءالدین" (صفحہ ۷۵)

حامد صدیقی نے لکھا ہے

(۹) قاضی بہاءالدینؒ

یہ قاضی بہاءالدین مولانا بہاءالدین دہلویؒ اور حاجی بہاءالدینؒ سے علیحدہ کوئی اور ہیں یا وہی ہیں؟ غور طلب ہے۔

حامد صدیقی نے لکھا ہے

(۹) قاضی بہاءالدین (بحوالہ تبصرۃ الخوارقات)

سلیمانؒ

"تبصرۃ الخوارقات" میں حضرت بندگیؒ کے خلفا کے ذیل میں صرف نام "(۲۸) پر سلیمانؒ" (صفحہ ۷۵) لکھا ہے کوئی اور صراحت نہیں ہے۔ قاضی اسحاقؒ کے بھائی سلیمانؒ چھتری کا نام نمبر (۱۳) پر درج ہے۔ اس لئے یہ وہ نہیں ہوسکتے ہیں۔ اب اگر سہو سے یہ نام دوبارہ صرف "سلیمان" درج ہوا ہے تو بات اور ہے۔

سیف الدین بنگالیؒ

"تبصرۃ الخوارقات" میں حضرت بندگی مخدومؒ کے خلفاء کے ذیل میں ایک نام (۱۸) پر سیف الدین بنگالیؒ لکھا ہے۔ کیا یہ قاضی سیف الدینؒ لکھنؤ کے رہنے والے تھے اور ان کو کسی سبب سے بنگالی کہا گیا یا پھر کوئی علیحدہ شخص ہیں۔ سیف الدینؒ مغالطہ پیدا کرتا ہے۔ صرف "بنگالی" کا اضافہ ہے۔ اس کے لئے کوئی وضاحت نہیں ہے۔ یہ امر غور طلب ہے۔

سید شادؒ

"تبصرۃ الخوارقات" میں حضرت بندگیؒ کے خلفا کے ذیل میں لکھا ہے :

"(۳۴) سید شادؒ" (صفحہ ۷۵)

حامد صدیقی نے لکھا ہے:

''سید شاذؒ'' بحوالہ ''تبصرۃ الخوارقات''

مولانا عماد الدینؒ

''**تبصرۃ الخوارقات**'' میں حضرت بندگی کے خلفا کے ذیل میں لکھا ہے:

''مریدانِ کامل ۔ ۔ کمالِ انکسار سے ۔ خلافت اور شخصیت سے احتراز کیا ۔ صاحبِ کشف وتجلی وصاحبِ مقامات ۔ ۔ ۔ (۱۲) مولانا عماد الدینؒ بن ابراہیم کوری'' (صفحہ ۷۵)

میری رائے میں لفظ 'کوری' نہیں ''کوہیری'' ہونا چاہئے۔ کوہیر گلبرگہ سے قریب ہے۔ وہاں معز الدین ترکؒ کا مزار ہے اور ان کو محبوب الٰہیؒ کا خلیفہ کہا جاتا ہے اور وہاں سیدنا بندہ نواز خواجہ گیسودرازؒ کے جانے کی بات بھی کہی جاتی ہے۔

مولانا کمال الدینؒ

''**تبصرۃ الخوارقات**'' میں حضرت بندگیؒ کے خلفا کے ذیل میں لکھا ہے :

''(۳۴) حضرت شیخ کے بھانجے مولانا کمال الدینؒ'' (صفحہ ۷۵)

حامد صدیقی نے لکھا ہے:

''(۱۰) مولانا کمال الدینؒ خواہرزادہ حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلویؒ'' بحوالہ **''تبصرۃ الخوارقات''**

حوالہ صحیح ہے لیکن عبارت میں فرق ہے۔ بیان غلط نہیں ہے۔ لیکن غور طلب امر یہ ہے کہ علاوہ '**تبصرۃ الخوارقات**' کے کوئی اور ماخذ اس بیان کی تائید نہیں کرتا ہے اور کمال الدین علامہ خواہرزادہ چراغ دہلیؒ کے حالات کے جو ماخذ ہیں اس میں سے کوئی یہ بات نہیں کہتا ہے۔ علامہ کے حالات کے لئے دیکھی جائے میری کتاب ''خواجگانِ چشت گجرات علامہ کمال

الدینؒ اور اولادِ امجادؒ''

علامہ کمال الدینؒ کو سیدنا بندہ نواز خواجۂ گیسودرازؒ کا خلیفہ لکھنا بہت ہی اہم بات ہے۔ لیکن اس کے لئے ثبوت چاہئے۔ آج ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش اور دیگر ممالک میں زیادہ تر سلسلۂ چشتیہ کے بزرگ آپ ہی سے شجرۂ بیعت رکھتے ہیں۔

''**سیرِ محمدی**'' ''**تاریخِ حبیبی**'' ''**تبصرۃ الخوارقات**'' اور کچھ دستیاب ماخذ کے حوالے سے سیدنا بندہ نواز خواجۂ گیسودرازؒ کے جن **خلفاء** کا علم ہوا ان کا ذکر کیا گیا دیگر ماخذ سے علم میں آنے والے خلفاء کا ذکر باقی ہے۔

حیرت ہے کہ متذکرہ ماخذ میں ان اہم خلفاء کا ذکر نہیں ہے جن سے شجرۂ بیعت جاری ہوا اور سلسلے کو وسعت ملی۔ ایسے اہم خلفاء ان ماخذ کے ذریعہ خلفاء کی فہرست میں نہ ہونے سے رہ گئے ہیں ان خلفاء کا ذکر امکانی تفصیل سے کیا جائے گا۔

سلسلۂ بندہ نواز یہ پر ایک مفصل کام کی ضرورت ہے اور یہ عام غلط فہمی بھی دور کرنی ہے کہ یہ سلسلہ صرف جنوب تک محدود ہے۔ دراصل یہ سلسلہ خالص سلسلۂ عالیہ چشتیہ سے تعلق رکھنے والے سلاسل میں بہت اہم، بہت خاص اور بہت وسیع ہے۔ اور بہرصورت قابلِ ذکر ہے۔ برِصغیر ہندوپاک میں یہ اپنا دائرۂ کار رکھتا ہے۔

اظہارِ حقیقت

میری یہ تحریریں نہ کسی یونیورسٹی کے مقالے (ڈگری) کے لئے ہیں اور نہ ہی کسی قسم کے ظاہری نام ونمود کی خاطر ـــــــ یہ صرف اور صرف میرے فطری ذوق وشوق کا سبب' میری بندہ نوازؒ سے عقیدت کا باعث اور میری چشتیہ نسبت کی پاسداری کیلئے ہیں۔

سیدنا بندہ نواز خواجۂ گیسو درازؒ پر راقم الحروف نے مختلف اوقات میں جو یادداشتیں قلمبند کی ہیں ان کی روشنی میں کام اتنا پھیل گیا کہ اُس کا سمیٹنا مشکل ہوگیا ہے اس لئے جو مضامین شائع کئے جارہے ہیں وہ اس غرض سے ہیں کہ آئندہ دوسری اشاعت کے وقت ترمیم واضافہ اور نظرِ ثانی کے بعد سلیقہ مند ترتیب کے ساتھ مرتب ہوکر شائع ہوں۔ یہ تحریری سلسلہ کی پہلی کڑی ہے۔ انشاء اللہ آئندہ اس کا سلسلہ قائم رہے گا۔

میری تحریری یادداشتوں کا سلسلہ ۱۹۷۵ء سے قائم ہوا جو الحمدللہ اب تک جاری ہے فی الوقت 1 تا 11 تحریریں طبع کی جارہی ہیں اور اس توقع کے ساتھ کہ اہل نظر اپنی آراء سے مجھے سرفراز کریں گے۔

میرے آقائے ولیٔ نعمت حضرت خواجۂ خواجگان خواجہ معین الدین چشتی غریب نوازؒ کی غلامی کی نسبت سے مجھے یقین ہے کہ سیدنا خواجہ بندہ نواز گیسو درازؒ میرے اس تحریری نذرانہ کو قبول فرمائیں گے۔

والسلام

سید محمد فضل المتین چشتی عفی عنہ

...Khawja Ghareeb Nawaz (Rh.)

SYEDNA BANDA NAWAZ

KHWAJA GESU DARAZ (RH)

By

Syed Mohammed Fazal-ul-Mateen Chishty

Gaddi Nasheen, Aastan-e-Aliya...

Ajmer Shareef